تذکرۃ الواصلین

مؤلف

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم الدین برکاتی مصباحی

خطیب مرکزی جامع مسجد برن پور، مغربی بنگال

ناشر

فیضانِ ابدالیہ مشن، دیپرا

شاہ محلہ جنکپور، نیپال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ ربُّ محمدٍ صلی علیہ وسلم　　نحنُ عبادُ محمدٍ صلی علیہ وسلم

تذکرۃ الواصلین

مؤلف

محمد نعیم الدین برکاتی مصباحی

خطیب مرکزی جامع مسجد برن پور، مغربی بنگال
و
بانی دار العلوم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
باغبیر، کالا جھریا، ضلع جامتاڑا، جھارکھنڈ

ناشر
فیضان ابدالیہ مشن، دیپرا
شاہ محلہ جنکپور، نیپال

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تذکرۃ الواصلین

مؤلف:۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد نعیم الدین برکاتی مصباحی

خطیب مرکزی جامع مسجد برن پور مغربی بنگال، **و** بانی دارالعلوم

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔باغبیر کالاجھریا

ضلع جامتاڑا، جھارکھنڈ 9263127080

حسب اجازت:۔۔۔۔۔۔۔۔گل گلزار حسینیت، فیض یافتہ بارگاہ ابدالیت پیر

طریقت، آل رسول، حضرت الحاج الشاہ حافظ وقاری سید ابوزر

حسنات قادری ابدالی شیرازی مدظلہ العالی

سجادہ نشین خانقاہ قادریہ ابدالیہ، سہسرام، بہار۔

تقریظ جلیل:۔۔۔۔۔۔۔۔خلیفۂ حضور قمر العلماء

پیر طریقت حضرت علامہ ومولانا الشاہ محمد قاسم علی رضوی، مدظلہ النورانی

بانی دارالعلوم محبوب سبحانی پہاڑ پور جامتاڑا۔

معاون ومشیر۔۔۔۔۔۔ماہر علوم دینیہ وعصریہ حضرت سید شاہ ابوالفرح منیر الدین تبریز

حسنات قادری صاحب (ناظم اعلیٰ خانقاہ قادریہ ابدالیہ سہسرام، بہار)

تعداد باراول:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۱۰۰رگیارہ سو

ہدیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۹۲ر روپئے

سن طباعت:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نومبر ۲۰۲۱ء

ناشر:۔۔۔۔۔۔۔۔فیضان ابدالیہ مشن، دیپراشاہ محلہ جنکپور، نیپال۔

کمپوزنگ:۔۔۔باسط رضا مصباحی، مصباحی گرافک سینٹر۔پاروجوری

مدھوپور، ضلع، دیوگھر۔8084786531

شرف انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش کو نبیوں کے امام، خیر الانام، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ و الثناء، و اہل بیت پاک، خلفاء راشدین، صحابۂ کرام و تابعین عظام، اولیاء کرام و صوفیائے ذوی الاحترام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی عبقری شخصیات کی طرف منسوب کرتا ہوں جن کی بے لوث خدمات اور انتھک کاوشات کی بنیاد پر کائنات کے گوشے گوشے تک مذہب اسلام کی نشر و اشاعت ہوئی۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف۔
محمد نعیم الدین برکاتی مصباحی

ملنے کے پتے

(۱) خانقاہ قادریہ ابدالیہ، محلہ شاہ جمعہ، سہسرام، بہار
(۲) محمد نعیم برکاتی مصباحی، مرکزی جامع مسجد برن پور، مغربی بنگال
(۳) حضرت مولانا محمد جمال الدین قادری ابدالی، فیضان ابدالیہ مشن نیپال

نوٹ:۔ اس کتاب میں کسی طرح کی کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور اطلاع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اصلاح کر دی جائے۔

مرتب کا رابطہ نمبر۔9263127080

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۴	شرف انتساب	۱
۹	تقریظ جلیل	۲
۱۱	منظوم تأثر	۳
۱۲	مختصر تبصرہ	۴
۱۳	مختصر تعارف مؤلف	۵
۱۶	مقدمہ	۶
۱۹	تمہید	۷
	(باب اول)	۸
۲۳	حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے احوال زندگی	۹
۲۴	حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج مطہرات	۱۰
۲۵	حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اولاد و امجاد	۱۱
۲۶	صحابۂ کرام واہل بیت پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۱۲
۲۷	صحابۂ کرام کے بارے میں حضور اکرم کا فرمان	۱۳
۲۸	قرآن میں عظمت صحابۂ کرام	۱۴
۳۲	شان خلیفۂ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۵
۳۴	اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق کی تصدیق کے لئے آیت نازل فرمائی	۱۶
۳۵	حضرت صدیق اکبر کا جذبۂ عقیدت	۱۷
۳۸	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زہد وتقویٰ	۱۸
۳۹	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چند نصیحتیں	۱۹
۴۰	شان خلیفۂ دوم حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۰
۴۴	حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زہد وتقویٰ	۲۱
۴۶	حضرت فاروق اعظم کے متعلق حضور علیہ السلام اور صحابۂ کرام کے اقوال	۲۲

۲۳	شان خلیفہ سوم حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴۹
۲۴	حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں سرکار کا فرمان	۵۲
۲۵	شان خلیفہ چہارم حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم	۵۶
۲۶	حضرت خاتون جنت سے نکاح	۵۹
۲۷	فضائل علی رضی اللہ عنہ احادیث میں	۶۰
۲۸	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت	۶۳
۲۹	شان اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۶۴
۳۰	اہل بیت سفینۂ نوح کی مثل	۶۷
۳۱	اہل بیت زمین والوں کے لئے امن	۶۸
۳۲	شان حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۶۹
۳۳	سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فقر و استغنا	۷۳
۳۴	سیدہ کا جنتی جوڑا	۷۴
۳۵	وظیفۂ فاطمہ رضی اللہ عنہا	۷۵
۳۶	حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال با کمال اور سیدہ کے پردے کا خیال	۷۵
۳۷	شان حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۷۸
۳۸	فضائل امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۷۸
۳۹	امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زہد و تقویٰ	۸۱
۴۰	شان حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۸۳
۴۱	حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زہد و تقویٰ	۸۴
۴۲	محبت بوجہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۸۶
۴۳	شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۸۸
	(باب دوم)	
۴۴	حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۹۲
۴۵	سیدنا امام زین العابدین کا زہد و تقویٰ	۹۳

۴۶	حضرت سیدنا امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۹۵
۴۷	نبی کریم کا سلام امام باقر کے نام	۹۶
۴۸	حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۹۷
۴۹	امام جعفر کی نصیحتیں	۹۹
۵۰	حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰۱
۵۱	حضرت سیدنا امام علی الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰۳
۵۲	حضرت سیدنا معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰۶
۵۳	حضرت سیدنا سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰۹
۵۴	وصال باکمال حضرت سیدنا سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱۱
۵۵	حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱۲
۵۶	حضرت سیدنا ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱۵
۵۷	حضرت سیدنا ابوالفضل عبدالواحد تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱۸
۵۸	حضرت سیدنا شیخ محمد یوسف ابوالفرح طرطوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۲۰
۵۹	حضرت سیدنا شیخ ابراہیم ابوالحسن علی ہاشمی ہکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۲۱
۶۰	حضرت سیدنا شیخ ابوسعید مبارک مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۲۳
۶۱	حضرت سیدنا شیخ ابومحمد محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۲۵
۶۲	بچپن کے حالات	۱۲۷
۶۳	تعلیم وتربیت	۱۲۸
۶۴	عبادت وریاضت	۱۲۹
۶۵	محی الدین کہے جانے کی وجہ	۱۳۰
۶۶	کرامت	۱۳۱
۶۷	وصال باکمال	۱۳۲
۶۸	حضرت سیدنا شیخ عبدالرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۳۳
۶۹	تصانیف	۱۳۴

	باب سوم	
۷۰	سلطان الہند حضرت سیدنا خواجہ معین الدین حسن سنجری رضی اللہ عنہ	۱۳۶
۷۱	بیعت وخلافت	۱۳۷
۷۲	ہندوستان میں آمد	۱۳۸
۷۳	سید الہند حضرت سیدنا محمد قادری بغدادی المجھر ی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۴۰
۷۴	حضرت سیدنا شاہ عبداللہ ابدال قادری بغدادی، سہسرامی رضی اللہ عنہ	۱۴۳
۷۵	حضرت سیدنا شاہ غلام رسول قادری شاہ جمعہ پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۴۵
۷۶	حضرت سیدنا شاہ بدرالدین احمد قادری، چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۴۹
۷۷	حضرت سید شاہ سجاد احمد قادری رزاقی رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۸
۷۸	سید شاہ شرف الدین نیر قادری مدظلہ العالی	۱۶۰
۷۹	حضرت سید شاہ ابوالحسنات قادری سجادی سہسرامی، مدظلہ العالی	۱۶۲
۸۰	حضرت سید شاہ ابوذر حسنات قادری شیرازی سہسرامی، مدظلہ العالی	۱۶۶
۸۱	**باب چہارم** فیضان تصوف	۱۷۰
۸۲	تصوف کی حقیقت احادیث کی روشنی میں	۱۷۱
۸۳	تصوف کے متعلق بزرگوں کے اقوال	۱۷۴
۸۴	علم تصوف اور خانقاہ	۱۷۵
۸۵	ضرورت مرشد	۱۷۷
۸۶	شجرۂ طریقت ونسب نامہ	۱۷۸

تقریظ جلیل

خلیفہ حضور قمر العلماء، پیر طریقت حضرت علامہ و مولانا، صوفی محمد قاسم علی قادری نوری صاحب، مدظلہ العالی، خانقاہ رضویہ قاسمیہ کرماٹانڑ، جامتاڑا و بانی دار العلوم محبوب سبحانی پہاڑپور۔

۸۶/۹۲ء

حامداً و مصلیاً و مبسلاً

تمام تعریف اس ذات باری تعالیٰ کے لئے ہے جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے، جس نے لفظ کن سے کل کائنات کی تخلیق فرمائی، لاکھوں کروڑوں درود و سلام ہو محسن کائنات، ہادئ برحق جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنہوں نے علمائے ربانین کو اپنی نیابت عالیہ سے سرفراز فرمایا۔ جو اصلاح امت کی غرض سے کچھ نہ کچھ تحریری کاموں میں اپنا وقت صرف کرتے رہے ہیں، زیر نظر کتاب، ''تذکرۃ الواصلین؛ گرامی قدر محب محترم حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج الشاہ محمد نعیم الدین برکاتی مصباحی زید علمہٗ کے مبارک قلم سے ترتیب شدہ ہے جو اپنے موضوع پر ایک منفرد المثال و معرکۃ الآراء کتاب ہے۔ جس میں خاتم النبین، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر خلفائے راشدین، اہل بیت پاک، صحابۂ کرام، تابعین عظام اور سلسلۂ قادریہ کے بزرگان دین و صوفیاء کرام کا مختصر تذکرہ کرتے ہوئے تصوف کی حقیقت و ضرورت اور مذکورہ نفوس قدسیہ کی حیات مبارکہ میں تصوف کی جھلک پیش کی گئی ہے۔

دور حاضر میں بالخصوص علم شریعت کے ساتھ ساتھ علم تصوف کی اشد ضرورت ہے، کیونکہ عالم شریعت کے پاس علم تصوف بھی ہوجائے تو پھر ''ہمچنیں دیگرے نیست؛ کی وباء سے ہمارے علماء دین محفوظ ہوجائیں۔

مؤلف موصوف کو اس کتاب ''تذکرۃ الواصلین؛ کی ترتیب پر میں دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے اور عوام الناس کے لئے لائق استفادہ بنائے۔

مفتی صاحب موصوف میرے خلیفہ ارشد بھی ہیں اس نسبت سے ان کی تصنیفات

پر میں فخر کرتا ہوں اس سے پیشتر انکی تصنیفات، ''بیٹی خدا کی رحمت؛'' مقام والدین وتربیت اولاد؛'' حج وعمرہ کا مختصر طریقہ؛ اور نعت ومنقبت کا گلدستہ؛'' ارمغان عقیدت؛ کا مطالعہ میں نے کیا بہت خوب پایا۔

''تذکرۃ الواصلین کا مطالعہ کرنے پر مجھے یہ محسوس ہوا کہ اگر اس کتاب کا دل جمعی سے جو بھی مطالعہ کرے گا اس کے دل میں اکابرین کی محبت ضرور پیدا ہوگی اور تصوف کا رنگ بھی چڑھے گا ان شاء اللہ۔

خداوند تعالیٰ مولانا موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مزید خدمت دین کی توفیق سے نوازے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحبہ اجمعین۔

فقیر محمد قاسم علی قادری نوری غفرلہٗ
خانقاہ رضویہ قاسمیہ کرماٹانڑ
وبانی دار العلوم محبوب سبحانی پہاڑ پور
جامتاڑا، جھارکھنڈ۔
۲۹ رنومبر ۲۰۲۰ء

منظوم تأثر۔۔۔از قلم مفتی محمد اختر نامی مصباحی

جامتاڑا جھارکھنڈ۔

از عطائے رب، بفیض رحمۃ اللعالمین
خوبصورت ہے کتاب، تذکرۃ الواصلین

فضل مولیٰ سے ہے انداز نگارش لاجواب
حسن ہے تحریر میں اس واسطے مثل گلاب

بارگاہ کبریا میں جن کے ہیں رتبے بڑے
ان نفوس باصفا کے اس میں پڑھئے تذکرے

اختصاراً تذکرہ ہے احمد مختار کا
ذکر ہے پھر اس کے اندر ان کے چاروں یار کا

آ نہیں سکتیں حوالے ڈھونڈھنے میں مشکلات
ہیں دلائل سے مزین اس کے سارے واقعات

ذکر ہے اس میں مقام اولیائے سہسرام
ہیں جو بزم اصفیاء میں لائق صد احترام

جو رضائے رب کی نیت سے پڑھے گا یہ کتاب
ذکر اہل اللہ سے وہ شخص ہوگا فیضیاب

ہے تیرے دربار میں یہ التجا رب کریم
دین کی خدمت کریں یوں ہی سدا مفتی نعیم

ہم سبھوں کے حق میں یارب ! تحفۂ ذیشان ہو
اور مؤلف کے لئے بخشش کا یہ سامان ہو

ناتواں نامی کی مولیٰ التجا منظور کر اپنے محبوبین کے صدقے اسے مقبول کر

مختصر تبصرہ

ازقلم :۔ خادم اہل سنت محمد مبین احمد حبیبی خطیب مسجد کریم ڈنگال برن پورونائب صدر آل انڈیا علما ومشائخ بورڈ ضلع پچھّم بردوان مغربی بنگال

حامداً ومصلیاً ومبسلاً

قاضئ شریعت فخر ملت حضرت علامہ مفتی الحاج الشاہ محمد نعیم الدین صاحب مصباحی برکاتی مدظلہ النورانی خطیب وامام جامع مسجد وقاضئ شہر برن پور آسنسول مغربی بنگال کی معرکۃ الآراء تصنیف تذکرۃ الواصلین کہیں کہیں سے پڑھنے کا موقع ملاالحمدللہ پڑھ کر جو کیفیت اس فقیر حبیبی پرطاری ہوئی بس بے ساختہ دل سے یہ بات نکلی کہ اس جامع کتاب تذکرۃ الواصلین کے لکھنے میں حضرت مفتی صاحب پر بزرگوں کا خاص کرم ہوا ہے بلکہ یوں کہئے کرم ہوتا گیا مفتی صاحب لکھتے گئے یہاں تک کہ کتاب مکمل ہوگئی اوراب آپ کے ہاتھوں میں ہے، یہ کتاب ہرخاص وعام کے لئے مفید ہے میرے خیال میں اس طرح کی کتاب مدارس اسلامیہ اوراسکول وکالج میں بھی داخل نصاب ہونی چاہئے تاکہ علم کے ساتھ عمل وکردار بھی درست ہوسکے۔سیدی سرکارغوث بنگالہ کا روحانی فیض اورسراپاخیروبرکت آل رسول حضرت علامہ سید شاہ ابوزرحسنات قادری کی دعاؤں کی برکت سے یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے قرآن و حدیث اقوال صحابۂ کرام بزرگان دین سے تذکرۃ الواصلین کو اس طرح مزین کیا گیا کہ طبیعت چاہتی ہے کہ کتاب کو باربار پڑھتے رہیں۔اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولائے قدیر بطفیل نبی بشیرونذیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شرف قبولیت سے نوازے اورمؤلف موصوف کے علم وعمل میں بے پناہ برکتیں عطافرمائے آمین۔

خادم اہل سنت محمد مبین احمد حبیبی خطیب مسجد کریم ڈنگال برن پورونائب صدر آل انڈیا علماءومشائخ بورڈ ضلع بردوان

۲۷/ربیع الاول شریف ۱۴۴۳ھ
مطابق ۳/نومبر ۲۰۲۱ء بروز بدھ

مختصر تعارف مؤلف:۔

از: حافظ وقاری اعجاز احمد عطا قادری ابدالی گیاوی

نام:۔ محمد نعیم الدین برکاتی مصباحی

ولدیت:۔ محمد نوازی میاں قادری

سکونت:۔ موضع باغبیر، پوسٹ کالا جھریا، تھانا کرماٹانڑ ضلع جامتاڑا جھارکھنڈ ۸۱۵۳۵۲

تاریخ پیدائش:۔ ۱۵/اگست ۱۹۷۲ء بروز شنبہ

خاندانی حالات:۔ خاندانکے اکثر افراد دینی وعصری تعلیم سے آراستہ، متوسط درجے کی زراعت وتجارت کرنے والے اور خاندان کے کل افراد دیندار صحیح العقیدہ مسلک اعلیٰ حضرت پر گامزن ہیں اور ہمیشہ خدمت دین میں کوشاں رہتے ہیں۔

ابتدائی تعلیم:۔ اپنے گاؤں کے اردو مڈل اسکول میں ۸/ویں جماعت تک اور اپنے گاؤں ہی میں مولانا اکبرعلی فیضی صاحب سے ناظرہ قرآن تک تعلیم حاصل کی مدرسہ رضائے غوث آسنسول۔ مدرسہ تعمیر ملت تلیا کرماٹانڑ اور مدرسہ اسلامیہ اشرفیہ سلٹھی مبارکپور میں درجۂ ثانیہ تک پڑھا۔

اعلیٰ تعلیم:۔ ۱۹۹۲ء میں الجامعۃ الاشرفیہ عربک یونیورسٹی مبارکپور میں داخلہ لیا اور درجۂ ثانیہ سے درجۂ فضیلت تک پڑھا ۱۹۹۷ء میں دستار فضیلت وقرأت سبعہ سے آپ نوازے گئے مولانا افضل مصباحی سہرسہ، مولانا نعمان اختر فائق الجمالی نوادہ بہار، مولانا عقیل مصباحی گونڈہ وغیرہ ہم جماعت تھے، بعدہ ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ میں حضور مفتی مطیع الرحمٰن مضطر پورنوی رضوی صاحب قبلہ سے افتا کا کورس کیا، مفتی سید خورشید انور شمسی علیہ الرحمہ اور مفتی اعجاز احمد مصباحی وغیرہ شامل تربیت افتا تھے ۲۰۱۴ء میں مولانا آزاد یونیورسٹی سے فاصلاتی کورس کے ذریعہ ایم،اے اردو کی سند حاصل کی۔

بیعت وخلافت:۔ ۱۹۹۴ء میں شہزادۂ سید العلماء آل

رسول علامہ سید حسنین حیدر نظمی میاں مارہرہ مطہرہ علیہ الرحمہ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور ۱۹۹۸ء میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے طالب ہوئے اور ۲۰۱۸ء میں حضور شیرازئ ملت سہسرام سے خلافت واجازت حاصل ہوئی۔اور ۳۰/اکتوبر ۲۰۲۰ء مطابق ۱۲/ربیع النور ۱۴۴۲ھ بروز جمعہ مبارکہ پیر طریقت حضرت علامہ مولانا محمد قاسم علی نوری مدظلہ العالی نے آپ کو خلافت واجازت عطا فرمائی۔

دینی خدمات:۔ مدرسہ تعمیر ملت تلیا کرماٹانڑ میں بحیثیت صدر مدرس ایک سال تک اور مدرسہ اہل سنت عین العلوم بیت الانوار گیوال، بیگھہ، گیا میں تین سال تک صدر مدرس کی حیثیت سے اور دارالعلوم غوثیہ رضویہ کھنڈیل گیا بہار میں بحیثیت مہتمم نو سال تک اور دارالعلوم سراج الاسلام مدھوپور میں دو سال تک بحیثیت مہتمم رہے ۲۰۱۴ سے تادم تحریر، مرکزی جامع مسجد برن پور بنگال میں بحیثیت امام ومفتی و قاضئ شہر دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حج بیت اللہ:۔ آپ نے ۲۰۱۷ء میں حج بیت اللہ و زیارت روضۂ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت حاصل کی۔

۲۰۲۰ء میں دینی تعمیری خدمات۔ آپنے اپنے وطن عزیز، موضع باغیبر، ضلع جامتاڑا میں بچیوں کا ایک ادارہ دارالعلوم حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی بنیاد ڈالی جو الحمدللہ اپنے علاقے اور ضلع میں پہلی کاوش ہے۔ ۲۰۰۵ء میں نوری مسجد گیا بہار اور رضا مسجد مبارک پور گیا بہار کی بنیاد آپ نے ہی ڈالی۔ جو الحمدللہ دونوں مسجدیں شادو آباد ہیں۔

تصنیف وتالیف:۔ (۱) بیٹی خدا کی رحمت، (۲) مقام والدین وتربیت اولاد، (۳) حج وعمرہ کا مختصر طریقہ (۴) ارمغان عقیدت، (۵) تذکرۃ الواصلین۔

نکاح:۔ ۱۸/مارچ ۱۹۹۷ء میں آپ کا نکاح سریا ٹانڑ،

ضلع جامتاڑا کے جناب محمد حنیف رضوی صاحب کی بڑی صاحبزادی، شہیدہ پروین کے ساتھ ہوا۔

اولادوامجاد:۔ الحمد للہ آپ کی چھ صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ ہے۔

والدین و بھائی بہن۔ آپ کے والدین کریمین الحمد للہ بقید حیات ہیں اور رحم وکرم کا سایہ آپ کے سر پر اب بھی تانے ہوئے ہیں آپ اپنے پانچ بھائیوں اور ایک بہن میں سب سے بڑے ہیں، آپ کے علاوہ آپ کے منجھلے بھائی حافظ و قاری رفیق القادری اور چھوٹے بھائی مولانا مفتی اختر نامی مصباحی جو بہترین شاعر بھی ہیں اور آپ کے شاگرد بھی۔ الحمد للہ یہ دونوں بھائی بھی بحیثیت خطیب و امام دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ وعترتہ واھلِ بیتہ واہل طریقتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین 'امابعد'

اللہ رب العزت نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اپنے محبوب دانائے غیوب حضرت محمد مصطفے علیہ التحیۃ والثناء صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل المرسلین، و خاتم النبیین، راحت العاشقین، مراد المشتاقین، شمس العارفین، سراج السالکین، مصباح المقربین اور پوری کائنات کے لئے ہادی ورہنما بنا کر مبعوث فرمایا۔ ہمیں اس بات پہ غور کرنا چاہیے کہ آج ہم مسلمان اپنے ملک وشہر میں محراب ومینار اور اسلامی شعار دیکھ رہے ہیں وہ ہم تک کیسے پہنچا؟ نماز روزہ، زکوۃ وحج، صدقات وخیرات اور جملہ اعمال صالحہ کا تعلق دین اسلام سے ہے، یعنی سب سے پہلے مذہب اسلام کو تسلیم کرنا ہے بعدہٗ دیگر اعمال کو انجام دینا ہے اگر مذہب اسلام کو تسلیم کیئے بغیر کوئی نماز پڑھے یا روزہ رکھے، زکوۃ دے یا حج کرے اس کا کوئی عمل قابل قبول ولائق عبادت نہیں، تو اب یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ مذہب اسلام کہاں سے آیا؟ اور ہم تک کیسے پہنچا؟ از خود آ گیا یا کسی کے واسطے سے آیا۔ یہ امر مسلم ہے کہ مذہب اسلام خود سے نہیں آیا بلکہ کسی کے واسطے سے ہی آیا مذہب اسلام کا بھیجنے والا ہمارا خالق و مالک اللہ عزوجل کی ذات مبارک ہے اور لانے والے ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے، اللہ عزوجل کے فرمان عالیشان کے مطابق فاران کی چوٹی پہ چڑھ کر ہمارے نبی علیہ السلام نے مذہب اسلام کی تبلیغ واشاعت کا آغاز فرمایا۔ اور بہت ساری دشوار گزار وادیوں سے گزرتے ہوئے مکہ شریف سے مدینہ شریف تک تبلیغی دورہ فرما کر تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابۂ کرام کی نورانی جماعت تیار کی پھر صحابۂ کرام کے واسطے سے دیگر ممالک میں مذہب اسلام کی اشاعت ہوئی۔ حضور علیہ السلام کے چاروں خلفا حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وحضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ وحضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وحضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے اپنے دور خلافت میں آپ کی جانشینی کا حق خوب خوب ادا کرتے ہوئے دنیا کے بیشتر ممالک میں مذہب اسلام کو پہنچایا۔ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ وحضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسلامی مشن کو فروغ دینے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

۶۰ ھ میں حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال با کمال کے بعد یزید نے شخصی حکومت قائم کر لی اور اسلامی حکومت کو ختم کرتے ہوئے شعار اسلام کو مٹانے کی پوری کوشش کر دی حتیٰ کہ روح اسلام تڑپ تڑپ کر پناہ ڈھونڈنے لگی، گویا مذہب اسلام اپنی زبان حال سے اس طرح کہنے لگا، ہے کوئی نبی کا وفادار جو اپنے نبی کے لائے ہوئے مذہب اسلام کو اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے بچالے، ہے کوئی جو اپنی اولاد کو قربان کر کے میری حفاظت کرے، ہے کوئی جو اپنے کنبہ کو لٹا کر میری عزت کو لٹنے سے بچالے، ہے کوئی جو اپنے وطن کو خیر آباد کہہ کر یزید اور یزیدیوں کے منصوبے کو خاک میں ملا دے، جب مذہب اسلام کو ختم کرنے کے لیئے یزید پوری توانائی کے ساتھ سامنے آیا تو اس وقت ضرورت پڑی ایک محافظ کی جو یزید کے ظلم و بربریت سے مذہب اسلام کو چھٹکارا دلا سکے اور روح اسلام کو تڑپنے سے بچا سکے، کیونکہ یہ مذہب اسلام جس طرح خود سے آیا نہیں بلکہ ہمارے نبی نے لایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے توسط سے اس کی اشاعت ہوئی، اسی طرح ظلم یزید سے مذہب اسلام اپنے آپ کو خود کیسے بچا پاتا ایسے پر آشوب ماحول میں مذہب اسلام کو بچانے کے لیے پکا، سچا، محافظ بن کر نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، شہید گلگوں قبا، راکب دوش مصطفےٰ، نور نظر شیر خدا امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے وطن عزیز، شہر نبی، مدینہ منورہ کو چھوڑ کر اپنی اولاد و خاندان کو لے کر میدان کربلا پہنچے اور سبھوں کو قربان کرتے ہوئے اپنی جان عزیز کو بھی نذر فرما کر مذہب اسلام کی حفاظت فرمائی۔ مذہب اسلام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خاندان اہل بیت پاک کے مقدس لہو سے خوب سیراب ہوا۔

اس طرح حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی معرفت جہاں تک مذہب اسلام پھیلا تھا وہ میدان کربلا میں پہنچ کر آخری سانس لینے والا امام حسین کی معرفت پھر سے اسے نئی زندگی حاصل ہوئی اب ضرورت پڑی اسے دنیا کے ہر گوشے، ہر خطے میں پہنچانے کی تو اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کے غلاموں میں سے مخصوص افراد پر خصوصی کرم فرمایا اور انہیں ولایت کے بلند درجوں پر فائز کیا اب وہی اولیائے کرام بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اجازت پا کر دنیا کے مختلف ممالک کی طرف جا جا کر نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی سنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے دعوت و تبلیغ کا کام کیا اور دیکھتے دیکھتے وہ

مذہب اسلام جس کا آغاز ملک عرب میں ہوا تھا آفاقی شہرت کا حامل بن کر پورے عالم میں پھیلتا چلا گیا۔ الحمد للہ برصغیر ہندو پاک کی تاریخ میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ یہاں اولیائے کرام ہی کی معرفت مذہب اسلام سے لوگ متعارف ہوئے اور انہی نفوس قدسیہ کی محنت و خداداد صلاحیت کی بنیاد پر کثیر تعداد میں لوگ مشرف بااسلام ہوئے۔ چنانچہ خواجۂ خواجگاں، شہنشاہ ہندوستان حضرت خواجہ غریب نواز ہندالولی شیخ معین الدین حسن سنجری ثم اجمیری رضی اللہ تعالی عنہ کے دست حق پرست پر لاکھوں کفار و مشرکین داخل اسلام ہوئے۔ ان کے علاوہ جملہ اولیاء کرام ہی کے دست حق پرست پر لوگ داخل اسلام ہوئے، اور تقریبا ہر ملک میں اولیائے کرام کی مقدس جماعت نے دعوت اسلام کا کام انجام دیا اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا ان شاء اللہ عزوجل۔

مذہب اسلام تین عظیم و عبقری شخصیات کے واسطے سے ہو کر ہم تک پہنچا یعنی پیغمبر اعظم حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (۲) صحابۂ کرام و اہل بیت پاک رضوان اللہ تعالی عنہم اجمعین (۳) اولیاء کرام و مشائخ عظام علیہم الرحمۃ والرضوان لہذا ہم انہی تینوں کا مختصر تذکرہ کرتے ہوئے تصوف کی حقیقت وصول الی اللہ یعنی خدا تک پہنچنے کے طریقے، مختصر سوانح حضرت سیدنا شاہ عبداللہ ابدال بغدادی ثم سہسرامی و حضرت شاہ جمعہ پیر و حضرت شاہ بدر ملت علیہم الرحمۃ والرضوان و خانقاہ قادریہ ابدالیہ محلہ جمعہ پیر سہسرام کے موجودہ سجادہ نشین و خاندان ابدال بغدادی کے پس منظر اور تقریبات عرس و زیارت خرقۂ غوث اعظم وغیرہ کے احوال ضبط تحریر کرنے کی کوشش کریں گے۔ مولیٰ تعالی اس عظیم کام کو کرنے میں ہماری مدد فرمائے اور ہمیں کلک رضا کا صدقہ عطا فرمائے آمین بجاہ طٰہٰ و یٰس، سید المرسلین، خاتم النبین صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

تمام تعریفیں اس ذات باری تعالیٰ کو لائق ہے جس نے امر کن سے تمام کائنات کو پیدا فرمایا۔ جس نے خود اپنی تعریف قرآن میں اس طرح بیان فرمائی، یعنی ''الحمدللہ رب العالمین؛ اس کی بے مثال اور لامحدود شان رحمت،'' الرحمن الرحیم: اس کی ملکیت کبریٰ،'' مالک یوم الدین؛ اسی کی بارگاہ ربوبیت میں اظہار عبودیت،'' ایاک نعبدو ایاک نستعین؛ اسی کی بارگاہ صمدیت میں دعائے رشد و ہدایت،'' اھدنا الصراط المستقیم؛ انعام یافتہ انبیائے کرام و صدیقین و شہداء و صالحین کی جماعت کو نمونہ اور واسطہ بنانے کی ترغیب،'' صراط الذین انعمت علیھم؛ اور سزا یافتہ، گمراہ لوگوں اور مردود شیطان سے بچنے کی تلقین،'' غیر المغضوب علیھم ولاالضالین؛ کروڑوں درود اور لاکھوں سلام اس رسول ہاشمی کے نام جس کا وجود مسعود اس جہان کی پیدائش کا سبب ہے، اسی عطر بیز گل کے لیے سارا باغ عالم لگایا گیا، دنیا و مافیہا اسی دولہا کے براتی اور اسی نوشہ کے طفیلی ہیں، بے شمار خوبیوں سے جو مالا مال ہیں۔ کس کس خطاب سے مخاطب کرے کوئی، کس کس لقب سے ملقب کرے کوئی، کس کس صفت سے موصوف کرے کوئی۔ اپنے دل میں شمع عشق نبی فروزاں کر کے رقم طراز ہیں عاشق صادق، امام اہلسنّت، مجدد دین وملّت، اعلی حضرت، الشاہ امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان۔ یارسول اللہ کیا کیا کہوں تجھے۔

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے — باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے
تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری — حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا — خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی — سب سے بالا و والا ہمارا نبی
اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی — دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی
کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے — دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

انسانی زندگی کا اصل مقصد اپنے رب کو پہچاننا اور اس کی عبادت کرنا ہے، اور رب اکبر کو وہی پہچان سکتا ہے جو اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان عالی کو جانتا ہو رب تعالیٰ نے اپنی پہچان بھی قرآن کریم میں جگہ جگہ اپنے محبوب علیہ السلام کے ذریعے سے کرائی۔ جیسا کہ ارشاد

ربانی ہے، ”ھُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ کُلِّهٖ؛ رب العالمین وہ شان والا ہے جس نے اپنے رسول علیہ السلام کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔ کہیں فرمایا، ”ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ؛ پروردگار وہ شان والا ہے جس نے بے پڑھوں میں ایک شان والا رسول بھیجا ان ہی میں سے ہے، اگر کوئی شخص اللہ کو خالق السمٰوات والارض، ہونے سے پہچانے تو عرفان میں ناقص اور جو اسے خالق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے سے جانے وہ کامل مومن ہے۔ غرض کہ دست قدرت کو بھی اپنے شان والے محبوب پر ناز ہے کہ بار بار فرماتا ہے کہ اگر ہماری شان ہماری صناعی دیکھنا ہے تو ہمارے شان والے درّ یکتا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھو۔ عالم کا زور علمی اس کے اعلیٰ شاگرد سے معلوم کیا جاتا ہے۔ صناع کی کاریگری مصنوع سے پہچانی جاتی ہے اسی طرح خدائے قدوس کا کمال مصطفیٰ کے جمال میں نظر آتا ہے، حضور کی ذات مظہر ذات ذوالجلال ہے۔

رب کریم نے اپنے حبیب کو حق کے ساتھ بھیجا یعنی حق باتیں لے کر مومنوں کو جنت کی خوشخبری اور کافروں کو دوزخ کا عذاب سنانے والا اور سارے کمالات کا جامع بنا کر اس عالم میں بھیجا، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اگر کوئی کسی فیکٹری، کارخانے کا مالک کسی انسان کو نگراں بناتا ہے تو کسی طرح نقصان ہونے کی صورت میں وہ نگراں جواب دہ ہوتا ہے کہ وہ نقصان کیسے پہنچا؟ ذمہ داری نہ نبھانے کی صورت میں اس ذمہ دار کو برخاست بھی کیا جاتا ہے، مگر بلاتشبیہ وتمثیل اگر حضور کے بتانے پر بھی جو نیک عمل نہ کرے بلکہ دوزخ میں جانے والا عمل کرے تو بروز قیامت دوزخ میں جانے والوں کے بارے میں آپ سے سوال نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے، ”اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا لا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ؛ (پارہ ۱ رسورۂ بقرہ، رکوع ۱۴) بیشک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا، خوشخبری اور ڈر سنانے والا اور آپ سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہوگا۔ اس آیت کریمہ میں حضور علیہ السلام کو کفار اور منکرین کی حالت دیکھ کر رنج وملال ہوتا تھا، تقاضۂ رحمت یہ تھا اور محبوب کی آرزو یہ تھی کہ تمام لوگ ایمان لے آئیں اور جنتی بن جائیں، اور پروردگار عالم کا منشاء یہ تھا کہ محبوب جو تمہارا بدگو اور دشمن ہو وہ میری جنت کی بو بھی نہ پائے۔ کفار کے کفر اور ضد کو دیکھ کر قلب پاک کو صدمہ پہنچتا تھا تسکین خاطر کے لیے یہ آیت پاک نازل فرمائی گئی، کہ

اے محبوب! آپ کا فرض تھا تبلیغ فرمانا وہ آپ نے بخوبی انجام دے دیا۔ اب آپ سے قیامت میں یہ سوال نہ ہوگا کہ لوگ ایمان کیوں نہ لائے آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ تو یہ ایک بہت بڑی عظمت ہے کہ رب العالمین کو اپنے حبیب کا دل میلا ہونا، غمگین ہونا پسند نہیں اور دوسری عظمت یہ ہے کہ دیگر انبیاء کی امتیں قیامت میں اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گی کہ ہم تک کوئی پیغمبر پہنچا ہی نہیں۔ اور انبیاء کرام بارگاہ ربوبیت میں عرض کریں گے کہ اے پروردگار ہم نے تیرے احکام ان تک پہنچا دیئے۔ اب حضرات انبیاء کرام مدعی اور ان کی امتیں مدعا علیہ، اور امت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کی گواہ، مگر کسی بے دین کسی کافر کی بروز قیامت یہ جرأت نہ ہو گی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف یہ کہہ سکے اور نہ آپ سے ایسے سوالات ہوں گے۔

اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صفات عالیہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا، ''وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَةَ وَ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا، (پارہ ۵، سورۂ نسآ، رکوع ۱۳) اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور سکھایا تم کو جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کا ذکر ہوا ہے کہ حضور علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے قرآن اور حکمت کی باتیں عطا فرمائیں اور جو کچھ کہ آپ نہ جانتے تھے وہ سب کچھ آپ کو سکھا دیا، خواہ وہ علم ظاہر ہو یا علم غیب، علم شریعت ہو یا علم طریقت و معرفت، آپ کو ذرہ ذرہ کا علم عطا کیا گیا۔ اور یہ اللہ کا بڑا فضل ہے۔

عام طور سے دنیا دار انسان جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کا مقصد اس سے دنیاوی فائدہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے ایسے لوگ سرمایہ دار کافر و مشرک سے بھی دوستی کر لیتے ہیں اور اسے اپنا قریبی بنا لیتے ہیں۔ طلب شہرت کی خاطر بڑے عہدیداروں اور سیاسی لیڈروں سے بھی دوستی کر لیتے ہیں حالاں کہ یہ دوستی صرف دنیا تک محدود ہے آخرت میں اس دوستی کا کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ وہ دوستی جو آخرت میں کام آئے، مرنے کے بعد قبر میں راحت پہنچائے، اس سچے دوست کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَ هُمْ رٰکِعُوْنَ ؛ (پارہ ۶، سورۂ مائدہ، رکوع: ۸) تمہارے ولی نہیں ہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں، اس

آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن سلام جو کہ یہودیوں کے عالم تھے مشرف با اسلام ہو گئے اس پر ان کی قوم بنی قریظہ اور بنی نضیر نے آپس میں میٹنگ کر کے یہ فیصلہ کرلیا کہ عبداللہ بن سلام نے اسلام قبول کرلیا ہے اس لیے ان کا بائی کاٹ کیا جائے چنانچہ ساری قوم نے ان سے خرید وفروخت ،شادی بیاہ، اٹھنا بیٹھنا سب چھوڑ دیا اس پر سیدنا عبداللہ بن سلام نے اپنی قوم کی شکایت حضور سے کی کہ میں ساری قوم میں تنہا رہ گیا ہوں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کو بتایا گیا کہ اگر تم سے کفار علیحدہ ہو گئے تو تم کو کیا غم ہے؟ تمہیں تو اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنوں کی محبت حاصل ہوئی اس سودے میں تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوا کہ ناپاک شے کو چھوڑا اور پاک چیز اپنایا، کافروں کی دوستی چھوڑی اور مسلمانوں کی دوستی حاصل کی، باطل معبود کو ترک کیا اور خدا کو معبود برحق مانا، اور دامن مصطفے کا سایہ مل گیا ہے جو دونوں جہان میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ اسلام کی لذت وہی پا سکتا ہے جو اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے عداوت کرے۔ یعنی اللہ والوں سے محبت کرے اور دین کے دشمنوں سے علیحدہ رہے۔

باب اول

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے احوال زندگی:

وہ نبی جن کے لیئے کائنات معرض وجود میں آئی، جن کی تشریف آوری کے لیے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے دعا مانگی، جن کی آمد کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی، عرش والے کروڑوں سال سے منتظر، فرش والے ابتدائے آدم سے چشم براہ، کائنات کا ذرہ ذرہ انتظار میں تھا کہ وہ صبح نور کب نمودار ہوگی جو ساری بزم امکان کے لیئے روشنی اور اجالے کا پیغام لائے گی غریبوں، مسکینوں، یتیموں، بے کسوں ، بے سہاروں، دردمندوں کے مقدر کا ستارہ چمکا اور سبھی پیاسوں کے لیئے ابر رحمت بن کر جھوم کے برسا۔ ۱۲ ربیع الاول شریف پیر کے دن صبح صادق کے وقت مکۃ المکرمہ میں حضرت عبداللہ کے گھر حضرت آمنہ کی گود میں رحمت عالم، نور مجسم، محبوب کبریا، شمس الضحیٰ، بدر الدجیٰ، نور الہدیٰ، کہف الوریٰ، شافع روز جزا، دافع جملہ بلا، عرش کا تارا، رب کا پیارا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اپنے قدوم میمنت لزوم سے اس جہان کو مشرف و منور فرمایا، محفل کونین کو زینت ملی، وہ آفتاب ہدایت و سعادت طلوع ہوا جس نے اپنی تابندہ کرنوں سے عالم انسانیت کے گوشے گوشے کو رشک صد طور بنا دیا۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

- حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ولادت سے دو ماہ پیشتر آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوا
- حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا جب آپ کی عمر مبارک چھ سال تھی
- حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے دادا جان کا نام عبد المطلب اور دادی جان کا نام بی بی فاطمہ۔ اور پردادا کا نام ہاشم۔ (خزینۂ معلومات)
- حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے کل دس چچا تھے۔

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا قد مبارک نہایت ہی موزوں اور میانہ تھا، آپ کا رنگ سرخ وسفید، پیشانی چوڑی، ابرو پیوستہ، بھرا ہوا خوبصورت چہرۂ مبارک، دندان مبارک انتہائی خوبصورت چمکدار، گردن مبارک اونچی اور سیدھی، سر مبارک بڑا مگر انتہائی مناسب خوبصورت، سینہ مبارک کشادہ اور فراخ تھا، زلف مبارک نہ بہت پیچیدہ اور نہ بالکل سیدھی نہایت خوبصورت، ریش مبارک گھنی تھی، مبارک آنکھیں، سیاہ سرمگیں، مبارک پلکیں بڑی بڑی تھیں، شانے مبارک گوشت سے پُر اور مونڈھوں کی ہڈیاں بڑی تھیں، مبارک ہتھیلیاں گوشت سے پُر اور چوڑی تھیں، پاؤں مبارک کی ایڑیاں ہلکی اور نازک تھیں، تلوے مبارک درمیان سے ذرا خالی تھے، دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت بنی ہوئی تھی۔ حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم کرتا، تہبند اور عمامہ شریف زیب تن فرماتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کل گیارہ ازواج مطہرات تھیں، جن میں پہلی زوجۂ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں بوقت نکاح حضور کی عمر شریف ۲۵/ برس تھی اور حضرت خدیجہ کی عمر شریف ۴۰/ برس تھی۔ دوسری حضرت سودہ بنت زمعہ، تیسری حضرت عائشہ صدیقہ، چوتھی حضرت ام سلمہ، پانچویں حضرت حفصہ، چھٹی حضرت زینب بنت خزیمہ، ساتویں حضرت زینب بنت جحش، آٹھویں حضرت جویریہ بنت حارث، نویں حضرت صفیہ، دسویں حضرت میمونہ، گیارہویں حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان، رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

(مواہب لدنیہ، جلد اول، ص:۲۰۱)

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اولاد و امجاد:

آپ ﷺ کی کل سات اولاد ہیں ، چار صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے ﴿۱﴾ حضرت زینب، ﴿۲﴾ حضرت رقیہ، ﴿۳﴾ حضرت ام کلثوم، ﴿۴﴾ حضرت فاطمہ زہرا، ﴿۵﴾ حضرت قاسم، ﴿۶﴾ حضرت عبداللہ، ﴿۷﴾ حضرت ابراہیم۔ چھ اولادیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن پاک سے ہوئیں اور ایک حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

(مدارج النبوۃ، جلد دوم، ص: ۵۳۳)

(مواہب لدنیہ، جلد اول، ص: ۱۹۹)

(شرح فقہ اکبر ص: ۱۰۹)

اخلاق حسنہ:۔ اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا، اور عظیم الشان اخلاق و عادات کا پیکر بنایا، خطا اور غلطی کو معاف کرنا، حلم و بردباری اور رحم فرمانا آپ ﷺ کی مبارک عادت تھی، اپنے تو اپنے ہیں دشمنوں پر وہ کرم اور مہربانی فرمائی اور ان کے ساتھ وہ بھلائی کی جو ہم اپنے دوستوں کے ساتھ نہیں کر سکتے۔ جب آپ نے اسلام کی تبلیغ فرمائی تو کفار و مشرکین آپ کی اس تبلیغ سے ناراض ہو کر آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دیتے، راہ میں کانٹے بچھا دیتے، طائف کے اوباش ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور پتھر مارنا شروع کر دیئے آپ کا جسم اقدس لہولہان ہو گیا، نماز کی حالت میں آپ کے جسم اقدس پر نجاست ڈال دیتے اس طرح آپ کے ساتھ ناروا سلوک کو دیکھ کر پہاڑوں پر متعین فرشتہ ملک الجبال حاضر ہو کر عرض کرتا یا رسول اللہ! مجھے آپ حکم فرمائیں تو میں ان کفار کو پہاڑوں کے درمیان کچل کر ہلاک کر دوں، تو رحمت عالم ﷺ فرماتے میں نہیں چاہتا کہ ان کو نیست و نابود کیا جائے بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ ان کی نسل سے مومنین پیدا ہوں گے۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ ان اذیت پہنچانے والوں کی نسلوں میں مجاہدین اسلام اور عاشقان رسول پیدا ہوئے ﷺ۔

صحابۂ کرام واہل بیت پاک

وہ حضرات جنہیں بحالت اسلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور وہ اسلام ہی پر وفات پائے جیسے ورقہ بن نوفل، یا شرف ملاقات زمانۂ نبوت سے قبل حاصل ہوا اور زمانۂ نبوت سے پہلے ہی ملت ابراہیمی پر انتقال فرما گئے جیسے زید بن عمرو بن نفیل، یا بحالت اسلام شرف ملاقات حاصل ہونے کے بعد اسلام سے پھر گئے اور پھر زمانۂ حیات پاک ہی میں اسلام قبول کر لیا جیسے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ صحابہ کہلاتے ہیں۔

(ردالمختار، جلد اول، ص:۱۰)

کل صحابہ کی تعداد کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے، تمام صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق، پھر حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان غنی، پھر حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہم ہیں۔

(زرقانی، جلد ہشتم، ص:۲۸۸، مواہب لدنیہ، جلد اول، ص:۴۱۴)

خلافت راشدہ اس خلافت کو کہتے ہیں جو منہاج نبوت پر ہو، جیسے خلفاء اربعہ اور امام حسن مجتبیٰ اور عمر بن عبدالعزیز کی خلافت اور اخیر زمانہ میں حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہم ایسی خلافت قائم فرمائیں گے۔ (الملفوظ، حصہ سوم، ص۵۹)

وہ دس خوش نصیب صحابہ ہیں جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت دی۔

﴿۱﴾ حضرت ابوبکر صدیق، ﴿۲﴾ حضرت عمر فاروق اعظم، ﴿۳﴾ حضرت عثمان غنی، ﴿۴﴾ حضرت علی مرتضیٰ، ﴿۵﴾ حضرت زبیر ﴿۶﴾ حضرت طلحہ ﴿۷﴾ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، ﴿۸﴾ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، ﴿۹﴾ حضرت سعید بن زید، ﴿۱۰﴾ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہم۔

ان کے علاوہ بھی کچھ خوش نصیب افراد کے لئے جنتی ہونے کی بشارت ہے، جیسے حضرت سیدہ فاطمہ زہرا، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت حمزہ، حضرت عباس، حضرت سلمان فارسی، حضرت صہیب رومی، حضرت عمار بن یاسر، حضرت جعفر طیار اور جملہ اہل بدر، اہل حدیبیہ اور اہل بیت، رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (تکمیل الایمان، ص:۶۵، شرح فقہ اکبر، بحر العلوم، ص:۵۲)

حضرات صحابۂ کرام کے بارے میں حضور اکرم کا فرمان:

عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ اذا اراد اللہ برجل من امتی خیراً القیٰ حب اصحابی فی قلبہ۔ (رواہ الترمذی)

یعنی جب اللہ تعالیٰ میری امت کے کسی آدمی سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل میں میرے صحابہ کی محبت ڈال دیتا ہے۔

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، دعوا الی اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لو انفقتم مثل احدٍ ذھباً ما بلغتم اعمالھم۔

اور حضرت انس سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو میرے لیۓ چھوڑ دو، مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دو تو ان کے اعمال کو نہ پہنچ سکو گے۔

طبرانی اور حاکم نے عبد اللہ بن بشیر سے روایت کی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، طوبیٰ لمن رأنی و آمن لی و طوبیٰ لمن رأی من رأنی ولمن رأی من رأی من رأنی و آمن لی طوبیٰ لھم و حسن مآب، یعنی اس شخص کو خوشخبری ہو جس نے مجھے دیکھا اور اسے بھی خوشخبری ہو جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اسے بھی جس نے میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا، انہیں اچھے انجام کی خوشخبری ہو۔

(الصواعق المحرقہ، ص: ۴۴۔۴۵)

قرآن میں عظمت صحابۂ کرام کا بیان:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ۔ (سورہ انفال، آیت نمبر ۷۴)	اور جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا راہ خدا میں اور جنہوں نے پناہ دی مہاجرین کو اور ان کی امداد کی وہی سچے ایمان والے ہیں، انہی کے لیئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔
وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ لا رَّضِیَ اللہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔ (سورۂ توبہ آیت نمبر ۱۰۰)	اور سب میں پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی،
اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللہِ ط وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔	بہت بڑا ہے ان کا درجہ اللہ کے نزدیک اور یہی مراد کو پہنچے۔
یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ط (سورۂ توبہ آیت نمبر ۲۱)	ان کا رب انہیں خوشخبری سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا کی اور ان باتوں کی جن میں انہیں دائمی نعمت ہے ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔
لَقَدْ تَّابَ اللہُ عَلَی النَّبِیِّ	بے شک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں نبی

وَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ۔ (سورۂ توبہ آیت نمبر ۱۱۷)

پر اور ان مہاجرین و انصار پر جنہوں نے مشکل گھڑی میں نبی کا ساتھ دیا۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔

بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس درخت کے نیچے تمہاری بیعت کر رہے تھے۔

صحابۂ کرام کی نورانی جماعت وہ خوش نصیب جماعت ہے کہ رب تعالیٰ نے انہیں اس دنیا میں بخشش اور اپنی رضا کی سند عطا فرمادی، صحابۂ کرام نے سخت اور مشکل حالات میں تنگی اور تکلیف کے وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں کوئی کسر نہ چھوڑی، اللہ اور اس کے محبوب کی رضا کے لیۓ اپنا وطن، اپنی جان، اپنا مال سب کچھ قربان کیا، غزوۂ تبوک کی تیاری ہے، گرمی کا موسم ہے، سفر بڑا طویل ہے، قیصر روم کے لشکر جرار سے مقابلہ ہے، سواریوں کی از حد قلت ہے، یہاں تک کہ دس آدمیوں کے لیۓ ایک اونٹ تھا جس پر باری باری صحابۂ کرام سوار ہوتے تھے۔ اس غزوۂ تبوک میں ایسا وقت بھی آیا کہ دو آدمیوں کو صرف ایک کھجور پر رات بسر کرنی پڑی، ان مشکل حالات میں بھی یہ غلامان رسول خوشی خوشی جہاد میں شامل ہو کر اپنے نبی پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

اکرموا اصحابی فانهم خیارکم، ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم (مشکوٰۃ، ص: ۵۵۴)

میرے صحابہ کی عزت کرو کیونکہ وہ تم میں بہتر ہیں، پھر وہ جو ان سے قریب ہیں پھر وہ جو ان سے قریب ہیں۔

اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم۔ (مشکوٰۃ، ص: ۵۵۴)

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے

خیر القرون قرنی ثم اصحابی

میرا زمانہ بہترین زمانہ ہے پھر میرے

ثم یلونھم۔ صحابہ کا پھران کا جوان سے متصل ہونگے

لاتسبوا اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا مابلغ مد احدھم ولا نصیفہ۔ (مشکوٰۃ، ص: ۵۵۳)

میرے صحابہ کو برا نہ کہو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم لوگوں میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے گا صحابہ کے مد یعنی سوا سیر اور آدھے مد کے برابر بھی ثواب نہ پائے گا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ شان اور یہ اعلیٰ درجہ اس لیئے ہے کہ انہوں نے اللہ و رسول کی رضا و محبت کے لیئے جان، مال، اولاد سب کچھ قربان کر کے فنا فی اللہ وفنا فی الرسول ہو گئے اور ایمان کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہو گئے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا، خدا کی قسم! اگر آپ ہمیں سمندر میں گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں تو ہم سمندر میں گھوڑے دوڑا دیں گے۔

ولو اَمَرْتَنا ان نضرب اکبادھا الیٰ بَرْکِ الغماد۔ (مسلم شریف، جلد ۲، ص: ۱۰۲)

اور اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ گھوڑوں کے برک الغماد (یمن کے آخری شہر) تک ماریں تو ہم آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایسا ضرور کریں گے۔

عروہ بن مسعود قریش سے اجازت لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب دیکھا اور اس کا حال قریش کے سامنے اس طرح بیان کیا۔ اے قوم! اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے دربار میں گیا، قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا مگر اللہ کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے درباری اس کی اتنی تعظیم کرتے ہیں جتنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب آپ کی تعظیم کرتے ہیں اللہ کی قسم جب وہ لعاب تھوکتے ہیں تو ان کے اصحاب میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر

ہوتا ہے جس کو وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتے ہیں اور جب وہ کسی بات کے کرنے کا حکم دیتے ہیں تو ان کے اصحاب بہت جلد اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں، جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کے پانی کو حاصل کرنے کے لیئے جھگڑا کرنے لگتے ہیں، یعنی ہر ایک چاہتا ہے کہ وہ پانی مجھے مل جائے۔ جب وہ کلام کرتے ہیں تو آواز پست کرتے ہیں، نیز بغرض تعظیم ان کی طرف دیکھتے نہیں بے شک انہوں نے تمہارے سامنے ایک اچھا امر پیش کیا ہے لہٰذا تم اس کو مان لو۔

(بخاری شریف، جلد، ا ص:۳۷۹،)
(تفسیر مجمع البیان، جلد، ۵، ص:۱۱۱)

شان خلیفۂ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

خلیفۂ اول، امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام الفیل کے ڈھائی برس بعد اور آغاز سن ہجری سے پچاس برس پہلے پیدا ہوئے۔ اسم گرامی، عبد اللہ، کنیت ابوبکر، اور صدیق و عتیق لقب ہیں، آپ قریشی تیمی تھے، والد کا نام ابوقحافہ عثمان تھا، جو فتح مکہ کے دن اسلام لائے، آپ کی والدہ کا نام ام الخیر سلمیٰ تھا، ایام جاہلیت میں بھی آپ سردار اور رئیس تھے، تجارت ذریعۂ معاش تھا، مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے، اپنا تمام مال و متاع جو کچھ ان کے پاس تھا وہ سب اللہ و رسول کی محبت و رضا میں قربان کر دیا، ہر مقام پر اللہ و رسول کے ساتھ رہے، مکہ و مدینہ، صلح و جنگ کے ساتھی، سفر و حضر گھر و غار کے رفیق اور اللہ کے فضل سے مزار کے بھی یار رہے اور قیامت میں بھی ساتھ ہوں گے۔

آپ خود بھی جلیل القدر صحابی اور آپ کے والد بھی، بیٹے اور پوتے بھی صحابی تھے یہ شرف کسی اور کو حاصل نہ ہوا، آپ نے اسلام کی خاطر بڑی تکلیفیں برداشت کیں، صبر و تحمل اور عزم و استقلال کا عظیم مظاہرہ فرمایا اپنے دور خلافت میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں اور منکرین زکاۃ کے خلاف بڑی بہادری اور شجاعت سے جہاد کیا اور فتنۂ ارتداد کو ختم کیا۔ یہ فتنہ اسلام کے لیئے بڑا خطرناک تھا آپ نے اس کے خلاف جہاد کر کے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا۔

قبول اسلام۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے خواب دیکھا کہ ایک نور عظیم آسمان سے اتر کر بیت اللہ کی چھت پر نازل ہوا جس سے شہر مکہ کا ہر گھر روشن ہو گیا، پھر یہ تمام گھروں کے انوار ایک جگہ جمع ہو کر ایک ہی نور بن کر حضرت صدیق اکبر کے گھر چلا آیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ خواب شام کے بحیرہ راہب سے بیان کیا، بحیرہ راہب نے اس خواب کو سن کر پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اور کس خاندان سے ہو؟ اور کیا کام کرتے ہو؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ میں مکہ کا رہنے والا ہوں اور خاندان قریش سے ہوں، میرا پیشہ تجارت ہے، راہب نے کہا، اللہ تعالیٰ نے تمہیں سچا خواب دکھایا ہے، ایک نبی تمہاری قوم میں مبعوث ہوں گے، تم اس نبی کی ظاہری زندگی میں ان کے وزیر اور ان کے وصال کے بعد ان کے خلیفہ بنو گے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے اس خواب کو پوشیدہ رکھا

یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کے دعویٰ کی کیا دلیل ہے؟ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا، اے ابوبکر! وہی خواب جو تم نے دیکھا تھا یہ سنتے ہی حضرت ابوبکر صدیق نے سرکار سے معانقہ کیا اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور کہا اَشْھَدُ اَنّکَ رَسُولَ اللہ، یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(ازالۃ الخلفاء جلد ۱، ص: ۱۱۶،)

(خزینۃ الاصفیاء، جلد ۱، ص: ۸)

اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق کی تصدیق کے لیئے آیت نازل فرمائی:

حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو بنی قینقاع کے یہودیوں کے پاس اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لیئے بھیجا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کے بڑے عالم فخاص سے فرمایا، اللہ سے ڈرو، مسلمان ہو جاؤ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں جن کا ذکر توریت شریف میں بھی موجود ہے ان پر ایمان لاؤ، اور اللہ کا یہ حکم بھی سنایا کہ زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو، اس پر فخاص یہودی کہنے لگا کہ اللہ ہم سے قرضہ مانگتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم غنی ہیں اور اللہ فقیر ہے، (معاذ اللہ) یہودی کی اس گستاخی پر جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جلال آ گیا اور اس یہودی کے منہ پر زور سے تھپڑ مارا اور فرمایا؛ قسم اللہ کی اگر تمھارے ساتھ معاہدہ نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ اس کے بعد فخاص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شکایت لے کر پہنچا اور کہنے لگا، کہ آپ کے ساتھی نے میرے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو طلب کیا اور فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا ،؟ حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا کہ حضور! اس نے بڑی گستاخی کرتے ہوے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں، فخاص یہودی مکر گیا اور کہنے لگا، کہ میں نے ایسا نہیں کہا، اب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنی بات کی سچائی کے لیئے گواہی کی ضرورت پڑی اور آپ کے پاس کوئی گواہ نہیں تھا۔ رب تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی تصدیق کے لیئے یہ آیت نازل فرمائی۔ "لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ : بے شک اللہ نے ان لوگوں کی بات سنی جنہوں نے کہا کہ اللہ مفلس ہے اور ہم غنی ہیں۔

(سورۂ مجادلہ، پارہ ۲۸، تفسیر ابن کثیر، جلد ۱، ص:۵۵)

حضرت صدیق اکبر کا جذبۂ عقیدت:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کے ساتھ بارگاہ رسالت میں عرض کیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے مجھے اپنے والد ماجد کے مشرف با اسلام ہونے کے مقابلہ میں یہ زیادہ محبوب تھا کہ ابوطالب اسلام لے آتے تا کہ آپ کو زیادہ مسرت ہوتی۔

﴿ کتاب الشفاء مترجم، ج، دوم رص: ۶۱ ﴾

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا، بلال کو امیہ کے ظلم سے نجات دلائی جائے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے پاس گئے، وہ اس وقت بھی بلال کو مار رہا تھا آپ نے ایک کافر غلام حضرت بلال کے بدلے میں دے دیا اور بہت سے درہم دے کر امیہ سے بلال کو خرید کر آزاد کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق سے فرمایا، جو پیسے تم نے بلال کے آزاد کرنے پر خرچ کیۓ وہ آدھے درہم مجھ سے لے لوتا کہ میں بھی بلال کے خریداروں میں شامل ہوجاؤں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

ما دو بندگان کوئے تو　　　　کردمش آزاد نام روئے تو

یعنی میں اور بلال دونوں آپ کے غلام ہیں　　آپ ہی کے لیۓ میں نے اسے آزاد کیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید کر آزاد کیا تو لوگوں نے کہا کہ بلال نے ابوبکر کے ساتھ کوئی احسان کیا ہوگا جس کے بدلے میں انہوں نے مظالم سے نجات دلائی اور آزاد کرایا۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیتیں نازل فرمادیں۔

الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰی	جو دیتا ہے اپنا مال کہ پاک ہو، اور اس
وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی	کے اوپر کسی کا احسان نہیں کہ وہ اس کا
اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی	بدلہ اتارے صرف رب کی رضا چاہتا
وَ لَسَوْفَ یَرْضٰی۔	ہے جو سب سے بلند ہے اور وہ (صدیق اکبر)
(سورۃ اللیل آیت، ۱۸، ۱۹، ۲۰)	عنقریب یقیناً راضی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت فرمادی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کرانا کسی احسان کا بدلہ نہیں تھا، بلکہ صرف رب کی رضا کے لیئے آزاد کرایا تھا۔اور اس کا بدلہ اللہ عزوجل حضرت ابوبکر صدیق کو اتنا عطا فرمائے گا کہ جب جنت میں وہ دیکھیں گے تو یقیناً خوش ہو جائیں گے۔

﴿۱﴾ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ ناز میں یہ عرض کیا گیا کہ تمام لوگوں میں سے آپ کو کون محبوب ہے؟ تو حضور نے ارشاد فرمایا عائشہ، پھر عرض کیا گیا کہ مردوں میں سے کون محبوب ہے؟ تو فرمایا عائشہ کے والد ابوبکر صدیق۔عرض کیا گیا ان کے بعد پھر آپ کو کون محبوب ہے؟ فرمایا، عمر بن خطاب۔

(بخاری، جلد ۱، ص: ۵۱۷)

﴿۲﴾ حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جب لوگوں نے میری بات کو جھٹلایا اس وقت ابوبکر صدیق نے میری بات کی تصدیق کی اور جان و مال سے میری خدمت کی۔ (بخاری، جلد ۱، ص: ۵۱۷)

﴿۳﴾ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ابوبکر سے زیادہ کوئی شخص میرے نزدیک بڑے درجہ والا نہیں، انہوں نے اپنی بیٹی مجھے نکاح میں دی، جان و مال ہم پر قربان کیا، مدینہ منورہ سوار کر کے لے گئے اور بلال کو آزاد کرایا۔

(عمدۃ القاری، جلد ۱۶، ص: ۱۷۵)

﴿۴﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جس کسی نے ہم پر احسان کیا ہم نے اس کا بدلہ پورا ادا کر دیا سوائے ابوبکر کے کہ ان کا احسان مجھ پر باقی ہے جس کا بدلہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کو عطا فرمائے گا۔

﴿۵﴾ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، ایک رات میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا آسمان کے تاروں کے برابر کس کی نیکیاں ہوں گی، فرمایا عمر کی، پھر میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ابوبکر کی نیکیاں؟ سرکار نے فرمایا کہ عمر کی ساری نیکیاں ابوبکر کی ایک نیکی کی طرح ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۶۰)

﴿۶﴾ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک روز جبل احد پر تشریف لے گئے۔آپ کے ساتھ

حضرت ابوبکر، عمر وعثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ پہاڑ جھومنے لگا، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جبل احد! ٹھہر جا، تیرے اوپر ایک نبی اور ایک صدیق اور دوشہید ہیں۔

(بخاری شریف، جلد۱، ص:۵۱۹)

《۷》 حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا، اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا، لیکن ان سے اسلامی اخوت ومودت ہے، مسجد کے تمام دروازے بند کردیئے جائیں سوائے ابوبکر کے دروازے کے وہ بند نہ کیا جائے۔ (بخاری شریف، جلد۱، ص:۵۱۶)

《۸》 نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن مسجد میں اس شان سے تشریف لائے کہ ایک طرف حضرت ابوبکر اور دوسری طرف حضرت عمر تھے اور آپ نے ان دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور ارشاد فرمایا، کہ ہم تینوں قیامت کے روز اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔

(ترمذی شریف، مشکوٰۃ، ص:۵٦۰)

مذکورہ احادیث مبارکہ سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اعلیٰ شان ثابت ہوئی ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب 《جو اللہ عزوجل نے آپ کو عطا فرمایا》 بھی ثابت ہوا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زہد وتقویٰ:

غزوۂ تبوک کے موقع پر جب مال کی ضرورت پڑی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، نیکی کے ہر میدان میں ابوبکر مجھ سے بڑھ جاتے ہیں، آج میں ان کو نہیں بڑھنے دوں گا حضرت عمر گھر گئے، آدھا مال اہل وعیال کے لیۓ رکھا اور آدھا مال حضور کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق گھر گئے، گھر کا تمام سامان جمع کیا اور سب کچھ حضور کی بارگاہ میں حاضر کر دیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق سے فرمایا، اپنے اہل وعیال کے لیۓ کیا چھوڑ آئے تو حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا گھر والوں کے لیۓ اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔

(ابوداؤد شریف، جلد ۱، ص: ۲۴۳)

مسجد نبوی کے لیۓ جب پہلی مرتبہ زمین خریدی گئی اس کی قیمت حضور علیہ السلام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مال سے دی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو اس وقت آپ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے تو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں خرچ کر دئیے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال، عامر بن فہیر اور کئی غلام آزاد کئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسیع و عریض سلطنت کے امیر وحاکم اور خلیفۂ اول ہونے کے باوجود آپ کی زندگی درویشانہ تھی، شاہانہ تکلفات سے ہمیشہ دور رہتے تھے، ہر معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کی رضا ان کے پیش نظر تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چند نصیحتیں:

یاد رکھو ہر ایک کام کا ایک مقصد ہوتا ہے، جس نے اس مقصد کو پالیا وہ کامیاب ہو گیا، جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیۓ کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ خود اس کا کفیل ہو جاتا ہے، جو کام ثواب کی خاطر نہ کیا جائے اس کا کوئی ثواب نہیں ملتا، جس کام میں نیک نیتی شامل نہیں ہوتی وہ کام ہی نہیں، دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے اپنے نفس کی اصلاح کرنا، دشمنوں کے ایلچیوں کو زیادہ دیر پاس نہ بٹھانا تاکہ کہیں انہیں تمہارے جنگی رازوں کے متعلق علم نہ ہو جائے، ہمیشہ سچی بات کہنا۔

وفات: آپ نے ۶۳/ برس کی عمر میں ۲۲/ جمادی الثانی ۱۳ھ مطابق ۲۲/اگست ۶۳۴ء کو وصال فرمایا، بوقت وصال آپ کی زبان اقدس پر یہ دعا تھی، ربِ توفّنِی مسلماً و الحِقنی بالصّالحین، اے میرے پروردگار! مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دے اور مرنے کے بعد مجھے صالحین کے پاس جگہ دے وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ روضۂ رسول پر صحابۂ کرام لے گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے رفیق اور خلیفہ ابوبکر حاضر ہیں اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں، روضۂ مبارک کا دروازہ بند تھا، خود بخود کھل گیا، اور قبر انور سے آواز آئی۔

ادخلو الحبیب الی الحبیب — دوست کو دوست سے ملا دو کیونکہ دوست کو

فان الحبیب الیٰ الحبیب مشتاق، — دوست سے ملنے کا اشتیاق ہے،

آپ کی نماز جنازہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور حضرت عمر، عثمان، طلحہ اور آپ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کو قبر میں اتارا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، روضۂ مقدسہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ آرام فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں اور برکتیں نازل ہو رہی ہیں قیامت تک فرشتے اور مومنین سلام پیش کرتے رہیں گے۔ مولیٰ تعالیٰ فیضان صدیق اکبر سے ہم سب کو مالا مال فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین۔

شان خلیفۂ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

خلیفۂ دوم، امیر المومنین حضرت سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق قریش کے ایک چھوٹے قبیلہ بنوعدی سے تھا، ان کے باپ کا نام خطاب اور دادا کا نام نفیل تھا، ان کی والدہ حنتمہ، قریش کے طاقتور اور معزز قبیلہ بنی مخزوم کے ہشام بن مغیرہ کی بیٹی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب آٹھویں پشت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب سے ملتا ہے۔ انہیں ماں اور باپ دونوں طرف سے خاندانی وجاہت اور امتیاز حاصل تھا۔

پیدائش:۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد یعنی ہجرت نبوی سے چالیس سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئے جو تقریباً ۵۸۲ سن عیسوی ہوتا ہے۔ حضرت عمرو بن عاص کی روایت کے مطابق حضرت عمر کی پیدائش پر بہت خوشی منائی گئی، حالانکہ ان سے پہلے بھی خطاب کے یہاں بیٹے پیدا ہو چکے تھے۔

لڑکپن اور جوانی:۔ جب حضرت عمر ذرا سیانے ہوئے تو خطاب نے اہل مکہ کے عام دستور کے مطابق انہیں اونٹ چرانے پر لگا دیا، مکہ معظّمہ سے تقریباً دس میل دور ضجنان کے میدان میں وہ سارا سارا دن اونٹ چرایا کرتے اور تھک کر ذرا دم لینے کو بیٹھ جاتے تو خطاب پٹائی کرتے، اپنی خلافت کے زمانے میں جب ایک دفعہ حضرت عمر کا وہاں سے گزر ہوا تو سخت عبرت ہوئی اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پوچھنے پر رفقائے سفر سے فرمایا کہ اللہ اکبر! میرے لیئے یہ عبرت کا بڑا مقام ہے، ایک وقت تھا کہ میں اون کا کرتا پہن کر انتہائی شدت کی گرمی میں یہاں اپنے باپ کے اونٹ چرایا کرتا تھا اور اگر تھک کر بیٹھ جاتا یا کوئی ذرا سی کوتاہی کرتا تو میرا باپ مجھے بری

طرح پیٹتا تھا اور آج یہ عالم ہے کہ اللہ کے سوا میرے اوپر کوئی حاکم نہیں؛

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شباب کی حدود میں داخل ہوئے تو ایک بلند و بالا قوی الجثہ، شہ زور اور سرخ وسفید جوان رعنا کی صورت میں لوگوں کے سامنے آئے۔ جب کسی مجمع میں کھڑے ہو جاتے تو سب سے قدآور شخصیت کے طور پر نمایاں نظر آتے دوسروں کے قد ان کے شانوں تک ہی پہنچ پاتے، متداول علوم وفنون مثلاً سپہ گری، شہسواری، کشتی، پہلوانی، خطابت اور نسب دانی میں کمال حاصل کیا۔

آپ کی پہلی شادی مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعون کی ہمشیرہ حضرت زینب بنت مظعون سے ہوئی، شادی کے بعد فکر معاش دامن گیر ہوئی تو دوسرے شرفائے قریش کی طرح تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔

قبول اسلام: حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا فرمائی، یا اللہ! اسلام کو ابوجہل یا عمر بن خطاب میں سے کسی ایک کے ذریعہ سے غلبہ اور عزت عطا فرما۔ ان دونوں میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہو۔ تو ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کو حضرت عمر محبوب تھے۔

(ترمذی شریف، جلد ۲، ص: ۲۰۹)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام سے متعلق اس طرح واقعہ ہے، ایک مرتبہ مکہ شریف میں کفار ومشرکین کا اجتماع ہوا جس میں ابوجہل نے کہا تھا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل کرے ﴿معاذ اللہ﴾ میں اسے بطور انعام ایک سو اونٹ اور چالیس ہزار درہم دوں گا۔ حضرت عمر بھی اس اجتماع میں موجود تھے انہوں نے کہا یہ کام میں کروں گا، تلوار ہاتھ میں لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل کے ارادہ سے نکلے، راستہ میں حضرت نعیم بن عبداللہ مل گئے، ان کے تیور دیکھ کر پوچھا خیر تو ہے۔ حضرت عمر نے کہا میں اس نبی کا فیصلہ کرنے جا رہا ہوں جس نے نیا دین پیدا کیا، جو قریش کے مذہب اور ان کے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے، نعیم بن عبداللہ نے کہا اے عمر! پہلے اپنے گھر کی خبر لو، تمہارے بہنوئی سعید بن زید اور تمہاری بہن فاطمہ بنت خطاب نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ یہ سنتے ہی بہن کے گھر پہنچے، اس وقت حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں میاں بیوی کو قرآن مجید پڑھا رہے تھے، انہوں نے حضرت عمر کے آنے کی آہٹ سنی اور ایک کوٹھری میں چھپ گئے، آپ کی بہن فاطمہ نے قرآن کے وہ اوراق چھپا

لئے جس پر سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی، حضرت عمر گھر کے باہر سے قرآن کی تلاوت سن چکے تھے، اندر آئے تو پوچھا یہ کیا آواز تھی جو میں نے سنی؟ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ تم دونوں مسلمان ہو گئے ہو اور محمد کا دین قبول کر لیئے ہو، یہ کہہ کر اپنے بہنوئی سعید بن زید کو مارنے لگے، بہن اپنے شوہر کو بچانے کے لیئے اٹھی تو انہیں بھی اتنا مارا کہ لہولہان کر دیا۔ وہ دونوں میاں بیوی بولے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے ہیں، کرلو جو تمہارا جی چاہے، اور بہن نے یہ بھی کہا کہ اے عمر! تمہاری رگوں میں خطاب کا خون ہے تو میری رگوں میں بھی خطاب کا خون ہے تم مار مار کر میری جان تو لے سکتے ہو مگر میرا ایمان نہیں لے سکتے، ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا جو طوق گلے میں ڈالا ہے اب کوئی لاکھ جتن کرے وہ اتر نہیں سکتا، بہن کی باتوں سے حضرت عمر کا دل نرم ہو گیا اور کہنے لگے قرآن مجید کے وہ اوراق مجھے دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے۔ بہن نے کہا، قرآن شریف کو وہی لوگ چھو سکتے ہیں جو پاک وصاف ہوں، حضرت عمر غسل کر کے قرآن کے مقدس اوراق لے کر پڑھنے لگے اور جب یہ آیت پڑھی،

اِنَّنِیۡٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ۔

بے شک میں ہی اللہ ہوں، کوئی معبود نہیں میرے سوا، میری ہی عبادت کیا کرو اور میری یاد کے لیئے نماز قائم کرو۔ (سورہ طٰہٰ آیت، ۱۴)

پھر حضرت عمر نے کہا، مجھے بارگاہ رسالت میں لے چلو۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں امید کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دعا فرمائی تھی وہ قبول ہو گئی۔ بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف حضرت عمر روانہ ہوئے،

عمر سوئے نبی گئے، نظر سوئے عمر گئی پڑی نگاہ مصطفیٰ تو زندگی سنور گئی،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دار ارقم کوہ صفا کے قریب تشریف فرما تھے، حضرت ابوبکر، حضرت حمزہ اور چند دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ساتھ بیٹھے تھے، حضرت عمر کو آتے ہوئے سبھوں نے دیکھا تو تردد ہوا کہ عمر آرہے ہیں پاس تلوار بھی ہے، حضرت حمزہ نے فرمایا، اگر عمر اچھے ارادے سے آتے ہیں تو بہتر ورنہ ان کا سر قلم کر دوں گا۔ جب عمر پہنچے تو حضور نے فرمایا عمر کیوں آئے؟ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے لیئے حاضر ہوا ہوں، اور حضرت عمر نے ایمان قبول فرمایا۔ صحابۂ کرام نے باآواز بلند اللہ

اکبر کا نعرہ لگایا جس سے مکہ کی تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں اور اب مسلمانوں کی تعداد چالیس ہوگئی۔

جب صف اسلام میں فاروق اعظم آگئے
کافروں کے دل پہ مایوسی کے بادل چھا گئے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو اپنے پاس بٹھایا اور تین مرتبہ اپنا دست مبارک ان کے سینے پر پھیرا اور دعا فرمائی یا اللہ! عمر کے سینے کو نور ایمان سے پر کردے۔

(المستدرک امام حاکم، جلد، ۳/ص: ۸۳)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اسلام نہیں لائے تھے ہم کعبہ شریف میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زہد وتقویٰ:

کون فاروق اعظم؟ وہ جس نے حق اور باطل، کھرے اور کھوٹے کو الگ کر دکھایا، جس نے قیصر و کسریٰ کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا کیا، اور انسانیت کو ان کے جو رو استبداد سے نجات دلائی۔ تاریخ انسانی کے صفحات میں امن، عدل، مساوات اور اخوت و ہمدردی کے روشن و بے نظیر باب کا اضافہ کیا۔ وہ قیصر و کسریٰ کے خزانے لوگوں میں بانٹتا تھا لیکن اس کے اپنے کرتے اور تہبند میں درجنوں پیوند لگے ہوتے تھے اور بغیر کسی محافظ کے مسجد کے ننگے فرش پر بیٹھ کر لوگوں کے مسائل حل کرتا تھا۔ رات کی تاریکی میں تن تنہا رعایا کی خبر گیری کے لیۓ نکل جاتا، وہ خدم و حشم کے بغیر عام مسلمانوں کی طرح زندگی بسر کرتا، لیکن رعب و داب کا یہ عالم تھا کہ سینکڑوں میل دور بیٹھے مصر، کوفہ، بصرہ اور دوسرے صوبوں کے گورنر ویسے ہی کانپتے رہتے تھے جیسے دارالخلافہ مدینہ کے عوام وخواص اس کے احتساب سے خائف رہتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امت مسلمہ پر سب سے بڑا احسان یہ کیا کہ حضرت عمر فاوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا جانشین نامزد کیا، اسلام کی توسیع واشاعت، مسلمانوں کی جہانبانی وکشورکشائی کا راز اسی اہم انتخاب میں مضمر تھا اور اسی انتخاب میں اسلامی حکومت کی وسعتیں پوشیدہ تھیں۔

قوم کا سردار بحیثیت خادم: نواح مدینہ میں ایک خیمہ میں سرد و تاریک رات ایک افسردہ ومحزون، غربت وافلاس کی ماری ہوئی خاتون نے چولھے پر ہنڈیا چڑھا رکھی ہے، اسکے گرد چھوٹے چھوٹے بچے بھوک سے بلبلا رہے ہیں وہ انہیں چمکارتی، بہلاتی ہے لیکن وہ برابر روئے جارہے ہیں، اتنے میں ایک پیوند لگے کپڑوں میں ملبوس، گوری رنگت والا لحیم وشحیم، دراز قد، باوقار و بارعب شخص اچانک نمودار ہوتا ہے اور خیمہ کے دروازے سے ملامت کے لہجے میں عورت سے کہتا ہے تو کیسی ماں ہے کہ بچوں کو رلا رہی ہے؟ ''یہ کئی وقتوں کے بھوکے ہیں'' عورت افسردہ لہجے میں جواب دیتی ہے۔ یہ ہنڈیا میں کیا پکا رہی ہے؟ جلدی سے پکا کر کھلا کیوں نہیں دیتی ''یہ تو صرف پانی ہے جو ان کو بہلانے کے لیۓ ہنڈیا میں ڈال دیا ہے'' رو دھو کر سو جائیں گے تو اتار دوں گی۔

شدت تاثر سے نو وارد کے چہرے پر شکنیں سی پڑ جاتی ہیں، جیسے ابھی رو دے گا۔ اور اس کے سارے جسم میں ایک لرزش سی دوڑ جاتی ہے، وہ تیز تیز اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا شہر کو لوٹتا ہے۔ آٹا، گوشت، گھی، کھجوریں اور رسد کا دوسرا ضروری سامان بوری میں ڈال کر اپنے خادم سے کہتا ہے کہ میری پیٹھ پر لاد دو خادم کہتا ہے کہ میں اٹھا لے چلتا ہوں، وہ شخص جواب دیتا ہے کہ قیامت کے دن تم میرا بوجھ نہیں اٹھاؤ گے۔ پھر وہ خورد و نوش کا سارا سامان اپنی پیٹھ پر اٹھائے تقریباً میل بھر کا سفر طے کر کے اسی عورت کے خیمے تک پہنچتا ہے اور سامان اس کے آگے ڈھیر کر کے کہتا ہے جلدی کرو بچوں کو کھانا پکا کر کھلاؤ ،عورت ہنڈیا میں گوشت چڑھاتی ہے اور پھر آٹا گوندھ کر روٹیاں پکاتی ہے۔ وہ شخص چولھا پھونکتا جاتا ہے، تھوڑی دیر میں کھانا تیار ہو جاتا ہے، بچے خوب پیٹ بھر کر کھاتے ہیں اور خوشی سے اچھلنے کودنے لگتے ہیں، اس شخص کے چہرے پر اطمینان و مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے اور عورت جذبۂ تشکر میں ڈوب کر کہتی ہے، ''اے اجنبی! خدا تجھے جزائے خیر دے اور اپنی رحمتوں سے نوازے، خلیفہ ہونے کے لائق تو ہے نہ کہ عمر وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو بحیثیت خادم قوم کے سردار تھے۔

حضرت فاروق اعظم کے متعلق حضور علیہ السلام اور صحابہٴ کرام کے اقوال:

﴿۱﴾ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''لو کان بعدی نبیٌ لکان عمرُ بنُ الخطاب، اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔

﴿ترمذی، جلد، دوم/ص:۲۰۹﴾

﴿۲﴾ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، '' انّ الشیطان لیخاف منک یا عمر ؛اے عمر! شیطان تم سے ڈرتا ہے۔ ﴿مشکوٰۃ/ص:۵۵۸، ترمذی، ج،۲/ص:۲۱﴾

﴿۳﴾ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، ''حبُّ ابی بکر و عمر من الایمان و بُغضُھُمَا کفرٌ؛ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی محبت ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔ ﴿جامع الصغیر، جلد،۱/ص:۲ ۱۴﴾

﴿۴﴾ حضور علیہ السلام نے فرمایا، ''عمر سراج اھل الجنۃ، عمر اہل جنت کے چراغ ہیں۔ ﴿تاریخ الخلفاء، ص:۱۱۶﴾

{۵} حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا فتح تھی، ان کی ہجرت نصرت تھی اور ان کی خلافت رحمت تھی

{طبقات ابن سعد، جلد،۳/ص:۵۹}

﴿۶﴾ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، احادیث نبوی کے بعد مجھے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمودات سب سے زیادہ عزیز ہیں۔

﴿تاریخ الخلفاء، ص:۱۱۶﴾

شہادت:۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اللّٰھُمَّ ارزُقنی شھادۃً فی سبیلک و اجعلْ موتی فی بلدِ رسولِکﷺ! مجھے اپنے راستے میں شہادت نصیب فرما اور شہادت کی موت بھی آئے تو تیرے رسول کے شہر مدینہ منورہ میں آئے۔

﴿بخاری، جلد،۱/ص:۲۵۳﴾

الٰہی موت یوں آئے مدینے میں
نظر کے سامنے خیر الوریٰ کا آشیانہ ہو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ دعا قبول ہوگئی، مدینہ منورہ میں ایک مجوسی غلام فیروز ابولولو تھا، ایک دفعہ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ میرے آقا مغیرہ بن شعبہ نے مجھ پر بھاری محصول مقرر کیا ہے، آپ یہ رقم کم کرا دیجئے آپ نے پوچھا کتنی رقم وہ تجھ سے لیتا ہے؟ اس نے کہا، دو درہم روزانہ۔ حضرت عمر نے پوچھا تو کیا کام کرتا ہے؟ اس نے کہا، نجاری، نقاشی اور لوہا وغیرہ درست کرتا ہوں، آپ نے فرمایا، تیرے پاس بڑے ہنر ہیں، دو درہم جو تو اپنے آقا کو دیتا ہے یہ زیادہ رقم نہیں ہیں۔ یہ جواب سن کر ابولولو کا دل غصہ سے بھر گیا، آپ نے اس سے یہ بھی فرمایا تم ہوا سے چلنے والی چکی بنا سکتے ہو، اس نے کہا ہاں میں بنا لیتا ہوں، آپ نے فرمایا پھر مجھے بھی ایک چکی بنا دو، اس نے کہا میں آپ کے لیئے ایسی چکی بناؤں گا جس کا چرچہ مشرق سے مغرب تک ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا، حضرت عمر نے فرمایا یہ غلام یہ بات کر کے مجھے دھمکی دے گیا ہے، اب ابولولو اسی انتظار میں تھا کہ موقع ملے اور آپ کو شہید کر دے۔ اس نے ایک خنجر تیار کیا جس کے دونوں طرف دھار تھی، اس کو زہر میں بجھایا، ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز فجر کے لیئے مسجد نبوی میں تشریف لائے اور جونہی آپ نے نماز شروع کی ابولولو جو چھپا ہوا تھا اس نے اچانک حملہ کر دیا، خنجر کے چھ وار کئے۔ فاروق اعظم نے حضرت عبد الرحمٰن کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنی جگہ کھڑا کر دیا تا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، آپ نے مسلمانوں کو یہ سبق دیا کہ جان جاتی ہے جائے مگر نماز نہ جائے۔ حضرت عمر زخموں کی تکلیف کی وجہ سے گر پڑے لوگوں نے جلدی جلدی نماز پڑھی حضرت عمر نے بھی زخمی حالت میں نماز ادا کی، لوگ قاتل کو پکڑنے کے لیئے دوڑے تو اس نے تیرہ آدمیوں کو زخمی کر دیا، جب ابولولو پکڑا گیا تو اس نے اپنا گلا کاٹ کر خودکشی کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا میرا قاتل کون ہے؟ لوگوں نے بتایا فیروز ابولولو مجوسی، تو آپ نے فرمایا، الحمد للہ! میں کسی مسلمان کے ہاتھوں قتل نہیں ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو بلا کر کہا، ام المومنین حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں جاؤ اور عرض کرو کہ عمر کے دفن کے لیئے روضۂ رسول اللہ میں جگہ عنایت کریں۔ یہ جگہ ام المومنین نے اپنے دفن کے لیئے رکھی ہوئی تھی جب حضرت عبداللہ نے حضرت عمر کا سلام و پیغام حضرت عائشہ صدیقہ کو پہنچایا تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اس وقت رو رہی تھیں انہوں نے فرمایا، یہ جگہ تو میں نے اپنے لیئے رکھی ہوئی تھی لیکن میں حضرت عمر فاروق کو ترجیح دیتی ہوں۔ میں نے ان کو دفن کے لیئے یہ جگہ دے دی۔ حضرت عمر کو یہ بات سن کر بے حد خوشی ہوئی آپ نے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اسی حالت میں جام شہادت نوش فرمایا، دس برس چھ ماہ آپ نے خلافت کر کے ۶۳ رسال کی عمر میں وصال فرمایا، حضرت صہیب رومی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، اور یکم محرم ۲۴ھ میں روضۂ رسول میں حضرت ابوبکر کے پہلو میں آپ کو دفن کیا گیا۔ ابر رحمت آپ کی تربت انور پر ہمیشہ برستا رہے،

وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

شان خلیفۂ سوم امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی، قریش کا مشہور قبیلہ بنو امیہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پردادا امیہ سے منسوب ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں عبد مناف پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے آپ کی والدہ اروی بنت کریز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی ام حکیم بیضا بنت عبد المطلب کی صاحبزادی تھیں۔ یعنی حضرت عثمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی کے نواسے تھے۔

پیدائش:۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحاب الفیل کے واقعہ کے چھ سال بعد ۵۷۶ء میں پیدا ہوئے۔ اعلان نبوت کے وقت آپ کی عمر ۳۴ سال تھی۔ آپ کا نام عثمان، کنیت ابو عبد اللہ اور لقب ذو النورین ہے۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہ کے وصال کے چند ماہ بعد حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ کے نکاح میں دیا، اس طرح یکے بعد دیگرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں اس لیئے آپ کا لقب ذو النورین ہو گیا۔

﴿ تاریخ الخلفاء، ص:۱۴۹، اصابہ، ج، ۲/ص:۴۵۵ ﴾

قبول اسلام:۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مکہ معظّمہ کی سرزمین پر دعوت اسلام کا آغاز فرمایا تو سب سے پہلے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا، اور آپ نے دعوت اسلام کا کام اپنے احباب واقربا تک کرنا شروع کیا۔ اس طرح حضرت عثمان غنی کو بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دعوت دی اور وہ اسلام لانے پر آمادہ ہو گئے۔

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ خود اس طرح

بیان کرتے ہیں، ''ایک دن میں گھر گیا تو میری خالہ سعدی جو کہ علم کہانت میں ماہر تھیں گھر پہ بیٹھی ہوئی تھیں مجھے دیکھتے ہی کہنے لگیں، ''اے عثمان! تجھے خوشخبری اور سلامتی ہو۔ تین دفعہ، تین دفعہ، تین دفعہ اور پھر ایک دفعہ تا کہ پورے دس ہو جائیں، تو خیر سے ملا اور شر سے محفوظ ہوا۔ جب خالہ نے اس طرح کی باتیں کیں تو میں نے خالہ سے کہا، خالہ آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں۔تو خالہ نے جواب دیا، کچھ اشعار پڑھ کر۔

هٰذا النبی معهٗ البرهان ارسلهٗ بحقه الدُّیّان

وجاءهٗ التنزیل والفرقان فاتبعهٗ لاتفتابک الاوثان

یعنی یہ نبی ہیں ان کے ساتھ دلیلیں ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں حق کے ساتھ بھیجا ہے، ان پر حق کا کلام اور قرآن اترتا ہے تو ان کی تابعداری کر ایسا نہ ہو بُت تجھے گمراہ کردے۔

حضرت محمد بن عبد اللہ اللہ کے رسول اور پیغمبر ہیں، ان کا قول انسانیت کے لیئے سراپا بہتری، ان کا دین فلاح کا ضامن اور ان کا حکم باعث نجات، ان کے سامنے کسی کی چیخ و پکار فائدہ نہیں دیتا اگرچہ کتنے ہی نیزے اور تلواریں ان کے مقابلہ میں چلائی جائیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، خالہ کی باتوں کا میرے دل پر اثر ہوا اور میں گہری سوچ میں پڑ گیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میری دوستی پہلے بھی تھی۔ میں نے خالہ کی ساری باتیں ان کو سنائیں، انہوں نے فرمایا، اے عثمان! تم بڑے ذھین ہو اور حق و باطل کے فرق کو خوب سمجھتے ہو، یہ بتوں کو پوجنے والی اندھی اور نا سمجھ قوم ہے، یہ بت نہ تو کسی کو نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں ، میں نے کہا، اے دوست! آپ سچ کہتے ہیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے عثمان! تمہاری خالہ نے بالکل سچ کہا ہے، محمد بن عبد اللہ واقعی اللہ کے رسول ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں اپنا پیغام دے کر لوگوں کے پاس بھیجا ہے، اگر تم مناسب سمجھو تو چل کر ان کا کلام سنو، ابھی ہم تیاری کر رہے تھے کہ اتفاقاً حضور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر اس طرف سے ہوا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر اٹھے اور ان کے مبارک کان میں کوئی بات کہی، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مجھے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا؛ ''اے عثمان! اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کی دعوت دیتا ہے، تم اسے قبول کرو میں اللہ کا رسول ہوں اور ساری مخلوق کی طرف مبعوث ہوا ہوں؛ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بخدا میں حضور علیہ السلام کا کلام سنتے ہی رو پڑا اور بے اختیار ہو کر میں نے کہا،' اسلمتُ و شھدتُ انَ لا الٰہ الا اللہُ وحدہٗ لا شریک لہٗ وا نَ محمداً عبدُہٗ ورسولُہٗ ؛ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

﴿البدایہ والنہایہ، ج:۷/ص:۱۹۹﴾

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں سرکار کا فرمان:

﴿۱﴾ حضرت طلحہ ابن عبداللہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

لکُلِ نبی رفیقٌ و رفیقی یعنی فی الجنۃ عثمان۔ ہر نبی کا کوئی ساتھی ہوتا ہے اور جنت میں میرے ساتھی عثمان ہیں۔

﴿ترمذی، جلد، ۲ رص: ۲۱۰، ابن ماجہ، ص ۱۱﴾

﴿۲﴾ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

یستحی منہ الملائکۃ عثمان سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

﴿مشکوٰۃ، ص: ۵۹۱﴾

﴿۳﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، جب بیعت رضوان کا واقعہ پیش آیا تو حضور علیہ السلام نے اپنے داہنے مبارک ہاتھ کو اٹھا کر فرمایا، ھذہ یدُ عثمان، یہ عثمان کا ہاتھ ہے، پھر اس ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر مار کر فرمایا، یہ عثمان کی بیعت ہے، اور جب جنگ بدر ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی جو حضرت عثمان کی زوجہ محترمہ تھیں سخت بیمار ہو گئیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے پاس رہ گئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے عثمان انَ لک اجرُ رجلٍ مِمَن شَھِدَ بَدْراً، بے شک تمہیں وہی ثواب ملے گا جو بدر میں شامل ہونے والے کو ملے گا۔

﴿۴﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ مسجد کے دروازے کے پاس حضرت عثمان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملے اور فرمایا،

ھٰذا جبریلُ اخبرنی ان اللہ قد زوَّجک اُمَ کلثوم، یہ حضرت جبرئیل ہیں انہوں نے مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے میری بیٹی ام کلثوم کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا ہے۔

﴿ابن ماجہ، ص: ۱۱﴾

﴿۵﴾ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک

جنازہ لایا گیا کہ اس پر نماز پڑھیں مگر آپ نے اس میت پر نماز جنازہ نہ پڑھی۔صحابۂ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ہم نے آپ کو کسی کی نماز جنازہ چھوڑتے نہیں دیکھا۔تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، میں نے اس کی نماز جنازہ اس لیے نہیں پڑھائی۔ **انهٗ کان یبغض عثمان**، یہ عثمان سے بغض رکھتا تھا۔

﴿ترمذی، جلد، ۲ر ص: ۲۱۲﴾

خلافت:۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ نے اتفاق رائے سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا آپ کے دور خلافت میں بہت سے علاقے فتح ہوئے جو اسلامی سلطنت میں شامل کیئے گئے،آپ کے عہد خلافت میں اسلامی فوج کے پاس اپنی بحری طاقت تھی مخلوق خدا کی سہولت کے لیئے آپ نے بہت سے کام کئے،نہریں کھدوائیں،سڑکیں بنوائیں،مسجد نبوی شریف کی توسیع کی،اور سب سے عظیم کام آپ نے یہ کیا ہے پورے عالم اسلام کو قرآن کی ایک قرأت باعتبار حروف وترتیب آیات پر متفق کردیا،قرآن عظیم کے متعدد نسخے لکھوا کر تمام اسلامی علاقوں میں بھیجوائے، یہ آپ نے اس لیئے محنت فرمائی کہ اس زمانے میں کچھ اہل عراق وشام غلطی سے قرآن کے حروف،تلفظ،زبرزیر کو مختلف انداز سے پڑھنے لگے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ،حضرت ابوبکر وحضرت عمر،انصار ومہاجرین،صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جس طرح قرآن کی تلاوت کرتے تھے اسی کے مطابق قرآن کے نسخے تیار کروا کے مختلف ممالک میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھیجوائے۔

بیر رومہ:۔ مدینہ طیبہ کے شمال مغرب کی طرف ایک کنواں تھا، جسے بیر رومہ کہا جاتا تھا اس کا پانی بڑا شیریں تھا اور اس کا مالک ایک یہودی تھا جو مسلمانوں کو بغیر قیمت کے پانی نہیں دیتا تھا،حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو شخص بیر رومہ کو خرید کر وقف کر دے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما کر اسکو جنت عطا فرمائے گا۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پینتیس ہزار درہم پر وہ کنواں خریدا اور مسلمانوں کے لیئے وقف کردیا۔

﴿مرقات، جلد،۱۱ر ص: ۳۲۵، بخاری شریف، جلد،۱ر ص: ۳۸۹﴾

فراست ایمانی:۔ ایک آدمی نے اپنی آنکھوں کا غلط استعمال کیا غیر محرم عورت کی طرف بشہوت دیکھا، پھر وہ آدمی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت با

برکت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا، بعض لوگ ہمارے پاس اس حال میں آتے ہیں کہ ان کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، ’’آنکھیں زنا کرتی ہیں؛‘‘ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! آنکھوں کا زنا کیا ہے؟ فرمایا، غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے، وہ آدمی جو حضرت عثمان کے پاس آیا تھا کہنے لگا حضور علیہ السلام کے بعد بھی وحی کا سلسلہ جاری ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ مومن کی فراست ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا،

اتقوا فراسۃ المومن فانہ	مومن کی فراست سے ڈرو کہ
ینظر بنور اللہ تعالیٰ	وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

﴿جامع کرامات، جلد ۱، ص: ۱۵۰﴾

عظیم الشان دعوت: ایک مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ! میرے گھر آپ تشریف لائیں میں ایک دعوت کا اہتمام کرنا چاہتا ہوں، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عثمان کے گھر کی طرف تشریف لے چلے تو حضرت عثمان غنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم مبارک گننے لگے، پھر ہر قدم کے بدلے ایک غلام آزاد کئے۔

﴿جامع المعجزات، ص: ۶۵﴾

شہادت: عبد اللہ بن سبا یہودی، یمنی نے اسلامی فتوحات کو عہد عثمانی میں دیکھا تو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہوئے مدینہ منورہ آیا اور اہل بیت کی محبت کی آڑ میں لوگوں کو حضرت سیدنا عثمان غنی اور حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہما کے خلاف اکسایا اور اسلام میں فتنہ پیدا کرنے کے لیئے ان مقدس حضرات کے خلاف بہتان تراشی کرتا ، پھر وہ بصرہ، کوفہ، مصر وشام جا کر حضرت عثمان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہو گیا آپ کے خلاف لوگوں کو برانگیختہ کرنے لگا، یہاں تک کہ بعض شہروں میں عوام الناس اس کی باتوں کی طرف مائل ہو گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کرنے لگے۔ اور دن بدن حالات بگڑتے چلے گئے مدینہ طیبہ پر باغیوں کا قبضہ عملی طور پر ہو گیا، بدامنی اس طرح تھی کہ کسی کو گھر سے نکلنے کی ہمت نہ تھی، فتنہ وفساد اپنے عروج پر پہنچ گیا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ

تعالی عنہ کے مکان کی ناکہ بندی مزید سخت کردی گئی۔آپ کے ساتھ باہر سے رابطہ کرنا مشکل ہوگیا،آپ کے پاس پینے کا جو پانی تھا وہ ختم ہوگیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو انہوں نے بڑی مشکل سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس پانی پہنچایا،اور حضرات حسنین کریمین کو آپ کی حفاظت کے لیئے دروازے پر کھڑا کیا،دشمن آ کے مکان کے عقب سے داخل ہوئے اور آپ پر حملہ کردیا۔اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس صرف آپ کی بیوی نائلہ تھیں۔بیوی نے حملہ آوروں کو روکنے کی کوشش کی تو ان کی انگلیاں کٹ گئیں بالآخر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو اس وقت روزے کی حالت میں تھے اور قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف تھے اسی رات انہوں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی ،سرکار علیہ الصلاۃ و السلام نے فرمایا، "یاعثمان افطر عندنا ! اے عثمان آج کا روزہ میرے پاس افطار کرنا؛" اسود اور حمران یا حمار نے جو مصری تھے حضرت عثمان ذوالنورین کو شہید کردیا، بوقت شہادت خون کے چھینٹے قرآن پاک کی اس آیت کریمہ پر پڑی، "فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ؛

آپ کی شہادت ۱۸/ ذوالحجہ ۳۵ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر شریف ۸۲/ برس تھی۔آپ نے چندروز کم بارہ سال خلافت کی۔

یعنی عثمان صاحب قمیص ہدیٰ

حلہ پوش شہادت پہ لاکھوں سلام

مولیٰ تعالیٰ حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے فیضان سے ہمیں مالا مال فرمائے،اوران کے طفیل ہماری مغفرت فرمائے،آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

شانِ خلیفۂ چہارم حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ

پیدائش اور نام و نسب: حضرت علی کرم اللہ وجہہ عام الفیل سے تقریباً انتیس برس بعد اور اعلان نبوت سے تقریباً دس برس پہلے ۵۵۹ء ماہ رجب کی تیرہویں تاریخ بروز جمعہ مبارکہ خانۂ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باپ اور ماں دونوں طرف سے ہاشمی النسب تھے، والد کا نام و نسب ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی۔ اور والدہ کا نام و نسب فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی تھا، ابوطالب حضور ﷺ کے حقیقی چچا تھے اعلان نبوت کے بعد وہ کفارِ قریش کے مقابلے میں مرتے دم تک حضور ﷺ کی حمایت و حفاظت کرتے رہے، وہ اپنے والد عبدالمطلب کے بعد بنی ہاشم کے سردار ہوئے، انہوں نے اس نومولود بیٹے کا نام زید رکھا، والدہ فاطمہ بنت اسد نے اپنے اس مبارک فرزند کا نام حیدر رکھا۔ اور حضور ﷺ نے اپنی طرف سے علی نام رکھا اور وہ اسی نام سے تاریخ اسلام میں مشہور و معروف ہوئے، چونکہ ابوطالب کی مالی حالت اچھی نہیں تھی اور حضور ﷺ کی ابتدائی زندگی میں ابو طالب کی خدمات بہت تھیں اس لیۓ رسول کریم ﷺ نے حضرت علی کو کمسنی ہی میں اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ ابوطالب کے اس بیٹے کی خوش نصیبی کا کیا کہنا جو رحمۃ للعالمین اور آپ کی زوجۂ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دامن تربیت میں پل کر جوان ہوا۔

قبول اسلام:۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر تقریباً دس برس تھی جب ہمارے نبی ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت حضرت علی آپ کے گھر ہی میں رہتے تھے ایک دن انہوں نے حضور اکرم ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو مصروف نماز پایا۔ قیام، رکوع، سجود اور تلاوت قرآن کا یہ انوکھا منظر حضرت علی کے لیۓ حیرت و دلچسپی کا باعث ہوا، جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا، آپ یہ کیا کر رہے تھے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے علی! اللہ نے مجھے اپنا نبی بنایا ہے، اور صرف اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے، بت پرستی اور شرک سے منع کیا ہے ہم اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کر رہے تھے تم بھی میری نبوت پر ایمان لاؤ اور ایک اللہ کی عبادت کرو؛۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں اس معاملہ میں اپنے باپ سے مشورہ کر لوں'' ساری رات سوچ اور بے چینی میں گزری دن چڑھا تو حضور ﷺ

سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ ''اللہ نے مجھے باپ سے مشورہ کے بغیر پیدا کیا پھر میں اس کی عبادت کے لیئے اپنے باپ سے رائے کیوں لوں؟ آپ مجھے داخل اسلام فرمایئے۔'' اس بات سے حضور ﷺ بے حد مسرور ہوئے، اور داخل اسلام فرما کر ان کے حق میں دعا کی اور اب انہیں بڑی توجہ سے اسلامی تعلیم و تربیت بھی دینا شروع کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی صحبت و کفالت میں رہنے کی برکت سے کبھی بھی بت پرستی نہ کی اور نہ ہی کفار و مشرکین کی دوسری اخلاقی برائیوں میں ملوث ہوئے۔ ان کا آئینۂ قلب پہلے ہی سے مجلّٰی و مصفّٰی تھا اسلام کے محاسن اخلاق ان میں بڑے آب و تاب سے سرایت کر گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے پیر کے روز اعلان نبوت فرمایا اور میں منگل کے روز ایمان لایا۔

سیرت ابن ہشام اور تاریخ طبری کے مطابق کسی موقع پر جناب ابوطالب نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا تو پوچھا ''یہ کیا دین ہے جس پر تو چل رہا ہے؟ حضرت علی نے جواب دیا کہ ''میں نے محمد ﷺ کا دین اختیار کر لیا ہے؛ وہ اللہ کے نبی ہیں، میں نے ان کے طریقے کے مطابق نماز پڑھی ہے۔؛ ابوطالب نے کہا کہ ''وہ تمہیں بھلائی کے سوا کسی چیز کی دعوت نہ دیں گے تم ان کے ساتھ لگے رہو اور ان کی مدد کرو؛۔

پھر جب حکم خداوندی کے مطابق حضور ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو ایک دن کھانے پر بلایا اور کھانے کے بعد اسلام کی دعوت دی۔ تو کسی نے اس پر کان نہ دھرا، حضور ﷺ نے تین بار اپنی دعوت کو دھرایا لیکن صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور اکابر بنی ہاشم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بڑی بے باکی اور جرأت مندی سے بھری مجلس میں فرمایا، ''اگر چہ میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں میری آنکھیں دکھتی ہیں اور ٹانگیں پتلی اور کمزور ہیں تاہم میں حضور ﷺ کا دست و بازو بن کر ان کا ساتھ دوں گا، حضور ﷺ خوش ہوئے اور حضرت علی کے حق میں خوب دعائیں کیں۔ تاریخ شاہد ہے جو کچھ کمسنی میں حضرت علی نے فرمایا تھا حضور کی دعاؤں کی برکت سے وہ کر دکھایا۔ وہ واقعی رسول اللہ ﷺ کے دست و بازو بنے اور ہر موقع پر انہوں نے حضور علیہ السلام کا ساتھ دیا۔

مکی زندگی:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تیئس سال کی عمر تک مکہ ہی میں حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت و رفاقت میں رہے۔ حصول معاش کے لیۓ کوئی خاص پیشہ اختیار نہیں کیا۔ نوشت وخواند سیکھی، مروجہ جنگی فنون میں مہارت حاصل کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمدہ دینی، اخلاقی، روحانی تعلیمات سے بہرہ ور ہوئے اور اپنی زندگی کے اکثر اوقات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت وحمایت کے لیۓ وقف کر دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلوت وجلوت کی مجلسوں اور دعوت وتبلیغ کی سرگرمیوں میں ساتھ رہے۔ کاتب وحی بھی رہے، براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حصول علم وتربیت کے جو مواقع حضرت علی رضی اللہ عنہ کو میسر آئے وہ کسی دوسرے صحابی کو میسر نہ آ سکے۔ اسی لیۓ باب مدینۃ العلم کہلائے۔

﴿عشرۂ مبشرہ، ص:۲۶۵﴾

ہجرت:۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد مشرکین مکہ کو روکنے والا کوئی نہ رہا۔ جب ان کی ایذا رسانی حد سے بڑھ گئی تو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم خداوندی آ گیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے ایک ایک دو دو کر کے مسلمان مدینہ جانے لگے۔ بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر عازم مدینہ ہوئے۔ چونکہ صادق وامین پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اہل مکہ کی بہت سی امانتیں رکھی ہوئی تھیں اس لیۓ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سرکار علیہ السلام نے حکم دیا کہ ہجرت کی رات میری چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو جائیں اور لوگوں کی امانتیں واپس کر کے مدینہ چلے آئیں۔ بڑی ہی خوفناک اور خطرناک تھی وہ رات، دشمنوں نے اس رات اجتماعی حملہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ بھی اس خطرے سے آگاہ تھے۔ پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بڑے اطمینان سے سو گئے۔ بستر رسول پر سونا بھی بڑا اعزاز تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا۔

مدنی زندگی:۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل مکہ کی امانتیں لوٹا کر کے مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لے آئے اور مدینہ پہنچ کر اس فعال وسرگرم زندگی کا آغاز کیا کہ جس نے انہیں اسد اللہ الغالب بنا دیا۔ اسلام کی

اشاعت و استحکام کے لیئے جو بھی اقدامات نبی علیہ السلام نے کئے ان میں انہوں نے بھر پور حصہ لیا۔ مسجد نبوی شریف کی تعمیر میں دوسرے صحابہ کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بڑی محنت ولگن سے کام کئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر قیادت تمام غزوات میں شرکت کی۔ غزوۂ بدر ۲ھ میں قریش کے مانے ہوئے بہادروں اور سرداروں عتبہ، شیبہ کو مبارزت طلبی میں قتل کیا۔ ۵ھ میں غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قریش کے بہادر ترین شخص عمرو بن عبدود کو قتل کیا جو ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا، ۷ھ میں خیبر فتح ہوا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کلیدی کردار ادا کیا اور فاتح خیبر کہلائے ۸ھ میں فتح مکہ کے دن خانۂ کعبہ کے اندر رکھے ہوئے تمام بتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توڑ کر گرا دیا ایک بت بہت اونچائی پر نصب تھا وہاں تک ہاتھ نہیں پہنچتا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے کندھے پر سوار ہو کر اس بت کو توڑ دیجیئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، علی! تم بار نبوت کو نہیں اٹھا سکو گے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دوش مبارک پر اٹھا لیا اور حضرت علی نے وہ آخری بت بھی توڑ دیا۔ کعبہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بتوں کی نجاست سے پاک ہو گیا۔

حضرت خاتون جنت سے نکاح:۔ جنگ بدر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی محبوب ترین صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح کر دیا اور فرمایا، ''پیاری بیٹی! میں نے اپنے خاندان کے بہترین شخص سے تمہاری شادی کی ہے؛ شادی کے لیئے ضروری سامان، عطر وغیرہ خریدنے کے لیئے حضرت علی اپنی زرہ فروخت کرنے کی خاطر بازار مدینہ تشریف لے گئے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار سو درہم میں زرہ خرید کر قبضہ کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہدیہ کے طور پر لوٹا دی۔ زرہ اور درہم لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں کلمات خیر ارشاد فرمائے۔ اس رقم سے ضروری سامان خانہ داری اور ولیمہ کا انتظام کیا گیا۔ سامان میں ﴿ جسے لوگ جہیز کہتے ہیں ﴾ چمڑے کا ایک گدا جس میں کھجور کے پتے بھرے تھے، بان کی چارپائی، ایک چادر، آٹا پیسنے کی چکی، ایک چھاگل، ایک مشک اور دو مٹی کے گھڑے تھے۔

تقریب نکاح میں حضرت ابو بکر صدیق ،حضرت عمر فاروق ،حضرت عثمان غنی،حضرت طلحہ،حضرت زبیر رضی اللہ عنہم مہاجرین میں سے تھے اور انصار میں سے دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی شریک تھے۔دعوت ولیمہ میں کھجوریں،جوکی روٹیاں،پنیراورایک خاص قسم کا شوربہ تھا۔یہ تھی سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادی سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی سادہ ترین شادی حضرت مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ اور آج کے صاحب ثروت مسلمانوں کی شادیوں، دعوتوں اور باراتیوں کے تکلفات و اخراجات کا بھی تصور کیجئے جن کا اندازہ لاکھوں پہنچتا ہے۔

ایک انصاری صحابی حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مکانوں میں سے ایک مکان جو حجرۂ نبی کے قریب تھا اس مقدس جوڑے یعنی حضرت علی وفاطمہ رضی اللہ عنہما کی رہائش کے لیئے دے دیا اور اللہ ورسول کی رضاوخوشنودی حاصل کی۔

﴿عشرۂ مبشرہ،ص:۴۶۸/۴۶۹﴾

فضائل علی رضی اللہ عنہ احادیث مبارکہ میں

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا،

{ ۱ } انت منی و انا منک۔ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں،

﴿بخاری شریف جلد ۱ ص:۵۲۵﴾

{ ۲ } انَّ علیاً منّیِ و انا منہُ وھو ولیّ کل مومن۔ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ ہر مومن کے ولی ہیں۔

﴿ترمذی شریف،جلد،۲ ص:۲۱۲﴾

{ ۳ } مَنْ کُنتُ مولاہُ فعلیّ مولاہُ۔ جن کا میں مولیٰ ہوں اس کے علی مولیٰ ہیں۔

﴿مشکوۃ ص:۵۶۴﴾

{ ۴ } حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے،حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے

صحابہ کے درمیان بھائی چارہ کرایا۔اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے،عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے اپنے صحابہ کے درمیان مواخات کرایا مگر مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا۔

انتَ اخی فی الدنیا و الآخرۃ۔ تم میرے دنیا اور آخرت میں بھائی ہو۔

﴿ترمذی شریف جلد ٢ رص:٢١٣﴾

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

{٥} **انامدینۃ العلم و ابو بکر اساسھا و عمر حَیطانُھا و عثمان سَقَفَھا و علی بابُھا۔** میں علم کا شہر ہوں،ابوبکر اس کی بنیاد ہیں عمر اس کی دیوار،عثمان اس کی چھت اور علی اس کے دروازے ہیں۔

﴿مرقات شرح مشکوٰۃ،جلد ١١رص:٣٤٦﴾

{٦} حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی بنا کر یمن کی طرف بھیجا۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے فیصلہ کرنے کا تجربہ نہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مار کر یہ دعا فرمائی۔

اللّٰھُمّ اھْدِ قَلْبَہٗ و ثبّت لسانہٗ۔ اے اللہ اس کے دل کو نور ہدایت سے منور کر اور اس کی زبان کو درستگی عطا فرما۔

حضرت علی فرماتے ہیں، خدا کی قسم، اس کے بعد کسی معاملے کے فیصلہ کرنے میں مجھے ذرہ برابر بھی شبہ نہ ہوا۔

﴿المستدرک امام حاکم،جلد،٣رص:١٣٥﴾

{٧} حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں

انا سیدُ وُلدِ آدم و علیٌ سیدُ العرب۔ اور علی عرب کے سردار ہیں۔

﴿حلیہ ابونعیم،جلد،١رص:٦٣﴾

{٨} سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

علیٌّ مع القرآن و القرآنُ مَعَ علیٍّ حضرت علی قرآن کے ساتھ ہیں اور

قرآن علی کے ساتھ اور یہ دونوں حوض کوثر تک جدا نہیں ہوں گے۔ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں، قرآن کی ہر آیت کے متعلق جانتا ہوں کہ یہ کس کے بارے میں اور کہاں نازل ہوئی اور ہر آیت کے متعلق یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ رات میں نازل ہوئی ہے یا دن میں، اگر سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھوں تو اس تفسیر کی کتابیں ستر اونٹ اٹھائیں گے۔

﴿ تاریخ الخلفاء، ص: ۱۸۴ ﴾

{ ۹ } نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے

مکتوب علیٰ باب الجنة،	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد
لا الٰہ الا اللہ۔ محمد رسول اللہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں
و علیٌ اخ رسول اللہ۔	اور علی رسول اللہ کے بھائی ہیں۔

﴿ تاریخ بغداد، جلد ۱، ص: ۳۸۶ ﴾

فیصلہ:۔ ایک مکان میں رات کے وقت دو عورتیں تھیں ایک عورت کو لڑکا پیدا ہوا اور دوسری کو لڑکی پیدا ہوئی۔ دونوں میں اس بات پر جھگڑا ہوا کہ لڑکا میرا ہے ہر ایک کہتی ہے کہ لڑکا میرے پیٹ سے پیدا ہوا ہے، معاملہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے ایک عورت کو حکم دیا کہ ان دونوں عورتوں کا دودھ وزن کیا جائے ان دونوں میں سے ایک کا دودھ وزنی نکلا۔ آپ نے فرمایا کہ لڑکا اسی عورت کا ہے۔ آپ کی خدمت اقدس میں لوگوں نے عرض کیا یہ مسئلہ آپ نے کہاں سے نکالا؟ تو مولیٰ علی نے فرمایا، قرآن سے۔ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ یعنی مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو ہر چیز میں فضیلت عطا فرمائی ہے حتیٰ کہ غذا میں بھی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

خوارج ایک گمراہ گروہ تھا، امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہروان کے مقام پر ان سے جنگ کی اور ان کو شکست دی، اس جنگ میں خاصی تعداد میں خوارج قتل ہوئے، باقی جو بچے تھے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش کرنے لگ گئے۔ یہ خوارج حضرت علی، حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم ان تینوں حضرات کے خلاف تھے، تین خارجی ایک مقام پر اکٹھے ہوئے اور قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ابن ملجم نے کہا، ''میں علی ابن ابی طالب کو قتل کروں گا؛ برک نے کہا، ''میں معاویہ کو قتل کروں گا؛'' عمرو بن بکر نے کہا ''میں عمرو بن العاص کو قتل کروں گا؛۔ چنانچہ ابن ملجم کوفہ آیا اور مسجد کے دروازے کے پاس چھپ کر بیٹھ گیا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز فجر کے لیئے جب تشریف لائے تو ابن ملجم نے تلوار سے آپ پر حملہ کر دیا، تلوار آپ کے سر مبارک پر لگی اور آپ نے ۱۸/ رمضان المبارک ۴۰ھ میں شہادت کا جام نوش فرمایا۔ بوقت شہادت آپ کی عمر ۶۳/ سال تھی۔ جنازہ کی نماز آپ کے صاحبزادے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ آپ کی خلافت کی مدت چار سال نو ماہ چند دن ہے۔ آپ کی قبر انور نجف اشرف میں مرجع خلائق ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا، ''وہ آدمی بھی بڑا بدبخت تھا جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مارا تھا اور حضرت علی کا قاتل بھی بڑا بدبخت ہوگا۔ جس وقت حضرت علی پر ابن ملجم نے حملہ کیا اسی وقت ملک شام میں اس کے ساتھی برک نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا مگر حضرت معاویہ معمولی زخمی ہوئے اور ابن ملجم کا دوسرا ساتھی عمرو بن بکر، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیئے مسجد میں گیا مگر بیمار ہونے کی وجہ سے حضرت عمرو بن العاص مسجد میں نہ آئے۔ ابن ملجم کو لوگوں نے گرفتار کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد بطور قصاص اسے بھی قتل کیا۔

﴿ تاریخ ابن خلدون، جلد ۱، ص: ۷۴ ۵ ﴾

شان اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم:

ارشاد باری تعالیٰ ہے، اِنَّمَا یُرِیْدُ اللہ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَ کُمْ تَطْھِیْرًا

اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم اہل بیت سے ہر آلودگی کو دور فرما کر انہیں خوب اچھی طرح ستھرا کردے۔

اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی۔

احمد نے ابوسعید خدری سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت پنجتن کے متعلق نازل ہوئی ہے، یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے متعلق۔ ابن جریر نے اسے مرفوعاً ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ یہ آیت پنجتن کے متعلق نازل ہوئی۔ طبرانی نے بھی اسے ایسے ہی بیان کیا ہے۔ اور مسلم نے کہا ہے کہ آپ نے ان سب حضرات کو اپنی چادر میں داخل کیا اور اس آیت کو پڑھا۔ اور صحیح روایات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب حضرات پر اپنی چادر ڈالی اور کہا، اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں اور میرے خاص لوگ ہیں ان سے ناپاکی کو دور فرما اور انہیں اچھی طرح پاک کردے۔ حضرت ام سلمہ نے کہا میں بھی ان کے ساتھ ہوں فرمایا تو بھلائی پر ہے،

﴿الصواعق المحرقہ، ص: ۳۵۲﴾

لی خمسۃ اطفی بھا حر الوباء الحاطمہ
المصطفیٰ والمرتضیٰ وابناھما والفاطمہ

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیت تطہیر سے ظاہر ہے شان اہل بیت (مولانا حسن رضا بریلوی

۱۰ھ میں نجران کے عیسائیوں کی ایک جماعت سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئی، جس میں ان کے مذہبی پیشوا پادری بھی تھے، جنہوں نے بڑے قیمتی لباس پہنے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھوں میں سونے کی انگوٹھیاں بھی تھیں، ان عیسائیوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی تو یہ کہنے لگے، ہم تو پہلے

ایمان لا چکے ہیں آپ نے فرمایا: تم جھوٹ بول رہے ہو، تمہارا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور تم خنزیر بھی کھاتے ہو۔ وہ کہنے لگے کیا آپ نے کوئی ایسا بندہ دیکھا ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا ہو۔ ہم عیسیٰ علیہ السلام کو اس لیئے خدا کا بیٹا کہتے ہیں کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تمہاری یہ دلیل غلط ہے۔ اگر یہی دلیل خدا کے بیٹے ہونے کی ہے تو پھر تم آدم علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کیوں نہیں مانتے؟ ان کا بھی باپ نہیں تھا، بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کی تو ماں بھی نہیں تھی۔ نبی علیہ السلام نے قرآن کی آیات پڑھ کر ان کو سمجھایا، اللہ تعالیٰ پاک ہے اس کو اولاد کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں اور اس کے نبی ہیں۔ جب وہ واضح اور روشن دلائل کے باوجود نہ مانے اور اپنے باطل عقیدے پر اڑے رہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا، ان سے مباہلہ کرو، مباہلہ میں فریقین دعا کرتے ہیں کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہے اس پر خدا کی لعنت اور عذاب پڑے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآئَنَا وَ اَبْنَآئَکُمْ وَ نِسَآئَنَا وَ نِسَآئَکُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ۔ (سورۂ آل عمران آیت ٦١)

تو ان سے فرما دو کہ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں، پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دی تو وہ کہنے لگے ہمیں مشورے کے لیئے مہلت دیں کل آپ کو جواب دیں گے۔ عیسائیوں نے اس پر غور کرنے کے لیئے مجلس مشاورت منعقد کی، ان میں سارے جو تجربہ کار پادری تھے انہوں نے کہا، اے گروہ نصاریٰ! تم یقیناً دلوں میں سمجھ چکے ہو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی مرسل ہیں حضرت مسیح کے متعلق اس نبی نے فیصلہ کن باتیں کہی ہیں، تم کو بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل علیہ السلام میں نبی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔ کچھ بعید نہیں یہ وہی نبی ہوں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم ان سے صلح کرلیں، یہ طے کر کے وہ دوسرے دن صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

بارگاہ میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مباہلہ کے لیۓ تیار پایا، سرکار میدان مباہلہ میں اس شان سے تشریف لا رہے تھے، امام حسین آپ کی گود میں تھے، امام حسن آپ کی انگلی پکڑ کر ساتھ ساتھ چل رہے تھے، خاتون جنت حضرت فاطمہ اور حضرت علی مرتضی حضور علیہ السلام کے پیچھے آ رہے تھے اور سرکار ان سے فرما رہے تھے جب میں دعا کروں تو آمین کہنا حضور علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا۔

اللھم ھو لاء اھل بیتی۔ اے خدا! یہ میرے اہل بیت ہیں،

جب عیسائیوں کے بڑے پادری نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی اور حسنین کریمین کے مقدس اور نورانی چہرے دیکھے تو کہا کہ اے عیسائیو! میں ایسے پاک چہرے دیکھ رہا ہوں اگر یہ دعا کریں تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ سکتے ہیں، اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو برباد ہو جاؤ گے اور تمہارا نام و نشان تک مٹ جائے گا ایک نصرانی بھی زمین پر باقی نہیں رہے گا۔ آخر کار انہوں نے مباہلہ چھوڑ کر سالانہ جزیہ دینا قبول کیا اور صلح کر کے واپس نجران چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو بندر اور خنزیر بن جاتے اور ان پر آگ برستی۔

﴿مدارج النبوہ، جلد ۲ رص: ۶۵۰﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَ مَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا۔

اے نبی! اعلان کر دو کہ میں اس پر تم سے سوائے قریبوں کی محبت کے اور کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا اور جو نیکی کرتا ہے ہم اس کے لیۓ اس میں حسن کو زیادہ کر دیتے ہیں۔

اس کی تفسیر احمد، طبرانی، ابن ابی حاتم اور حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ جب اس آیت کا نزول ہوا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے وہ کون قرابت دار ہیں جن سے محبت کرنا واجب ہے؟ فرمایا، علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے یعنی حضرت امام

حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم۔

یہ آیت اپنے اندر یہ مفہوم بھی لیئے ہوے ہے کہ جوشخص آپ کی آل کی محبت طلب کرے گا یہ بات اس کے کامل ایمان میں سے ہوگی ، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس لیئے محبت رکھو کہ وہ تم کو اپنی نعمتیں کھانے کے لیئے دیتا ہے، اور مجھ سے محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے رکھو اور میرے اہل بیت سے محبت میری محبت کی وجہ سے رکھو۔

﴿الصواعق المحرقہ، ص: ۴۰۳۔۴۰۷﴾

اہل بیت سفینۂ نوح کی مثل ہیں:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

انَ مثل اهل بیتی فیکم مثلُ سفینة نوح مَن رَکبها نجا وَ مَن خلف عنها هلک۔ ﴿مشکوۃ،ص: ۵۷۳﴾

میرے اہل بیت تم میں سفینۂ نوح کی مثل ہیں جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا ہلاک ہوگیا۔

اور صحابۂ کرام کے بارے میں فرمایا

اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم۔ ﴿مشکوۃ:ص: ۵۵۴﴾

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جن کی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب رسول
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی۔

﴿اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ﴾

اہل بیت زمین والوں کے لیئے امن:

النجوم امان لاھل السماء و اھل بیتی امان لاھل الارض۔

{الشرف المؤبد، ص:۴۰}

ترجمہ:۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، آسمان والوں کے لیئے ستارے امان ہیں اور زمین والوں کے لیئے میرے اہل بیت امان ہیں۔

قرآن اور اہل بیت: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور نبی کریم ﷺ نے مکہ اور مدینہ کے درمیان غدیر خم میں خطبہ ارشاد فرمایا، حمد وثنا اور وعظ ونصیحت کے بعد ارشاد فرمایا، لوگو! میں انسان ہوں، قریب ہے کہ میرے پاس رب کا بھیجا ہوا فرشتہ (ملک الموت) آئے اور اللہ تعالیٰ کا حکم قبول کروں سنو! **انا تارکٌ فیکم الثقلین اوّلُھما کتاب اللّٰہ فیہ الھدیٰ والنور فخذو بکتاب اللّٰہ و استمسکوا بہ فحث علیٰ کتاب اللّٰہ و رغّب فیہ ثمّ قال و اھل بیتی اُذکر کمُ اللّٰہ فی اھل بیتی اذکر کم اللّٰہ فی اھل بیتی۔**

﴿مشکوۃ: ص:۵۶۸﴾

ترجمہ:۔ اور میں تم میں دو نفیس اور گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان میں پہلی چیز کتاب اللہ یعنی قرآن پاک ہے، جس میں ہدایت اور نور ہے تو خدائے تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔ راوی کہتے ہیں کہ قرآن پاک کے بارے میں لوگوں کو رغبت دلائی پھر اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: ﴿دوسری گراں قدر چیز﴾ میرے اہل بیت ہے، میں تمہیں اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ڈراتا ہوں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے دن رسول اکرم ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، میں نے سنا، کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''**یا ایھا الناس انّی ترکتُ فیکم ما ان اخذتم بہ لَنْ تضلّوا کتاب اللّٰہ و عترتی اھل بیتی۔**{مشکوۃ ص:۵۶۹}

ترجمہ:۔ اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑی ہے کہ تم اس کو پکڑے رکھوتو کبھی گمراہ نہ ہو گے، ایک کتاب ہے اور میری اولاد، میرے اہل بیت۔

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، کلُّ سبب و نسب ینقطعُ یوم القیامۃ الا سببی و نسبی۔ یعنی قیامت کے دن ہر سبب اور نسب منقطع ہو جائے گا مگر میرا سبب اور نسب باقی رہے گا۔

{الشرف المؤبد، ص:۳، صواعق محرقہ}

شان حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

منقبت در شان حضرت زہرا۔ از پیر سید نصیر الدین گولڑوی۔ مدظلۂ العالی۔

کیوں نہ ہو معیار سخا حضرت زہرا — ہیں دختر محبوب خدا حضرت زہرا
ہیں نور محمد بخدا حضرت زہرا — محشر میں ہیں رحمت کی گھٹا حضرت زہرا
مادر ہیں وہ زینب کی حسین اور حسن کی — ہیں آل محمد کی ردا حضرت زہرا
اوصاف حمیدہ میں وہ ممتاز ہیں سب سے — جملہ خواتیں سے جدا حضرت زہرا

اب تو ہے نصیر ان سے عقیدت کا یہ عالم
ہر حال میں ہے ورد میرا حضرت زہرا۔

ولادت باسعادت: ملکۂ ملک سخاوت، مطلع چرخ کرامت، سرچشمۂ صبر ورضا، ام شہیدان وفا، جگر گوشۂ محبوب خدا، نور نظر خدیجۃ الکبریٰ، زینت قلب علی مرتضیٰ، طیبہ، طاہرہ، عابدہ، زاہدہ، شاکرہ، قانعہ، صابرہ حضرت سیدۃ النساء، خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف کی اکتالیسویں برس میں ہوئی۔ جیسا کہ المستدرک ج۳ص:۱۶۱، حاشیہ بخاری ص ۵۳۲، میں ہے "وُلِدَتْ فاطمۃُ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سنۃ احدیٰ و اربعین مِن مولد رسول اللہ ﷺ ۔ یعنی اعلان نبوت کے پہلے سال جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری عمر شریف اکتالیس برس ہوئی تو حضرت سیدہ

فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت باسعادت ہوئی۔

خون خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
اس بتول جگر پارۂ مصطفےٰ حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا فاطمۃُ بضعۃٌ منی فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے

{اشعۃ اللمعات، ج، ۴/ص: ۶۸۵}

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مطہر کا حصہ ہیں۔

﴿مواہب لدنیہ، ص: ۴۳۶﴾

ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میری بیٹی فاطمہ جب میری شکم میں تھی تو ہر روز جنت کی خوشبو سونگھا کرتی تھی پھر وہ جنت کی کلی سیدہ فاطمہ میری گود میں آ گئی۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ کے سر انور کو سونگھا کرتے تھے، کیونکہ وہاں سے جنت کی خوشبو آتی تھی اسی لیئے آپ کو زہرا کہا جاتا ہے۔

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول۔

حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے فضائل میں حضرت علامہ اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ابنتہٗ فاطمۃ انّھا کانت لاتحیض و کانتْ اذاوُلدتْ طَھُرَتْ مِن نفاسھا بعد ساعۃٍ و کذالک سُمّیتْ الزھراء۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حیض سے پاک تھیں، اور بچے کی ولادت سے ایک ساعت بعد آپ پاک ہوجاتیں۔ اسی لیئے آپ کا نام زہرا ہے۔ اور آپ کی کوئی نماز قضا نہ ہوتی۔

نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم فرماتے ہیں، اِنَّ اٌبنَتِی فاطمۃَ حوراۤءُ آدمیۃٌ لَمْ تَحِضْ و لَمْ تَطْمَثْ۔ یہ میری بیٹی فاطمہ انسانی حور ہے اور حیض و نفاس سے پاک ہے

سیدہ کی نشو نما: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یوں تو ساری عمر مبارک رنج و محن، درد و الم، مصائب و آلام میں گزری۔ مگر بچپن، دکھوں اور مصیبتوں کے ماحول میں انتہائی کٹھن گزرا، جب آپ کی عمر شریف ڈھائی برس ہوئی اور آپ نے ہوش سنبھالا اسی وقت

سے آپ نے کفار و مشرکین کا ظلم و جبر مسلمانوں پر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ عتبہ بن ابی معیط نے دوران نماز اونٹ کی اوجھڑی لا کر حضور علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دی حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ ہی میں رہے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر ہوئی تو آپ آئیں اور اوجھڑی اتار کر دور پھینک دیا۔

﴿مدارج النبوۃ، ج۲ ص:۶۲﴾

اسلام کی اشاعت کا کام آگے بڑھا تو کفار و مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مکمل سوشل بائیکاٹ کیا اور آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ کرام کو بھی شعب ابی طالب میں بند کر دیا۔ حضور علیہ السلام کے ساتھ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ اور ان کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بھی محصور تھیں۔ خوراک ختم ہو چکی تھی۔ جنگلی بوٹیوں اور پتوں پر گزارا ہو رہا تھا اور یہ سب ماحول حضرت سیدہ ملاحظہ فرما رہی تھیں، اور اس کٹھن امتحان میں برابر کی شریک تھیں، چھ سال کی عمر میں سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے والدین کے ساتھ ان تمام اذیتوں کو کمال صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کیا اور کبھی اپنے والدین سے بھوک پیاس کی شکایت نہ کی۔ نبوت کے ساتویں سال ماہ محرم میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام اور آپ کے ہمراہیوں کو شعب ابی طالب کی محصوری و بندش سے رہائی ملی ،ظالمانہ محاصرہ ٹوٹ جانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فریضۂ رسالت بہت زیادہ سرگرمی سے ادا کرنا شروع کیا۔ ابھی آرام وسکون سے ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ مہربان چچا ابو طالب داغ مفارقت دے گئے۔ قلب وجگر کو پارہ پارہ کرنے والے اس صدمہ کو ابھی ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی فردوس بریں کی طرف سدھاریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انتہائی رنج ہوا اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر غم والم کے پہاڑ ٹوٹے۔

سیدہ کی رخصتی: رمضان المبارک ۲ھ میں غزوۂ بدر سے واپسی کے بعد حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔ اس وقت سیدہ کی عمر شریف پندرہ (۱۵) سال اور حضرت علی کی اکیس سال تھی نکاح کے تھوڑے عرصے کے بعد حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس

میں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا آئیں اور عرض کی یا رسول اللہ علیک السلام میں ایک کام سے آئی ہوں اور وہ کام یہ ہے کہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پیغام لے کر حاضر ہوئی ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ حیا کی وجہ سے خود عرض نہ کر سکے اس لیئے مجھے بھیجا ہے کہ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی فرما دیں۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت علی کی اس درخواست کو قبول فرمایا اور ارشاد فرمایا، جاؤ علی کو ساتھ لے آؤ۔ حضرت ام ایمن واپس چلی گئیں تو حضور ﷺ نے تمام ازواج مطہرات کو حکم دیا کہ آج فاطمہ کی رخصتی ہے، ان کی رخصتی کے انتظامات مکمل کرلو۔ بالآخر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آنکھیں اشکبار ہیں اور حضور رحمت عالم تسلی دے رہے ہیں۔ شہزادئ رسول، سیدہ بتول کے دل میں غموں کا طوفان ہے، ماں کی یاد اور سسرال کے گھر کا خوف، سب کچھ سینے میں دبائے ہوئے آپ رخصت ہوگئیں۔ رخصتی کے وقت حضور ﷺ نے ازواج مطہرات اور انصار و مہاجرین کی عورتوں کو ارشاد فرمایا: ''میری بیٹی کی رخصتی پر تم تکبیر وتحمید اور تسبیح پڑھتی ہوئی ساتھ ساتھ چلو حضرت سیدہ فاطمہ مستورات کے درمیان ہیں الحمد للہ اور سبحان اللہ کی صدائیں آرہی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گھر قریب ہی تھا۔ ایک کچا سا کوٹھا تھا، مینڈھے کی کھال کی جائے نماز، کھجوروں کے پتوں کا بھرا ہوا تکیہ، ایک مشکیزہ، ایک مٹی کا گھڑا، بس یہ تھا مولائے کائنات کا کل اثاثہ۔ فقر تھا، صبر تھا، سادگی تھی، وجاہت تھی، عزت تھی، محبت تھی، اور استراحت کے لیئے کھجور کی چٹائی تھی۔ سیدہ فاطمہ حضرت علی کے گھر رخصت کر کے لائی گئیں اور کھجور کی چٹائی پر بٹھا دی گئیں۔

﴿طبقات ابن سعد، ج ۸ / ص: ۴۴﴾

سیدہ رضی اللہ عنہا کا فقر و استغنا:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شہزادی کی پرورش فرماتے ہوئے فقر و استغنا کی تعلیم و تربیت بچپن ہی میں دے دی تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ''الفقر فخری، فقر میرا فخر ہے فرما کر سیدہ کا حوصلہ خوب خوب بڑھایا تھا، چنانچہ سیدہ کی زندگی فقر و غنا ہی میں گزری تھی۔

شہزادئ رسول بہت بڑی صابرہ تھیں ان کے صبر کا یہ عالم تھا کہ ابھی شادی کو چند ہی دن گزرے تھے کہ ایک دن حضرت حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کچھ کھانے کو مانگا آپ فرمانے لگیں، ''اے میرے سرتاج! تین دن سے گھر میں جو کا ایک دانہ بھی نہیں ہے؛ حضرت علی نے سنا تو پریشان ہو گئے۔ دل میں سوچنے لگے کہ میں تو فاقوں کا عادی تھا ہی یہ کیا ہو گیا سیدہ فاطمہ بھی تین دن سے فاقہ سے ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا تو نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟ میں تیرے لیئے کچھ انتظام کرتا۔ سیدہ نے جواب دیا، اے میرے سرتاج مجھے کچھ مانگنا آتا نہیں اور میرے ابا حضور نے فرمایا تھا کہ بیٹی علی کو پریشان نہ کرنا اور اس سے کچھ مانگ کر شرمندہ نہ کرنا۔

سیدہ کی سخاوت:۔ صبح سویرے کسی سائل نے صدا لگائی کہ اہل بیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کپڑے کا سوال ہے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سائل کی صدا سن کر سوچ ہی رہی تھی کہ کون سا کپڑا دیا جائے؟ نیا یا پرانا؟ پھر قرآن کریم کی یہ آیت ذہن میں آئی۔ **لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ،** تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک خدائے پاک کی راہ میں اپنی سب سے پسندیدہ چیز خرچ نہ کرو گے؛ بس قرآن کی یہ آیت یاد آتے ہی شادی میں بطور جہیز ملنے والا قیمتی کپڑا سائل کو عطا فرما دیا۔ اللہ اکبر،

﴿معارج النبوۃ، ج، ۴، ص:۱۴۱﴾

سیدہ کا صبر:۔ ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو سیدہ کا چہرہ اترا ہوا نظر آیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا، میری بیٹی کیا بات ہے کہ تیرا چہرہ اترا ہوا ہے؟ عرض کی ابا جان! ''اور تو کوئی ایسی بات نہیں البتہ تین دن سے کھانا نہیں کھایا ہے؛ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مازاغ چشم پاک میں آنسو آ گئے اور فرمایا، بیٹی! تیرا باپ بھی تین دن سے فاقہ سے ہے، ایک لقمہ بھی نہیں کھایا ہے، بیٹی صبر کرو اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے۔ تیرا باپ سارے رسولوں کا سردار ہے تیرا شوہر دنیا و آخرت کے

مردوں کا سردار ہے اور تو دونوں جہان کی عورتوں کی سردار ہے۔ بیٹی فقر میں نے خود اختیار کیا ہے۔ یہ سن کر سیدہ کی پریشانی ختم ہوگئی۔

﴿نزہۃ المجالس، ج، ۲/ص: ۲۲۳﴾

سیدہ کا جنتی جوڑا:

ایک یہودن کی شادی تھی جو بہت مالدار تھی، مدینہ طیبہ کی چند یہودی عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیں کہ ہمارے گھر شادی ہے، ہماری خواہش ہے کہ آپ کی صاحبزادی بھی اس شادی میں شرکت فرمائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی درخواست قبول کر کے ارشاد فرمایا: ہم وقت مقررہ پر اپنی بیٹی کو تمہارے گھر بھیج دیں گے در اصل اس شادی میں سیدہ کو بلا کر ان کا مذاق اڑانا تھا کہ یہودی عورتوں کو معلوم تھا کہ سیدہ کے لباس پر کئی کئی جگہ پیوند لگے ہوئے ہیں اور جب وہ اس حالت میں آئیں گی تو ہم ان کا مذاق اڑائیں گے کہ یہ ہے مسلمانوں کے نبی کی بیٹی کہ جس کے لباس پر اتنے پیوند لگے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سیدہ کے گھر تشریف لائے اور اس شادی میں جانے کا حکم فرمایا، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے لباس کے بارے میں خیال فرمایا ہی تھا کہ کہیں یہودی عورتیں میرا مذاق نہ اڑائیں؟ کہ اتنے میں حضرت جبرئیل بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے یہ جنتی جوڑا آپ کی صاحبزادی کے لیئے بھیجا ہے کہ اسے پہن کر شادی میں جائیں **فنزل جبریل بحُلّۃٍ من الجنۃ فلما لبستھا، الخ۔**

جب سیدہ رضی اللہ عنہا وہ لباس پہن کر یہودی عورتوں کے پاس گئیں جو کہ پہلے سے مذاق اڑانے کے لیئے تیار کھڑی تھیں، انہوں نے سیدہ کا جنتی جوڑا دیکھا تو ان کے رنگ اڑ گئے۔ جب پوری شان کے ساتھ سیدہ فاطمہ ان عورتوں کے درمیان جلوہ افروز ہوئیں تو ساری عورتیں خادمہ اور کنیز کی طرح دِکھ رہی تھیں بالآخر حیرت واستعجاب میں ڈوب کر سیدہ سے اس جوڑے کے بارے میں پوچھنے لگیں کہ یہ جوڑا کہاں سے منگوائی ہو؟ کون لایا ہے؟ تو سیدہ نے جواب دیا کہ اللہ وحدہ لاشریک نے جنت سے حضرت جبریل کی معرفت میرے ابا جان کے پاس بھیجا ہے۔ اتنا سنتے ہی ساری عورتیں داخل اسلام ہوگئیں اور پڑھنا شروع کیا **اشھد ان لاالہ الا اللہ و اشھد ان محمد عبدہٗ و رسولہ۔** ﴿نزہۃ المجالس، جلد، ۲/ص: ۲۴۶﴾

وظیفۂ فاطمہ رضی اللہ عنہا:۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا شب و روز گھر کے کام اور عبادت الٰہی اور اپنے شوہر کی خدمت میں مصروف رہتی تھیں۔ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ یہ چکی پیستے پیستے آپ کے مبارک ہاتھوں پہ چھالے پڑ گئے ہیں اس لیۓ ایسا کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ان دنوں کافی غلام اور کنیزیں موجود ہیں جو ضرورت مندوں میں تقسیم فرما رہے ہیں آپ بھی جائیں اور ایک کنیز لے آئیں جو کام میں آپ کا ہاتھ بٹائے،سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خواہش پیش کردی جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ ان کی لاڈلی بیٹی کو خادمہ کی ضرورت ہے جو ان کا ہاتھ بٹائے،تو خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ کے گھر تشریف لاکر ارشاد فرماتے ہیں،بیٹی!ہم نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے کیا ہم نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ دنیا کی مشقت و محنت خاطر میں نہیں لانی چاہئے۔کیا تمہیں ایسی چیز نہ بتادوں جو غلاموں اور کنیزوں سے بہت زیادہ بہتر ہے؟روزانہ یہ وظیفہ پڑھ لیا کرو۔سبحان اللہ ۳۳/ بار،الحمد للہ ۳۳/ بار،اللہ اکبر ۳۴/ بار

﴿بخاری شریف،ج،ا رص:۶۲۶﴾

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال باکمال اور سیدہ کے پردہ کا خیال:

حبیب کردگار،سید ابرار احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ زمین پر جاؤ اور میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موت کا ذائقہ چکھاؤ تا کہ میرا وعدہ پورا ہو جائے،مگر خیال رکھنا کہ بغیر اجازت کے ان کے گھر میں داخل نہ ہونا اور نہ ان کی اجازت کے بغیر روح مبارک قبض کرنا حکم الٰہی کے مطابق ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ حضرت ملک الموت در رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہو گئے اور آواز دی،”اے اہل بیت نبوت!مجھے اجازت دیجئے کہ اندر داخل ہوں،میں بڑی دور سے آیا ہوں۔“اس وقت حضور علیہ السلام کے سرہانے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف فرما

تھیں انہوں نے جواب دیا ابھی ابا جان کی طبیعت ناساز ہے اس لئے اندر آنے کی اجازت نہیں ہے سیدہ کا جواب سن کر حضرت عزرائیل علیہ السلام خاموش ہو گئے، پھر تھوڑی دیر بعد اجازت طلب کی تو سیدہ نے پھر وہی جواب دیا۔ تھوڑی دیر بعد تیسری بار پھر اجازت طلب کی تو آواز قدرے بلند تھی کہ جس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے چشمان مبارک کھل گئیں اور اہل بیت سے مخاطب ہو کر فرمایا، تمہیں کیا ہوا؟ عرض کی حضور ایک دیہاتی اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے اور وہ واپس جانے کو تیار ہی نہیں ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا؛ بیٹی! تم جانتی ہو وہ کون ہے؟ عرض کی اللہ و رسول بہتر جانتے ہیں۔ تو فرمایا یہ لذتوں کو توڑنے والا، آرزو اور مرادوں کا منقطع کرنے والا، ساتھیوں سے علیحدہ کرنے والا، بچوں کو یتیم کرنے والا اور عورتوں کو بیوہ کرنے والا ملک الموت عزرائیل علیہ السلام ہے، اسے دروازوں کی ضرورت نہی یہ تو بند دروازوں اور دیواروں سے داخل ہو جاتا ہے۔ اے لخت جگر! آج یہ تیرے باپ کی روح قبض کرنے کے لیئے آیا ہے، بیٹی! اسے تو میرے آستانۂ مقدس اور تمہارے پردے کا خیال تھا ورنہ اجازت طلب کرنا تو اس کی عادت نہیں ہے، یہ سن کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنکھوں میں اشکوں کا سیلاب امنڈ آیا، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی صاحبزادی کی بیقراری کو دیکھ کر ان کے کان مبارک میں فرمایا بیٹی! میرے اہل بیت میں سے تو ہی سب سے پہلے میرے پاس آئے گی۔ یہ سن کر سیدہ کو قرار آیا اور انہوں نے پردہ فرمایا، تب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ملک الموت کو اندر آنے اور روح قبض کرنے کی اجازت دی۔ اور ملک الموت نے اپنا کام بحکم الٰہی تمام کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ ﴿روضۃ الشہدا، ص:۱۱۰﴾

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال مبارک کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک ایک لمحہ صدیوں کی طرح گزرتا تھا، اور آپ کو کبھی ہنستے نہ دیکھا گیا، آنکھیں ہمیشہ اشک بار رہتیں دل بے قرار رہتا مسلسل پریشانی و بیقراری میں کسی طرح دن کٹتے رہے۔

خواب میں رحلت کا اشارہ:۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے خواب کا ذکر کرتے ہوئے بتایا، کہ اے میرے سرتاج! اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی کی گھڑی آگئی ہے۔ میں نے خواب میں ابا حضور کو دیکھا ہے کہ آپ بلند جگہ کھڑے ہیں اور چاروں طرف دیکھ رہے ہیں جیسے کسی کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں میں نے عرض کیا، ابا جان! آپ کی جدائی میں میری جان جل گئی

ہے چاروں طرف مجھے تاریکی کا احساس ہورہا ہے، میری روح بیقرار ہے، یہ سن کر ابا جان نے ارشاد فرمایا، بیٹی! میں اس جگہ تیرا ہی انتظار کررہا ہوں، عنقریب تو دنیا کی مصیبتوں سے نجات پا کر میرے پاس آجاؤ گی؛ یعنی دنیاوی قید خانوں سے نکل کر دارالامن میں آجاؤ گی۔ یہ خواب بیان کرنے کے بعد خود فرماتی ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ آج کی رات یا کل کی رات ابا جان کے حضور پہنچ جاؤں گی۔

سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیت:۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دوران مرض حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا کہ کیا کوئی ایسا طریقہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص میرا جنازہ نہ دیکھ سکے؛ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا ''میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ وہاں کے لوگ چارپائی پر درختوں کی شاخیں باندھ کر کپڑا ڈال دیتے ہیں، تو وہ چارپائی ڈولی کی صورت اختیار کرجاتی ہے، پھر حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چند شاخیں لے کر پالکی نما صورت بنا کر دکھائی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، ''ما احسن ھٰذا او اجملہ تعرف بہ المرأۃ من الرجل ؛ کیا ہی اچھی اور خوب ہے (یہ پالکی نما چارپائی) جس سے عورت کو مرد سے پہچانا جاتا ہے۔

﴿سنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۴/ص: ۳۷، حلیۃ الاولیاء، ج، ۲/ص: ۴۳﴾

پھر فرمایا، جب میرا جنازہ تیار ہوجائے تو اسی قسم کی ڈولی نما چارپائی تیار کرنا اور مجھے رات کے وقت دفن کرنے لے جانا۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کا غسل:۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا، ''امّی جان مجھے غسل کرادیجئے؛ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غسل کرادیا پھر سیدہ رضی اللہ عنہا چارپائی پر قبلہ رخ لیٹ گئیں اور فرمایا، ''اب میں وفات پاجاؤں گی۔ میں نے غسل کرلیا ہے لہٰذا میرا جسم غسل کے لیئے نہ کھولا جائے وہ الفاظ یوں نقل ہے، ''یا اُمَّہُ انی مقبوضۃُ الآنَ و قد تطھّرتُ فلا یکشفنی احد؛ اے امی جان! عنقریب میں دنیا سے رخصت ہونے والی ہوں اور میں نے غسل کرلیا ہے اس لیئے اب کوئی بھی غسل کے لیئے میرا جسم نہ کھولے۔

{طبقات ابن سعد، ج، ۸/ص: ۲۶، مسند امام احمد، ص: ۴۶۲}

سیدہ کا وصال مبارک:۔ امام المفسرین شیخ محمد اسماعیل رحمۃ اللہ

علیہ فرماتے ہیں کما رُوِیَ ان فاطمۃ رضی اللہ تعالی عنہا لمّا نزَلَ علیہا ملکُ الموت لمْ ترضِ بقبضہٖ فقبَضَ اللہُ رُوحھَا۔
جیسا کہ روایت کی گئی ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ملک الموت روح قبض کرنے کے لیئے حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہا اس پر راضی نہ ہوئیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے خود آپ کی روح قبض فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حسب وصیت پورے پردے کے ساتھ رات کے وقت آپ کا جنازہ جنت البقیع کی طرف حضرت علی، حضرت عباس اور فضل بن عباس اور پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم چلے۔ حضرت علی المرتضیٰ یا حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر انور میں حضرت عباس اور فضل بن عباس اترے اور جنت البقیع میں آپ سپرد خاک کی گئیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ، وہ فرماتے ہیں کان علیؓ یزور قبرھا فی کل یوم۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر روز سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کی زیارت کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سیدہ کے فیضان سے ہم سب کو مالا مال فرمائے آمین۔

﴿نور الابصار،ص:۷۴﴾

شان سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۵/ رمضان المبارک ۳ھ میں پیدا ہوئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتویں روز ان کا عقیقہ کیا اور ایک مینڈھا ذبح کیا۔ اپنے نواسے کے سر کے بال منڈوا کر بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے وقت حضرت امام حسن کی عمر سات سال چند ماہ تھی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضور کے اہل بیت میں سے تھے آپ کے والد محترم خلیفۂ چہارم سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور والدہ محترمہ خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور نانا جان حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے بھائی تھے۔

فضائل امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

﴿۱﴾ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

دیکھا کہ حضرت حسن بن علی آپ کے کاندھے پر تھے اور حضور ﷺ فرمارہے تھے، **اللھم انّی اُحِبُہٗ فاحبہٗ۔** اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔

﴿بخاری شریف، جلد ۲، ص: ۵۳۰﴾

﴿۲﴾ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو اس حال میں منبر پر دیکھا کہ حسن ابن علی آپ کے پہلو میں تھے، کبھی حضور علیہ السلام لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی امام حسن کی جانب اور آپ نے فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرادے گا۔

﴿بخاری شریف، جلد ۲، ص: ۵۳۰﴾

خلافت:۔ حضور علیہ السلام کے ارشاد گرامی کے مطابق حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ تک خلافت کے امور انجام دیئے، وہ اس طرح کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وصال باکمال ہو گیا اور سبھوں نے حضرت امام حسن کو خلافت کی ذمہ داری سونپ دی تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ قوم کے سردار اور امیر ہو گئے۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے لشکر کے درمیان اختلاف واقع ہوا اور نزاعی صورت پیدا ہوگئی عنقریب مسلمانوں کے درمیان بہت بڑی جنگ ہو جاتی اور خون خرابہ ہوتا تو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کی خاطر خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت سنبھالنے کے لیئے مقرر فرمایا۔ اس طرح مسلمانوں کو جنگ وجدال اور فساد وقتال سے آپ نے بچایا۔ حضور ﷺ کے اس فرمان عالی شان میں اسی طرف اشارہ ہے۔

﴿۳﴾ ایک دفعہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر رسول پاک پر رونق افروز تھے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ جبکہ آپ بچے تھے تشریف لائے اور فرمایا ''**اُنْزِلْ عَنْ مجلِس اَبِیْ**؛ یعنی میرے ابا جان کی جگہ سے اتر جاؤ؛ تو جواب میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''**صَدَقْتَ وَ اللہِ اِنَّہٗ لمَجلِسُ اَبِیکَ**۔ بے شک تم نے ٹھیک کہا ہے۔ بخدا واقعی یہ تمہارے ابا جان کی جگہ ہے۔'' پھر آپ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیا اور زار و قطار رونے لگے۔

﴿صواعق محرقہ﴾

﴿۴﴾ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھائے ہوئے تھے اور ان سے فرما رہے تھے تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ ہو، علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پاس کھڑے مسکرا رہے تھے۔

﴿بخاری شریف، جلد ۲، ص: ۵۳۰﴾

﴿۵﴾ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر سے سینہ مبارک تک حضور علیہ السلام کے مشابہ تھے اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سینہ مبارک سے پاؤں تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔ ﴿مشکوٰۃ، ص: ۵۷۱﴾

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رقم طراز ہیں:

ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما نور کا

﴿۶﴾ حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، **الحسن و الحسین سیدا شباب اھل الجنة**۔ سیدنا امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

﴿ترمذی، جلد ۲، ص: ۲۱۸۔ مشکوٰۃ، ص ۵۷۰﴾

﴿۷﴾ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، **انَّ الحسنَ و الحسین هما ریحانی من الدنیا**، بے شک حسن و حسین رضی اللہ عنہما دنیا میں دونوں میرے پھول ہیں۔

﴿ترمذی، جلد ۲، ص: ۲۱۸۔ مشکوٰۃ: ۵۷۰﴾

﴿۸﴾ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ سنا رہے تھے کہ امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لائے، دونوں نے سرخ لباس پہنے ہوئے تھے، بوجہ بچپن کے اور فرش کے ہموار نہ ہونے کے چلتے اور گرتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اترے ان دونوں کو اٹھایا اور اپنے آگے بٹھایا اور ارشاد فرمایا، "**صدق اللہ**" **انما اموالکم و اولادکم فتنة، نظرتُ الیٰ هٰذین الصبین یمشیان و یعثران فلم اصبر حتیٰ قطعتُ حدیثی و رفعتُهما**۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارا مال اور تمہاری

اولاد فتنہ ہیں، میں نے ان دونوں بچوں کو چلتے اور گرتے پڑتے دیکھا تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا یہاں تک کہ اپنا کلام منقطع کیا اور ان دونوں شہزادوں کو اٹھا لیا۔ ﴿مشکوٰۃ،ص:۵۷۱﴾

﴿۹﴾ ایک روز حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کشتی لڑنے لگے۔ تو حضور ﷺ اس کشتی کو ملاحظہ فرماتے ہوئے کہہ رہے تھے، حسن! حسین کو پکڑو۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عرض کرتی ہیں: ابا حضور! آپ حسن سے فرماتے ہیں کہ حسین کو پکڑو جبکہ حسین چھوٹا ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا، جبریل علیہ السلام حسین کو فرماتے ہیں کہ حسن کو پکڑو۔

﴿شواہد النبوۃ،ص:۳۰۴﴾

﴿۱۰﴾ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، ''مَنْ اَحَبَنِی وَ اَحَبَ ھٰذین و اباھما و اُمَّھُما کان معی فی درجتی یوم القیامۃ؛ یعنی جس نے مجھ سے اور ان دونوں شہزادوں سے اور ان کے ماں باپ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔

﴿ترمذی شریف، جلد، ۲/ص:۲۱۵﴾

﴿۱۱﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ اہل بیت میں آپ کو زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا، ''حسن اور حسین رضی اللہ عنہما؛ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے ہیں کہ میرے بچوں کو بلاؤ، پھر حسنین کریمین کو آپ سونگھتے اور جسم اقدس سے لپٹا لیتے تھے۔

﴿ترمذی شریف، جلد، ۲/ص:۲۱۸﴾

﴿۱۲﴾ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک رات میں سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا، تو دیکھا کہ حضور علیہ السلام حسنین کریمین کو اٹھائے ہوئے تشریف لائے اور ارشاد فرمائے، ''یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں؛۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُحِبُّھُما وَ اَحَبَّ مَنْ یُحِبُّھُما۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ اور جو ان سے محبت رکھے ان سے بھی محبت رکھ۔

﴿ترمذی شریف، جلد، ۲/ص:۲۱۸، مشکوٰۃ ص:۵۷۰﴾

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زہد و تقویٰ:۔ حضرت امام حسن رضی اللہ

عنہ بڑے برد بار عابد اور متقی تھے، آپ نے پیدل چل کر پچیس حج کئے، سخاوت کا یہ عالم تھا کہ مانگنے والے کو ایک لاکھ درہم تک عطا فرما دیتے تھے، آپ نے دو مرتبہ گھر کا پورا مال راہ خدا میں دے دیا اور تین مرتبہ گھر کا آدھا مال فی سبیل اللہ دے دیا۔

ایک شخص نے امام حسن سے پوچھا کہ تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی بات یاد ہے؟ تو آپ نے فرمایا، ہاں! میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا، راستہ میں صدقہ کی کھجوروں کا ایک ڈھیر لگ رہا تھا میں نے اس میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کھجور کو میرے منہ سے نکال دیا اور فرمایا، بیٹے! ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے اور میں نے پانچوں نمازیں پڑھنے کا طریقہ اپنے نانا جان سے سیکھا۔

شہادت:۔ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسا زہر دیا گیا کہ آپ چالیس روز تک بیمار رہے۔ آپ نے اپنے بھائی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا، میرے بھائی مجھے تین مرتبہ زہر دیا گیا ہے۔ اس مرتبہ جو زہر دیا گیا ہے وہ بہت سخت ہے، میرا جگر پارہ پارہ ہو رہا ہے امام حسین نے پوچھا آپ کو زہر کس نے دیا ہے؟ آپ نے فرمایا، جس پر مجھے شک ہے تو اس سے بدلہ لینے کے لیۓ اللہ تعالیٰ کافی ہے اگر وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ کسی بے گناہ کا خون ہو، آپ نے ۵۰ھ میں شہادت پائی۔ آپ کی خواہش کے مطابق روضۂ اطہر میں دفن کے لیۓ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اجازت مانگی گئی تو انہوں نے اجازت دے دی۔ مگر مروان مردود نے روضۂ مبارکہ میں دفن کرنے سے روک دیا۔ پھر آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا اللہ عزوجل آپ کے فیضان سے ہم سب کو مالا مال فرمائے آمین۔

﴿صواعق محرقہ، ص: ۳۴۴/۳۴۵﴾

شان سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ولادت باسعادت:۔ شہید گلگوں قبا، راکب دوش مصطفےٰ، ابن شیر خدا، نور نظر فاطمۃ الزہرا، امام عالی مقام سیدنا و مولانا ابوعبداللہ الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کنیت ابوعبد اللہ، لقب، ذکی، شہید، سبط رسول، آپ کی ولادت باسعادت ۵ رشعبان المعظم ۴ھ بروز پیر مدینہ منورہ میں ہوئی۔

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی یارسول اللہ علیک السلام آج رات میں نے ایک بہت خوفناک خواب دیکھا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کیا خواب ہے؟ میں نے عرض کی یا نبی اللہ علیک السلام وہ بہت ہی بھیانک ہے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا، وہ کیا ہے؟ تو میں نے عرض کی۔

”رَأَیتُ کانَ قطعۃً مِنْ جَسَدِک قُطِّعَتْ وَ وُضِعَتْ فی حجری؛

کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے جسم اقدس کا ٹکڑا میری آغوش میں رکھا گیا ہے۔ تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

”رَأَیتِ خیر اَتَلِدُ فاطمۃُ ان شاء اللہ تعالی غلاماً،

تو نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ ان شاء اللہ میری بیٹی فاطمہ کے گھر لڑکا پیدا ہوگا اور پھر ام الفضل فرماتی ہیں کہ واقعی سیدہ فاطمہ کے گھر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور وہ میری آغوش میں آئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

”اَتَانی جبریل علیہ السلام فَاَخْبَرَنی اِنَّ امّتی سَتَقْتَلُ اِبْنِی ھٰذا؛

کہ میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور مجھے خبر دی کہ عنقریب میری ہی امت میرے اس بچے حسین کو شہید کرے گی۔ حضرت ام الفضل نے عرض کی یارسول اللہ علیک السلام کیا اس بچے کو؟ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا ہاں اس بچے کو اور فرمایا،”وَ اَتَانِی بتُرْبۃٍ مِنْ تُرْبۃٍ حَمْراء؛ حضرت جبریل نے مقام شہادت کی سرخ مٹی بھی لا کر مجھے دی ہے۔

﴿ابن ماجہ شریف، ص:۲۸۹، مشکوۃ شریف، ص:۵۷۲﴾

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، کہ اس بچے کا نام کیا رکھا ہے؟ تو حضرت شیر خدا نے عرض کی آقا اس کا نام تو اس کے پیارے نانا ہی رکھیں

گے؛ مگر خیال ہے کہ اس کا نام حرب رکھا جائے ابھی حضور اکرم ﷺ خاموش ہی تھے کہ جبریل امین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ علیک السلام اس بچے کا نام حضرت ہارون علیہ السلام کے دوسرے بیٹے کے نام پر رکھیں تو حضور ﷺ نے آپ کا نام حسین رکھا

امام حسین کا زہد وتقویٰ:

کون حسین؟۔ وہ حسین جو عابد تھے اور وہ عابد کہ انتہائی مظلومی وبیکسی کے عالم میں بھی شب عاشورہ کی ساری رات اپنے خیمے میں عبادت الٰہی میں گزاری اور ایسے عابد کہ اپنے جسم پاک پر سینکڑوں زخم کھانے کے بعد بھی میدان کربلا کی تپتی ہوئی ریت پر زیر خنجر بھی نرالا سجدہ ادا کر گئے۔

وہ حسین جو بہادر تھے اور ایسے بہادر کہ بے سرو سامان ہونے اور تین دن کے بھوکے پیاسے ہونے کے باوجود بھی ۲۲ ر ہزار دشمنوں کے مقابلے میں صبح سے لے کر ظہر تک ڈٹے رہے اور ایسے بہادر کہ جن پر تیروں کی بارش ہوئی، نیزوں اور برچھیوں کے بادل چھائے، تلواروں کے طوفان اٹھے مگر آپ کے مبارک پاؤں میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آئی اور آخری دم تک ثابت قدم رہے۔

وہ حسین جو سخی تھے اور ایسے سخی تھے کہ دشت کربلا میں اللہ کی راہ میں اپنے جوان بیٹے علی اکبر کو قربان کیا، اپنے ننھے علی اصغر کو اپنی گود میں دم توڑتے دیکھا، اپنے بڑے بھائی امام حسن کی امانت قاسم کی جوانی پامال ہوتے ہوئے دیکھا، اپنی بہن زینب کے جگر گوشے عون ومحمد کی لاشوں کو خون میں تڑپتے دیکھا اپنے بھائی عباس کے بازو قلم ہوتے دیکھے۔ اور پھر سب سے آخر میں اپنے بیمار بیٹے عابد کو، اپنی بیمار بیٹی سکینہ اور اپنی پیاری بہن زینب کو بالکل بے سہارا چھوڑ کر اپنی جان بھی راہ حق میں قربان کر کے بے مثال صبر واستقلال اور شجاعت کا مظاہرہ کیا۔

وہ حسین جن کے کانوں میں آخری دم تک نانا جان مصطفےٰ علیہ السلام کی یہ آواز آتی رہی، ''لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِی مَعْصِیَةِ الخَالِقِ؛ کہ کسی فاسق وفاجر حکمران کی اطاعت اور سیاہ کار و گنہگار بادشاہ کی بیعت ایک مسلمان کے لیئے باعث ذلت ہے۔

وہ حسین جن کو آغوش ملی تو فاطمۃ الزہرا کی ،نگاہ پیار ملی تو امام الاولیا کی تربیت اور سواری ملی تو امام الانبیاء کی ایسا پاکیزہ دودھ ملا جو یطھر کم تطھیرا کا فیض یافتہ تھا ، دست شفقت ملا تو شیر خدا کا ، اس لیئے یہ جانتے تھے کہ الا اللہ کی بنیاد لا الٰہ پر قائم ہے،کلمہٗ اسلام باطل کی نفی سے شروع ہوتا ہے اورحق کے اثبات پر مکمل ہوتا ہے،کوئی مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنی زبان سے لا الٰہ کہہ کر تمام معبودان باطل کی نفی نہ کرے اورشرک وکفر کے ہر نقش کو اپنے دل سے نہ مٹائے اوراسلام کے دشمنوں ،دین کے غداروں اور باطل پرست حکمرانوں کے خلاف میدان میں نہ آئے۔

یزید بھی دین کا دشمن ،شریعت کا باغی اور باطل پرست خودساختہ حکمران تھا اوراس کا نظام حکومت بھی غیر اسلامی اورغیر شرعی تھا ، جو دین اسلام مٹانے پر تلا ہوا تھا۔جس کے مقابلے میں ’’الا اللہ‘‘ قائم رکھنے اور دین اسلام کو بچانے کے لیئے امام حسین نے اپنے جان و مال،خویش واقارب اوراپنے بچوں کی بازی لگادی۔

جو دہکتی ریت کے بستر پہ سویا وہ حسین
جس نے اپنے خون سے دنیا کو دھویا وہ حسین

جو جواں بیٹے کی میت پہ نہ رویا وہ حسین
جس نے سب کچھ کھو کے پھر بھی کچھ نہ کھویا وہ حسین

نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشادفرمایا، **حسینُ مِنّی و انَامِنَ حسینُ**۔ حسین مجھ سے ہےاورمیں حسین سے ہوں اورفرمایا، **اَحَبَ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَ حسیناً**۔ جو حسین سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے۔

﴿ابن ماجہ شریف،ص:۱۳﴾

نواسے پر بیٹا قربان:۔ ایک دن رسول خدا ﷺ اپنے نواسے امام حسین رضی اللہ عنہ کو دائیں بازو پر اوراپنے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو بائیں بازو پر لئے ہوئے تھے کہ جبریل علیہ السلام آئے اورعرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اللہ تعالیٰ ان دونوں کو آپ کے یہاں یکجا نہ رہنے دے گا،ان میں سے ایک کو واپس بلائے گا،آپ جسے چاہیں پسند فرمالیں ،آپ نے فرمایا اگر حسین ہم

سے رخصت ہو جائیں تو ان کا غم میری بیٹی فاطمہ اور علی اور مجھے بھی ہو گا اور اگر ابراہیم رحلت کر جائیں تو مجھے ہی رنج ہو گا۔ اس لیۓ مجھے اپنا ہی غم پسند ہے۔ اس واقعہ کے تین دن بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی پیشانی کو چومتے اور ارشاد فرماتے، اس پر میں نے اپنے بیٹے ابراہیم کو قربان کر دیا ہے۔

﴿شواہد النبوۃ، ص ۳۰۵﴾

محبت بوجہ امام حسین رضی اللہ عنہ:

حضور اکرم، شفیع اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک روز ایک گلی سے گزرے تو ایک بچے کو پکڑ کر اس کی پیشانی کو چوما اور اٹھا کر گود میں بٹھا لیا۔ صحابۂ کرام علیہم رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ علیک السلام! آپ نے اس اجنبی بچے کے ساتھ اس قدر شفقت کیوں فرمائی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں نے اس بچے کو ایک دن میرے حسین کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا اور یہ دیکھا کہ یہ بچہ میرے حسین کے پاؤں کی مٹی لے کر اپنی آنکھوں پر ڈال لیتا تھا اس وجہ سے میں اس بچے کے ساتھ محبت کرتا ہوں اور کل بروز قیامت اس کی اور اس کے والدین کی شفاعت کروں گا۔

﴿روضۃ الشہداء فارسی، ص:۲۳۹﴾

ہرنی نے بچہ پیش کر دیا:۔ ایک اعرابی (دیہاتی) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول للہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے ہرن کا ایک بچہ شکار کیا ہے اور آپ کی بارگاہ میں بطور ہدیہ لایا ہوں آپ نے ہدیے کو قبول فرما لیا، اسی اثناء میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور ہرن کے بچے سے پیار کرنے لگے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہرن کا بچہ امام حسن کو دے دیا اور وہ گھر لے کے چلے گئے، کچھ دیر کے بعد حضرت امام حسین گھر تشریف لائے اور بڑے بھائی امام حسن کو ہرن کے بچہ کے ساتھ کھیلتے دیکھا تو پوچھا کہ بھائی جان یہ بچہ آپ کو کس نے دیا ہے؟ فرمایا، نانا جان نے عطا فرمایا ہے امام حسین نے نانا جان کے پاس جا کر عرض کی، نانا جان! مجھے بھی ہرن کا بچہ عطا کیجئے، اور یہ کہتے ہوئے رونے جیسی

صورت آپ کی ہوگئی، نانا جان ابھی بہلا ہی رہے تھے کہ اتنے میں ایک ہرنی اپنے ایک بچے کو لئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میرے پاس دو ہی بچے تھے ایک بچہ شکاری نے پکڑ لیا اور دوسرے کو میں دودھ پلا رہی تھی کہ ہاتف غیبی نے آواز دی کہ جلدی سے اس بچے کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ، اس لئے کہ امام حسین ہرن کا بچہ مانگ رہے ہیں، ان کے رونے سے پہلے اپنا بچہ پیش کر دے۔ یا رسول اللہ اس بچے کو قبول کیا جائے اور امام حسین کو رونے نہ دیا جائے، میں اپنے دونوں بچوں کی جدائی تو برداشت کر سکتی ہوں لیکن حسین کے رونے کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اللہ کا شکر ہے کہ امام عالی مقام کے رونے سے قبل میں پہنچ گئی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرنی کو دعا سے نوازا۔

﴿روضۃ الشہداء فارسی، ص: ۳۴۰﴾

اللہ اکبر امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات وہ محبوب ترین ذات تھی کہ انسان تو انسان جنگلی جانور بھی ان سے محبت کرتے اور ان کے لئے اپنے بچوں کا غم اور بچوں کا فراق بھی برداشت کرنے کو تیار ہوتے۔

حسن وجمال:۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اس قدر حسن و جمال تھا کہ جب آپ اندھیرے میں بیٹھتے تو لوگ آپ کی جبین اقدس کی شعاعوں اور چہرۂ انور کی روشنی میں راستہ دیکھ لیتے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سر انور سے سینہ مبارک تک اور امام حسین رضی اللہ عنہ سینۂ اقدس سے پاؤں تک حضور علیہ السلام سے کمال مشابہت رکھتے تھے۔ ﴿روضۃ الشہداء فارسی، ص: ۲۳۸﴾

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

﴿اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری﴾

شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب یہ ہوا کہ ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اور یزید پلید اپنے باپ کی جگہ تخت سلطنت پر جا بیٹھا تخت پر بیٹھنے کے بعد اس کے لیئے اہم مسئلہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکر، حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کی بیعت کا تھا، کیونکہ یزید کو اس بات کا خطرہ تھا کہ ان میں سے کوئی خلافت کا دعویٰ نہ کر دے ۔اس لیئے ان حضرات سے بیعت لینا ضروری سمجھا۔ چنانچہ گورنر مدینہ ولید بن عقبہ کو یزید نے ان حضرات سے بیعت لینے کی تاکید کرتے ہوئے یہ حکم جاری کیا کہ ان حضرات نے اگر بیعت کرنے سے انکار کیا تو فوراً ان کا سر قلم کر دیں۔

ولید نے ان حضرات کو بلانے کے لیئے ایک شخص کو بھیجا اور امام حسین تیس جوانوں کے ساتھ دار الامارت تشریف لے گئے ولید نے آپ سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا تو آپ نے صاف لفظوں میں یزید کی بیعت سے انکار کیا اور ارشاد فرمایا، اے ولید تمہیں معلوم ہے کہ یزید شرابی ہے فاسق وفاجر ہے ہرگز وہ قوم کا امام ہونے کے لائق نہیں ہے اس لیئے میں ہرگز یزید کے ناپاک ہاتھ پر اپنا پاک ہاتھ نہیں دے سکتا۔

ولید نے تمام صورت حال لکھ کر یزید کو بھیج دی جس کے جواب میں یزید نے لکھا دوبارہ ان لوگوں کو جمع کیا جائے اور امام حسین کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دیا جائے ولید نے خط پڑھ کر **لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلي العظیم** پڑھا اور ساتھ ہی کہا یزید اگر روئے زمین کی بادشاہی بھی دے دے تو بھی نواسۂ رسول علیہ السلام کو شہید کرنے کی جرأت نہ کروں گا اور یزید کی حکم عدولی پر جو سزا ملے گی میں اسے برداشت کروں گا۔

﴿روضۃ الشہد افارسی، ص:۲۴۶﴾

ولید نے کسی راز دار کے ذریعے یزید کا مضمون سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بھیج دیا اور ساتھ ہی یہ عریضہ نامہ بھیجا کہ یا امام! یزید کا حکم ہے کہ بیعت سے انکار کی صورت میں آپ کو قتل کر دوں، چونکہ میں محب اہل بیت ہوں اور اس سلسلے میں سخت حیران ہوں، امام عالی مقام نے اپنے گھر والوں کو لے کر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی

طرف سفر شروع کیا، جب مکہ مکرمہ پہنچے تو اہل مکہ خوشی سے جھوم اٹھے سبھوں نے آپ کا خیر مقدم کیا، ادھر یزیدیوں کو جب معلوم ہوا کہ امام پاک مکہ شریف تشریف لا چکے ہیں، تو انہوں نے امام حسین کے پاس خط لکھ کر بھیجا کہ یا امام! ہم اہل کوفہ آپ کے اور اہل بیت پاک کے چاہنے والے ہیں یزید کو ہم اپنا امیر نہیں مانتے کیونکہ یزید فاسق و فاجر ہے اس لیئے آپ سے عرض ہے کہ آپ کوفہ تشریف لائیں اور اپنے دست حق پرست پر بیعت لے کر ہمیں یزید کے جبر و استبداد سے بچائیں۔ آپ کے ہوتے ہوئے اگر ہم یزید جیسے فاسق و فاجر کو اپنا امام مان لیں گے تو بروز قیامت آپ کے نانا جان کے پاس کون سا چہرہ ہم لے کر جائیں گے یا امام! کرم کیجئے اور ضرور تشریف لایئے۔

تقریباً (۱۵۰) ڈیڑھ سو خطوط یکے بعد دیگرے کوفیوں کی طرف سے امام عالی مقام کے پاس پہنچے، بالآخر امام حسین نے صحابۂ کرام کے مشورے کے مطابق اپنا نائب بنا کر حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو بھیجا، امام مسلم اپنے دو ننھے بچوں کو ساتھ لے کر (محمد و ابراہیم) کوفہ پہنچ گئے، اور انہوں نے امام حسین کا پیغام سنایا کہ میں امام حسین کا نائب بن کر آیا ہوں اور میرا خط پا کر وہ بھی تشریف لائیں گے، چنانچہ کوفیوں نے آپ کا زوردار استقبال کیا اور تقریباً چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) کوفیوں نے امام حسین کے نام پر امام مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت قبول کی، حالات کو بہتر دیکھتے ہوئے امام مسلم نے خط لکھا کہ یا امام حسین! یہاں آپ کے چاہنے والے بے صبری سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں لہٰذا خط پاتے ہی جتنی جلدی ہو سکے آپ تشریف لائیں اور یزید کی ناپاک سازش سے لوگوں کو نجات دلایئے۔ آپ کے نام پر چالیس ہزار کوفیوں نے بیعت کر لی ہے اگر آپ آ گئے تو سب کے سب آپ پر نثار ہو جائیں گے۔

المختصر، امام حسین رضی اللہ عنہ امام مسلم کا خط پا کر کوفہ کے لیئے روانہ ہو گئے، ادھر یزید کو معلوم ہوا کہ اہل کوفہ امام حسین کے نام بیعت ہو رہے ہیں تو اس نے بصرہ کے گورنر ابن زیاد کو کوفہ بھیجا اور کوفہ کے گورنر کو برخواست کر دیا، ابن زیاد نے کوفیوں کو ڈرا دھمکا کر امام مسلم سے الگ کیا اور امام مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا، اور ان کے دونوں شہزادوں کو بھی حارث نے شہید کر دیا، امام عالی مقام جب میدان کربلا پہنچے تو آپ کی سواری خود بخود رک گئی، آپ نے سبھوں کو وہیں اپنے خیمے نصب کرنے کا حکم دیا، محرم کی

۲ر تاریخ تھی کوفہ کا گورنر ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو ۲۲ر ہزار لشکر جرار کے ساتھ میدان کربلا بھیجا تاکہ وہ امام حسین سے یزید کی بیعت کرائے یا امام حسین کا سر کاٹ کر لائے۔ عمرو بن سعد نے امام حسین سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا، امام حسین نے فرمایا، اے ابن سعد! اگر یزید کی بیعت کرنی ہوتی تو اتنا لمبا سفر کر کے یہاں کیوں آتا، میرے پاس یہ خطوط ہیں جو اہل کوفہ نے میرے پاس بھیجے ہیں میں ان کے بلانے پر یہاں آیا ہوں، ابن سعد نے کہا مجھے ان خطوط کا کوئی علم نہیں، یا تو یزید کی بیعت کر لیں یا میرے لشکر جرار سے لڑنے کے لیئے تیار ہو جائیں۔

محرم کی ۷ر تاریخ کو ابن زیاد کا حکم نامہ پہنچا کہ نہر فرات پر پہرہ لگا دیا جائے اور حسینیوں پر پانی بند کر دیا جائے چناچہ نہر فرات پر پہرہ لگا دیا گیا، بالآخر دس محرم الحرام بروز جمعہ میدان کربلا میں وہ قیامت خیز واقعہ رونما ہوا کہ ایک طرف ۲۲ر ہزار کا لشکر جرار اور ایک طرف بہتر نفوس قدسیہ، اور بعد نماز فجر نقارہ جنگ بجا عمرو بن سعد نے حکومت کی لالچ میں پہلا ظلم کا تیر چلایا اور جنگ کا آغاز کیا، امام عالی مقام نے تمام یزیدیوں سے فرمایا اے لوگو! ذرا مجھے پہچانو میں کون ہوں؟ کیا تم لوگ میرے نانا جان کا کلمہ نہیں پڑھتے؟ کیا تم لوگوں نے مجھے خط بھیج کر نہیں بلایا؟ کیا اپنے معزز مہمان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے، سنو! میں وہی حسین ہوں جس کو میرے نانا جان نے جنتی جوانوں کا سردار فرمایا، جن کے رونے سے نبی کو تکلیف ہوتی تھی، جس کے لیئے خطبہ موقوف کر دیا، سجدہ لمبا کر دیا، ہرنی نے بچہ پیش کر دیا، آخر میں نے کونسا جرم کیا ہے کہ تم لوگوں نے میرے اہل بیت پر پانی بند کر دیا، تین دن کے بھوکے پیاسے مسافر سے جنگ کا آغاز کر دیا، صرف یہی تو میں نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا، ذرا اپنی آنکھوں سے پردہ ہٹاؤ، کچھ تو شرم کرو نواسۂ رسول سے جنگ کر کے کس منہ سے رسول کی بارگاہ میں بروز قیامت سفارش کے لیئے جاؤ گے۔ اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ، اور جرم عظیم کا مرتکب نہ بنو۔

آپ کی تقریر پر تاثیر سن کر حر بن ریاح آپ کے پاس آتے ہیں اور معافی مانگ کر یزیدیوں سے مقابلہ کی اجازت طلب کرتے ہیں، اس طرح باضابطہ حق و باطل کے درمیان جنگ شروع ہو جاتی ہے، اور یکے بعد دیگرے جملہ اعوان و انصار اور اہل بیت پاک

کے چشم و چراغ ، امام پاک کے بیٹے ، بھتیجے، بھانجے، وغیرہ سب جام شہادت نوش کر لیتے ہیں۔ سب سے آخر میں امام پاک تن تنہا یزیدیوں سے مقابلہ کرتے ہوئے سجدے کی حالت میں جام شہادت نوش کرتے ہیں۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

یا حسین! تیری ہمت کو سلام ، تیری عظمت کو سلام ، یا حسین! تیری شوکت کوسلام، یا حسین! تیری شجاعت کو سلام، یا حسین! تیری سخاوت کو سلام، یا حسین! یا حسین! تیری شہادت کو سلام، یا حسین! تیری امامت کوسلام۔

جس نے حق کربلا میں ادا کر دیا اپنے نانا کا وعدہ وفا کر دیا
گھر کا گھر سب سپرد خدا کر دیا پی لیا جس نے ہنس کے شہادت کا جام
اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام،

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ہوتے ہی کربلا میں شہادت حسین کی
تاریخ بن گئی ہے امامت حسین کی

ہو سکے تو لایئے دونوں جہاں میزان میں
میں نے ایک سجدہ زمین کربلا سے لے لیا

باب دوم

حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ولادت باسعادت:۔ ۵؍شعبان المعظم ۳۸ھ بروز پنجشنبہ مدینہ منورہ میں ہوئی۔

تعارف:۔ حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی علی اوسط بن حسین، لقب سجّاد، زین العابدین، کنیت، ابو باقر ہے، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے پوتے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، میدان کربلا میں امام حسین کے جملہ اہل خاندان نے شہادت پائی مگر مرد کی صورت میں صرف امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہونے کی وجہ سے شہید نہ ہوئے اور آپ ہی لٹے ہوئے قافلے کے سالار بن کر مدینہ منورہ تک واپس ہوئے،

دمشق میں جب یزید کے سامنے امام زین العابدین تشریف لائے تو یزید نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے پوتے ہیں، یزید نے ریا کاری کے بطور امام زین العابدین سے کہا: اگر کوئی حاجت ہو تو بتاؤ میں پوری کروں گا، آپ نے فرمایا، میری چار حاجتیں ہیں اگر پوری کر سکو تو کرو۔

﴿۱﴾ میرے باپ کے قاتل کو میرے حوالے کر دو تا کہ میں اسے اپنے ہاتھ سے قتل کروں۔ یزید نے پوچھا کس نے حسین کو قتل کیا ہے؟ خولی نے کہا، سنان نے مارا ہے سنان نے کہا، میں نے نہیں بلکہ شمر نے مارا ہے، شمر نے کہا میں کیوں ماروں؟ سچ تو یہ ہے کہ اس نے مارا ہے جس نے ابن زیاد اور ابن سعد کو سردار لشکر بنایا اور خزانہ خرچ کیا۔

یزید یہ سن کر پریشان ہو گیا اور امام زین العابدین سے کہا یہ تو بہت مشکل ہے کوئی دوسری حاجت بتاؤ۔

﴿۲﴾ امام زین العابدین نے فرمایا، دوسری حاجت یہ ہے کہ میرے بابا جان اور تمام شہدائے کرام کے مبارک سر مجھے دے دو تا کہ میں انہیں اپنے ساتھ لے جاؤں۔

﴿۳﴾ اہل بیت اطہار کو میرے ساتھ مدینہ شریف جانے کے لیئے چھوڑ دو۔

﴿۴﴾ کل جمعہ ہے دمشق کی جامع مسجد میں خطبہ دینے کا موقع مجھے دیا

جائے۔ یزید نے یہ تینوں شرطیں مانتے ہوئے تینوں حاجتیں پوری کرنے کا وعدہ کیا۔

سیدنا امام زین العابدین کا زہد و تقویٰ:۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ علم و زہد اور عبادت میں اپنے والد ماجد کے جانشیں تھے، آپ جب نماز کے لیۓ وضو کرتے تو آپ کا رنگ زرد پڑ جاتا آپ سے اس بارے میں جب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا، آپ نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں، آپ ایک دن رات میں ایک ہزار رکعت پڑھا کرتے تھے۔

ابونعیم اور سلفی نے بیان کیا ہے کہ جب ہشام بن عبدالملک نے اپنے باپ کی زندگی یا ولید کے زمانے میں حج کیا تو بھیڑ کی وجہ سے حجر اسود تک پہنچنا اس کے لئے ممکن نہ ہوسکا تو زمزم کی ایک جانب اس کے لیۓ منبر نصب کیا گیا جس پر بیٹھ کر وہ لوگوں کو دیکھنے لگا اس کے ارد گرد شام کے سربرآوردہ لوگوں کی ایک جماعت بھی تھی، اسی اثنا میں حضرت زین العابدین آ گئے جب آپ حجر اسود کے پاس پہنچے تو لوگ ایک طرف ہٹ گئے اور آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا شامیوں نے ہشام سے کہا یہ شخص کون ہے؟ تو اس نے اس خوف سے کہ کہیں شامی زین العابدین میں دلچسپی لینا نہ شروع کر دیں، کہا میں انہیں نہیں جانتا تو عرب کے مشہور شاعر فرزدق نے کہا میں اسے جانتا ہوں، پھر اس نے یہ شعر کہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔" یہ وہ شخص ہے جسے بطحا، بیت اللہ، حل و حرم سب جانتے ہیں۔ یہ تمام مخلوقات میں سے بہترین آدمی کا بیٹا ہے اور یہ متقی، اور جھنڈے کی طرح نمایاں ہے، جب قریش نے اسے دیکھا تو ایک کہنے والے نے کہا،" اس شخص کی خوبیوں پر خوبیاں ختم ہوجاتی ہیں ؛ یہ عزت کی اس چوٹی کی طرف بڑھتا ہے جس کے حصول سے عرب و عجم عاجز ہیں ؛

یہ ایک مشہور قصیدہ ہے جس میں چند اشعار یہ بھی ہیں،

ترجمہ:۔ اے ہشام! اگر تو اسے نہیں جانتا ہے تو میں بتا دیتا ہوں کہ یہ فاطمہ بتول کا جگر گوشہ ہے جس کے نانا پر سلسلۂ انبیاء کا اختتام ہوا ہے، تیرا یہ قول اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا جس کے پہچاننے سے تو نے انکار کیا ہے اسے عرب و عجم پہچانتے ہیں،

پھر اس نے کہا،

" یہ اس گروہ کا فرد ہے جن سے محبت کرنا دین اور بغض رکھنا بے دینی ہے اور ان کا قرب، نجات اور حفاظت کا ذریعہ ہے، ان کی سخاوت کی انتہا تک کوئی سخی نہیں پہنچ سکتا اور کوئی

قوم خواہ کس قدر کریم ہوں ان کا لگاؔ بھی نہیں کھا سکتی ہشام نے جب یہ قصیدہ سنا تو غضبناک ہو کر فرزدق کو عسفان کے مقام پر محبوس کر دیا، امام زین العابدین نے فرزدق کو بارہ ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور ساتھ ہی معذرت بھی کی، ''اگر ہمارے پاس زیادہ ہوتا تو ہم تمہیں وہ بھی دے دیتے؛ فرزدق نے جواب دیا، میں نے آپ کی مدح صرف خدائے تعالیٰ کی رضا کی خاطر کی ہے کسی انعام کے لیے نہیں تو حضرت امام زین العابدین نے فرمایا کہ ''ہم اہل بیت جب کسی چیز کو دے دیتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیا کرتے تو فرزدق نے وہ درہم قبول کر لیے اور پھر قید ہی میں ہشام کی ہجو لکھی اور اسے بھیج دی تو اس نے فرزدق کو رہا کر دیا۔

عفوودرگزر:۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بڑے درگزر کرنے والے اور صاحب عفو تھے، یہاں تک کہ ایک آدمی نے آپ کو دشنام (گالی) دی تو آپ نے تغافل سے کام لیا (یعنی اس کی طرف توجہ نہ دی) تو اس شخص نے کہا ''میں آپ کو گالیاں دے رہا ہوں؛ تو آپ نے فرمایا ''میں تم سے اعراض کر رہا ہوں اور اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ؛ ''خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ؛ عفو کو اختیار کر، نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے اعراض کر؛۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بے نفسی سے سرخ اونٹوں کے حصول جیسی خوشی ہوتی ہے۔

﴿صواعق محرقہ، ص: ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳﴾

وصال باکمال:۔ ۱۸ محرم الحرام ۹۴ھ

آپ نے ستاون (۵۷) سال کی عمر میں وفات پائی۔ جن میں سے دو سال آپ اپنے دادا جان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہے، پھر دس سال اپنے چچا جان حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس رہے اور اکیس سال اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس رہے۔ کہتے ہیں کہ ولید بن عبدالملک نے آپ کو زہر دے دیا تھا آپ کو امام حسن رضی اللہ عنہ کے قریب جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا،

واقعہ کربلا کے بعد سے آپ نے کبھی ٹھنڈا پانی نوش نہیں فرمایا اور نہ ہی کبھی آپ کے چہرے پر ہنسی آئی۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کے فیضان سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

۳؍صفر المظفر ۵۷ھ ۶۷۶ء ۷؍ذی الحجہ ۱۱۴ھ

تعارف:۔ سیدنا امام ابوجعفر محمد الباقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ''ابوجعفر؛ اسم گرامی؛ ''محمد؛ لقب ''الباقر؛ ہے آپ کو باقر اس لیئے کہا گیا کہ بقر زمین کو پھاڑنے اور اس کی پوشیدہ چیزیں نکالنے کو کہتے ہیں، آپ نے احکام الٰہیہ کے اندر جو حقائق و معارف کے خزانے پوشیدہ ہیں انہیں نمایاں کیا ہے اور ان کی حکمتیں اور لطائف بیان کئے ہیں، وہ خزانے بے بصیرت اور بد باطن لوگوں پر مخفی رہتے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو باقر اس وجہ کہتے ہیں کہ آپ نے علم کو پھاڑا۔ اسے جمع کیا اور اس کے جھنڈے کو بلند کیا ہے۔

آپ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے پر پوتے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے اور سیدنا اما زین العابدین کے صاحبزادے ہیں۔ آپ ماں اور باپ دونوں طرف سے علوی ہیں، آپ اپنے والد محترم سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے علم و عمل، عبادت و ریاضت میں سچے وارث اور جانشین ہوئے۔

فضائل اور زہد وتقویٰ:۔ حضرت سیدنا امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے پاک نفس، صاف دل، بڑے صاحب علم و فضل اور صاحب کشف بزرگ تھے، آپ کے اکثر اوقات اطاعت الٰہی سے معمور تھے، آپ کو عارفین کے مقامات میں وہ امتیازی شان حاصل ہے جو آپ کے ہم عصر میں سے کسی کو حاصل نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام امام باقر کے نام:

سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی آمد کی خوش خبری سنائی اور اپنا سلام پیش فرمایا، چنانچہ ابن المدینی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور حضرت امام حسین آپ کی گود میں تھے اور آپ ان کو کھلا رہے تھے، آپ نے فرمایا، جابر! حسین کے یہاں ایک بچہ ہوگا جس کا نام علی ہوگا جب قیامت کے روز منادی کرنے والا کہے گا کہ سید العابدین کھڑا ہو جائے تو آپ کا لڑکا کھڑا ہو جائے گا، پھر اس کے یہاں ایک لڑکا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا (یعنی امام محمد باقر) اے جابر اگر تو اس کا زمانہ پائے تو اسے میرا سلام کہنا۔

{الصواعق المحرقہ، ص: ۴۶۳}

مذکورہ روایات سے جہاں امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و رفعت ثابت ہوئی وہیں یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ عز وجل نے علم غیب خوب خوب عطا فرمایا، کل کیا ہوگا اس بات کو میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت پہلے بتا دیا۔

حضرت سیدنا امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال باکمال ۷/ذی الحجہ ۱۱۴ھ (۵۸) اٹھاون سال کی عمر میں ہوا، آپ کی تدفین جنت البقیع میں حضرت امام حسن اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پہلو میں ہوئی۔ آپ نے چھ صاحبزادے چھوڑے جو بڑے صاحب فضل وکمال تھے۔

(تاریخ وصال ۷/ذی الحجہ)

سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف:۔ آپ کا اسم گرامی جعفر صادق اور کنیت ابو محمد ہے آپ آل علی، سردار انبیاء کے جگر گوشہ اور حجت نبوی کے لیئے روشن دلیل ہیں، سیدنا امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ اور سچے جانشین ہیں، آپ سیدنا امام زین العابدین کے پوتے اور امام باقر کے صاحبزادے ہیں۔

حالات:۔ آپ کا درجہ صحابۂ کرام کے بعد ہی آتا ہے لیکن اہل بیت میں شمولیت کی وجہ سے آپ کا مقام ارفع و اعلیٰ ہے، باب طریقت میں آپ کے کثیر ارشادات منقول ہیں، آپ مجموعۂ کمالات و پیشوائے مشائخ کے ساتھ ارباب ذوق اور عشاق وزہّاد کے مقتدا بھی ہیں آپ سے بہت سی روایتیں بھی مروی ہیں۔ آپ نے اپنی تصانیف میں رموز خداوندی کو بڑے اچھے پیرائے میں واضح فرمایا ہے،

عظمت اولیا کا اظہار:۔ خلیفہ منصور نے ایک شب اپنے وزیر کو حکم دیا کہ جعفر صادق کو میرے روبرو پیش کرو تا کہ میں ان کو قتل کردوں۔ وزیر نے عرض کیا کہ دنیا کو خیر آباد کہہ کر جو شخص عزلت نشین ہو گیا اس کو قتل کرنا قرین مصلحت نہیں۔ لیکن خلیفہ نے غضبناک ہو کر کہا کہ میرے حکم کی تعمیل تم پر ضروری ہے۔ چنانچہ مجبوراً وزیر امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لینے چلا گیا۔ تو منصور نے جلادوں کو ہدایت کردی کہ جب میں اپنے سر سے تاج اتاروں تو تم فوراً جعفر صادق کو ختم کر دینا۔ لیکن جب وزیر کے ہمراہ آپ تشریف لائے تو آپ کی عظمت وجلال نے خلیفہ کو اس درجہ متأثر کیا کہ وہ اضطراری طور پر آپ کے استقبال کے لیئے کھڑا ہو گیا اور بڑے ادب سے آپ کو بٹھایا اور آپ سے اہم حاجت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میری سب سے اہم حاجت وضرورت یہ ہے کہ آئندہ پھر کبھی مجھے دربار میں طلب نہ کیا جائے تا کہ میری عبادت و ریاضت میں خلل واقع نہ ہو چنانچہ منصور وعدہ کر کے عزت واحترام کے ساتھ آپ کو رخصت کیا لیکن آپ کے دبدبے کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ منصور لرزہ براندام ہو کر مکمل تین شب وروز بے ہوش رہا، بعض روایات میں ہے کہ تین نمازوں کے قضا ہونے کی حد تک غشی طاری رہی بہر حال خلیفہ منصور کی یہ حالت دیکھ کر وزیر و غلام حیرت زدہ رہ گئے اور جب خلیفہ سے اس کا حال دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ جس وقت

امام جعفر صادق میرے پاس تشریف لائے تو ان کے ساتھ ایک اتنا بڑا اژدھا تھا جو اپنے جبڑوں کے درمیان پورے چبوترے کو گھیرے میں لے سکتا تھا اور وہ اپنی زبان میں مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اگر تو نے ذرا سی بھی گستاخی کی تو تجھ کو چبوترے سمیت نگل جاؤں گا۔ چنانچہ اس کی دہشت مجھ پر طاری ہوگئی اور میں نے آپ سے معافی طلب کر لی۔

{تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۱ / ۱۲}

جنتی انگور و چادر:۔ ابو القاسم طبرانی نے ابن وہب کے طریق سے بیان کیا ہے کہ میں نے لیث بن سعد کو کہتے سنا کہ میں نے ۱۱۳ھ میں حج کیا، جب میں نے عصر کی نماز ادا کی تو میں کوہ ابوقبیس پر چڑھ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بیٹھا دعا کر رہا ہے اس نے کہا، اے میرے رب! یہاں تک کہ اس کی سانس ختم ہوگئی، پھر کہنے لگا، یا حی یا حی، یہاں تک کہ اس کی سانس ختم ہوگئی، پھر کہنے لگا اے میرے اللہ! میں انگور کھانا چاہتا ہوں، پس مجھے انگور کھلا دے، اے اللہ! میری دونوں چادریں بوسیدہ ہو چکی ہیں مجھے چادریں دے دے، لیث کہتے ہیں، خدا کی قسم ابھی اس کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ میں نے انگوروں کی بھری ہوئی ایک ٹوکری دیکھی، اس وقت انگور کا کوئی موسم نہ تھا، پھر میں نے دو چادریں پڑی ہوئی دیکھیں، میں نے ان جیسی چادریں دنیا میں کبھی نہیں دیکھیں۔ جب اس نے انگور کھانے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا میں بھی آپ کا شریک ہوں۔ اس نے کہا کس وجہ سے آپ میرے شریک ہیں میں نے کہا اس لیئے کہ جب آپ دعا کر رہے تھے تو میں آمین کہہ رہا تھا اس نے کہا اچھا آیئے اور انگور کھایئے، میں آگے بڑھا اور انگور کھائے، اس جیسا انگور میں نے کبھی نہیں کھایا تھا۔ ہم کھا کر سیر ہو گئے مگر ٹوکری میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ پھر اس نے ایک چادر لی اور دوسری مجھے دی۔ میں نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں، آپ ایک کا تہبند بنالیں اور دوسری کو اوڑھ لیں۔ وہ اپنی دونوں بوسیدہ چادروں کو ہاتھ میں لیئے نیچے اتر گیا تو اسے سعی کی جگہ پر ایک آدمی ملا اس نے کہا، اے ابن رسول اللہ، اللہ نے جو آپ کو پہنایا ہے اس سے مجھے بھی پہنا

دیں،تو میں نے اس سے پوچھا یہ کون ہے؟اس نے کہا یہ جعفر صادق ہیں میں نے اس کے بعد ان سے کچھ سننا چاہا مگر مجھے اسکی ہمت نہ ہوئی۔

{صواعق محرقہ،ص۴۶۶ / ۴۶۷}

امام جعفر کی نصیحتیں:۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق کی خدمت میں مَیں حاضر ہوا اور عرض کی،اے رسول خدا کے لخت جگر! مجھے نصیحت کیجئے،آپ نے فرمایا،سفیان! جھوٹے میں مروت نہیں ہوتی،حاسد میں خوشی نہیں ہوتی،غمگین میں بھائی چارہ نہیں ہوتا اور بد خلق کے لیئے سرداری نہیں ہوتی،میں نے کہا اے رسول خدا کے فرزند! کچھ اور نصیحت کیجئے آپ نے فرمایا،اے سفیان! اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں سے رک جا تو عابد ہوگا،اللہ کی تقسیم پر راضی ہو جا تو مسلمان ہوگا،جیسی تم لوگوں سے دوستی چاہتے ہو تم بھی ان کے ساتھ ویسی دوستی رکھو تب تم مومن ہو گے بروں سے دوستی نہ رکھو ورنہ تو بھی برے عمل کرنے لگے گا،چنانچہ حدیث میں ہے کہ آدمی اپنے دوست کے طریقہ پر ہوتا ہے،تم یہ دیکھو کہ تمہاری دوستی کس سے ہے،اور اپنے کاموں میں ان لوگوں سے مشورہ لو جو خوف خدا رکھتے ہوں میں نے عرض کیا،اے رسول خدا کے فرزند! کچھ اور نصیحت کیجئے! آپ نے فرمایا،جو بغیر قبیلہ کے عزت اور بغیر حکومت کے ہیبت چاہے اسے چاہیے کہ خدا کی نافرمانی کی ذلت سے نکل کر اللہ کی فرمانبرداری میں آجائے۔

میں نے کہا،اے رسول خدا کے فرزند! کچھ اور نصیحت فرمایئے! آپ نے فرمایا مجھے میرے والد نے تین بہترین ادب کی باتیں سکھائیں اور فرمایا،اے بیٹے! جو بروں کی صحبت اختیار کرتا ہے سلامت نہیں رہتا،جو ہر جگہ جاتا ہے متہم ہوتا ہے اور جو اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرتا شرمندگی اٹھاتا ہے۔

{مکاشفۃ القلوب اردو،ص:۴۱۳}

نجات عمل پر موقوف ہے نسب پر نہیں:۔ ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی نے حاضر خدمت ہو کر حضرت امام جعفر صادق سے عرض کیا کہ آپ چونکہ اہل بیت میں سے ہیں اس لیئے مجھ کو کچھ نصیحت فرمائیں،لیکن آپ خاموش رہے،اور جب دوبارہ داؤد طائی نے کہا کہ اہل بیت ہونے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو فضیلت بخشی ہے اس لحاظ سے نصیحت کرنا بمنزلہ فرض کے ہے،یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ مجھے تو یہی

خوف لگا ہوا ہے کہ روز محشر کہیں میرے جدّ اعلیٰ ہاتھ پکڑ کر یہ سوال نہ کر بیٹھیں کہ تو نے خود میری اتباع کیوں نہیں کی؟ اس لیئے کہ نجات کا تعلق نسب سے نہیں بلکہ اعمال صالحہ پر موقوف ہے۔ یہ سن کر داؤد طائی کو بہت عبرت حاصل ہوئی۔ اور عرض کیا، اللہ اکبر! جب اہل بیت پر خوف کے غلبہ کا یہ عالم ہے تو میں کس گنتی میں آتا ہوں اور کس چیز پر فخر کر سکتا ہوں۔

{تذکرۃ الاولیاء، ص ۱۲}

ظاہر مخلوق کے لیئے اور باطن خالق کے لیئے:۔ ایک دفعہ آپ کو بیش بہا لباس میں دیکھ کر کسی نے اعتراض کیا کہ ایسا قیمتی لباس اہل بیت کے لیئے مناسب نہیں تو آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر جب اپنی آستین پر پھیرا تو اس کو آپ کا لباس ٹاٹ سے بھی زیادہ کھردرا محسوس ہوا۔ اس وقت آپ نے فرمایا، ھٰذا للخلق و ھٰذا للحق، یعنی مخلوق کی نگاہوں میں تو یہ عمدہ لباس ہے لیکن حق کے لیئے یہی کھردرا ہے،

{تذکرۃ الاولیاء، ص: ۱۳}

سبق آموز واقعہ:۔ کسی شخص کی دینار کی تھیلی کھو گئی تو اس نے آپ پر الزام لگایا اور کہا کہ میری تھیلی تم نے ہی چرائی ہے، حضرت امام جعفر صادق نے اس سے پوچھا کہ اس میں کتنی رقم تھی؟ اس نے کہا دو ہزار دینار، چنانچہ گھر لے جا کر آپ نے اسے دو ہزار دینار دے دیئے اور بعد میں جب اس کی کھوئی ہوئی تھیلی کسی دوسری جگہ سے مل گئی تو اس نے پورا واقعہ بیان کر کے معافی چاہتے ہوئے آپ سے رقم واپس لینے کی درخواست کی لیکن آپ نے فرمایا کہ ہم کسی کو دے کر واپس نہیں لیتے، پھر جب لوگوں سے اس کو آپ کا اسم گرامی معلوم ہوا تو اس شخص نے بے حد ندامت و افسوس کا اظہار کیا۔

ارشادات:۔ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا مومن کی تعریف یہ ہے کہ نفس کی سرکشی کا مقابلہ کرتا رہے اور عارف کی تعریف یہ ہے کہ جو اپنے مولیٰ کی اطاعت میں ہمہ تن مشغول رہے۔ صاحب کرامت وہ ہے جو اپنی ذات کے لیئے نفس کی سرکشی سے آمادہ بجنگ رہے کیونکہ نفس سے جنگ کرنا اللہ تعالیٰ تک رسائی کا موجب ہوتا ہے، نیک بختی کی علامت یہ بھی ہے کہ عقلمند دشمن سے

واسطہ پڑ جائے،

آپ نے فرمایا پانچ لوگوں کی صحبت سے اجتناب کرنا چاہئے اول جھوٹے سے کیوں کہ اس کی معیت فریب میں مبتلا کر دیتی ہے، دوم بیوقوف سے کیونکہ جس قدر وہ تمہاری منفعت چاہے گا اسی قدر نقصان پہنچے گا، سوم کنجوس سے، کیوں کہ اس کی صحبت سے بہترین وقت رائیگاں ہو جاتا ہے۔ چہارم، بزدل سے کیوں کہ یہ وقت پڑنے پر ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ پنجم فاسق سے، کیوں کہ یہ ایک نوالے کی لالچ میں کنارہ کش ہو کر مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

{تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۵}

وصال باکمال:۔ آپ کا وصال ۱۵/رجب المرجب ۱۴۸ھ میں زہرخورانی کی وجہ سے ہوا، اس وقت آپ کی عمر شریف ۶۸/سال تھی، آپ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔ رجب المرجب کی ۱۵/و ۲۲/تاریخ کو آپ کے نام نہایت ہی اہتمام کے ساتھ فاتحہ دلائی جاتی ہے اللہ عزوجل ہم سبھوں کو آپ کے برکات وحسنات سے مستفیض فرمائے۔

سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم ومعرفت اور فضل وکمال میں حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وارث اور جانشین تھے، آپ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عابد، عالم اور سخی تھے، اہل عراق میں ضروریات کو پوری کرنے والا دروازہ کے نام سے آپ مشہور تھے، لوگ آپ کو بکثرت درگزر کرنے اور حلم اختیار کرنے کی وجہ سے کاظم، کہتے ہیں۔ آپ بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں۔

حالات وکرامات:۔ علامہ ابن جوزی نے شفیق بلخی سے بیان کیا کہ میں ۱۴۹ھ میں حج کے ارادے سے نکلا تو میں نے ایک نوجوان کو لوگوں سے الگ تھلگ دیکھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ نوجوان صوفیا میں سے ہے جو لوگوں پر بوجھ بننا چاہتا ہے، میں اس کے پاس جا کر زجر وتوبیخ کرتا ہوں، جب اس کے پاس گیا تو اس نے کہا، اے شفیق! اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ، زیادہ بد

گمانی سے بچو! کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہوتی ہے۔
میں نے ارادہ کیا کہ وہ اللہ کے لیۓ صلح کر لیں، مگر وہ آنکھوں سے غائب ہو گئۓ پھر میں نے واقصہ میں انہیں نماز پڑھتے دیکھا، ان کے اعضاء مضطرب اور آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے، میں معذرت طلب کرنے کے لیۓ ان کے پاس گیا تو انہوں نے اپنی نماز پوری کرتے ہوۓ فرمایا، ''وَ اِنِّیۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ؛ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ توبہ کرنے والے اور ایماندار کو میں بخش دیتا ہوں؛
جب وہ زمالہ میں اترے تو میں نے ان کو ایک کنواں پر دیکھا، انہوں نے اس میں کچھ ریت پھینکی تو پانی ان کے لیۓ اوپر چڑھ آیا یہاں تک کہ انہوں نے کنویں سے پانی لے کر وضو فرمایا اور چار رکعت نماز پڑھی، پھر وہ ایک ریتیلے ٹیلے کی طرف گئۓ اور ریت سے انہوں نے پانی پیا، میں نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو دیا ہے اس سے جو بچ رہا ہے وہ مجھے کھلادیں، تو انہوں نے کہا، اے شقیق! ہم پر اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتیں ہمیشہ نازل ہوتی رہتی ہیں، اپنے رب سے حسن ظن رکھا کر پس انہوں نے مجھے پانی دیا اور میں نے اسے پی لیا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ توستو اور شکر ہے، خدا کی قسم میں نے اس سے زیادہ لذیذ اور خوشبودار چیز کبھی بھی نوش نہیں کیا تھا، میں اسے پی کر سیر ہو گیا، میں کئی دن تک وہاں ٹھہرا رہا مجھے کھانے پینے کی خواہش ہی نہیں پیدا ہوئی۔ پھر میں نے انہیں مکہ میں دیکھا تو وہ نو جوانوں اور پوشاک کے ساتھ ایسے امور میں منہمک تھے جو راستے والے امور کے بالکل خلاف تھے۔

{الصواعق المحرقہ، ص:۴۶۷ / ۴۶۸}

وصال باکمال:۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی کو عزت و شہرت حاصل ہوتی ہے تو اس کے حاسد پیدا ہو جاتے ہیں اور اسے نقصان پہنچانے کی حاسدوں کو فکر لاحق ہوتی ہے، چنانچہ جب رشید نے حج کیا تو اس کے پاس آپ کی چغلی کی گئ، اور آپ کے خلاف اسے کہا گیا کہ ہر طرف سے ان کے پاس اموال آرہے ہیں یہاں تک کہ انہوں نے تیس ہزار دینار کی ایک جاگیر خریدی ہے، تو اس نے آپ کو پکڑ لیا اور بصرہ کے امیر عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے پاس بھیج دیا، جس نے آپ کو ایک سال تک محبوس رکھا، رشید نے سدی بن ساہک کے ذریعہ آپ کے کھانے میں زہر دلوایا، جس

سے آپ کا وصال ہوگیا اس وقت آپ کی عمر شریف ۶۵/ سال تھی ۔ بغداد شریف میں آپ دفن کئے گئے ۔ آپ کی اولاد کی تعداد ۳۷/تھی جن میں سے ایک علی الرضا بھی تھے ۔

{ تاریخ وصال، ۵/رجب ۱۸۳ھ }

سیدنا علی الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ؛

تعارف:۔ سیدنا علی الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت موسیٰ کاظم کے تمام صاحبزادوں میں سب سے زیادہ ذہین اور یادداشت کے حامل تھے، علم و فضل اور زہد و ورع میں بھی سب سے اعلیٰ تھے اس لیئے حضرت موسیٰ کاظم نے آپ کو اپنا جانشین بنایا۔

بادشاہ وقت مامون آپ کو اپنی جان کی طرح عزیز سمجھتا تھا اور آپ سے اپنی بیٹی کی شادی کرا کے اپنی حکومت میں شریک کرلیا تھا اور اپنا ولی عہد بھی بنالیا تھا، اس نے ۲۰۱ھ میں اپنے ہاتھ سے ایک تحریر لکھی کہ علی الرضا میرا ولی عہد ہوگا اور اس پر بہت سے لوگوں نے گواہی دی، لیکن آپ اس سے پہلے وفات پاگئے، جس سے مامون کو بہت افسوس ہوا، انہوں نے اپنی موت سے پہلے بتادیا تھا کہ وہ بکھرے ہوئے انگور اور انار کھا کر مریں گے ۔ مامون انہیں رشید کے پیچھے دفن کرنا چاہتا تھا مگر وہ ایسا نہ کرسکا، یہ سب باتیں اسی طرح وقوع پذیر ہوئیں جیسے آپ نے اسے بتایا تھا۔

حالات و کرامات:۔ آپ نے ایک آدمی سے کہا، اے عبد اللہ! جو وہ چاہتا ہے اس سے راضی ہوجا اور اس بات کے لیئے تیار کر جس سے کوئی چارہ نہیں ۔ تو وہ تین دن کے بعد فوت ہوگیا۔ اسے حاکم نے روایت کی ہے ۔

حاکم نے محمد بن عیسیٰ بن ابی حبیب سے بیان کیا ہے کہ میں نے خواب میں رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو اس جگہ دیکھا جہاں ہمارے شہر میں حجاج فروکش ہوا کرتا تھا، میں نے آپ کو سلام کیا تو میں نے آپ کے مبارک ہاتھ میں مدینہ کی کھجوروں کا ایک تھال دیکھا جس میں صیحانی کھجوریں بھی تھیں، آپ نے مجھے اٹھارہ کھجوریں دیں تو

میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ میں اتنا عرصہ زندہ رہوں گا۔ بیس دن کے بعد جب حضرت علی الرضا مدینہ شریف تشریف لائے اور اس مسجد میں اترے تو لوگ آپ کو سلام کرنے کے لیئے دوڑے میں بھی آپ کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ اسی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں جہاں پر میں نے حضور علیہ السلام کو بیٹھے ہوئے دیکھا تھا اور آپ کے سامنے مدینہ کی کھجوروں کا ایک تھال پڑا ہوا تھا جس میں صیحانی کھجوریں بھی تھیں، میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے مجھے قریب بلایا اور ان کھجوروں میں سے ایک مٹھی مجھے دیں، تو وہ اتنی ہی تھیں جتنی کھجوریں خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھیں۔ میں نے کہا مجھے کچھ زیادہ کھجوریں دیں، آپ نے فرمایا، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو زیادہ دیتے تو ہم بھی آپ کو زیادہ دیتے۔

حسن و جمال:۔ جب آپ نیشاپور کے بازار سے گزرے تو آپ پر ایک سائبان تھا جس کے اندر دیکھا نہ جا سکتا تھا، آپ کو دو حافظ ابوزرعہ اور محمد بن طوسی اسلم ملے جن کے ساتھ بے شمار طالبان علم حدیث تھے، انہوں نے بڑے عاجزانہ انداز میں التجا کی کہ آپ ہمیں اپنا چہرہ دکھائیں اور اپنے آباء سے ہمارے لیئے حدیث بیان کریں، آپ نے خچر کو ٹھہرایا اور اپنے نوجوان کو سائبان کے ہٹانے کا حکم دیا، اور مخلوقات نے آپ کے روئے مبارک کی دید سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی کیا آپ کے گیسوؤں کی دولٹیں آپ کے کندھے تک لٹکی ہوئی تھیں اور لوگوں کی یہ حالت تھی کہ کچھ لوگ چلا رہے تھے کچھ گریہ کناں تھے، کچھ مٹی میں غلطاں تھے اور کچھ آپ کے خچر کے سموں کو چوم رہے تھے، علماء لوگوں کو خاموش کر رہے تھے جب لوگ خاموش ہوئے تو مذکورہ دونوں حافظوں نے آپ سے املا کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا، مجھ سے میرے والد موسیٰ الکاظم نے انہوں نے اپنے والد جعفر صادق سے، انہوں نے اپنے والد محمد الباقر سے، انہوں نے اپنے والد زین العابدین سے، انہوں نے اپنے والد حسین سے، انہوں نے اپنے والد علی سے انہوں نے بیان کیا کہ میرے حبیب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے بیان فرمایا کہ مجھ سے جبرائیل علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ میں نے رب العزت کو فرماتے سنا ہے، ''لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو اسے پڑھے گا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو جائے گا۔ پھر پردہ گرا دیا گیا اور آپ چل پڑے۔ اصحاب قلم ودوات کے شمار کے مطابق حدیث لکھنے والوں کی تعداد بیس ہزار سے اوپر تھی ایک روایت میں ہے کہ

روایت کی جانے والی حدیث یہ تھی کہ ایمان، معرفت قلب، اقرار زبان اور ارکان پر عمل کرنے کا نام ہے، شاید یہ دو مختلف واقعات ہوں، احمد کہتے ہیں کہ اگر میں اس اسناد کو کسی مجنون پر پڑھوں تو اس کا جنون جاتا رہے۔

درندوں پر اولاد حسین کا گوشت حرام:۔ بعض حفاظ نے نقل کیا ہے کہ ایک عورت نے متوکل بادشاہ کے سامنے اپنے شریف ہونے کا دعویٰ کیا، اس نے پوچھا اس بارے میں مجھے کون بتائے گا، اسے بتایا گیا کہ علی الرضا یہ بات کہہ سکیں گے۔ وہ آئے تو بادشاہ نے آپ کو اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھایا اور پوچھا تو آپ نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ نے درندوں پر اولاد حسین کا گوشت حرام قرار دیا ہے۔ تو اسے درندوں کے آگے پھینک دے، جب اس عورت کے سامنے یہ بات پیش کی گئی تو اس نے اپنے جھوٹ کا اعتراف کرلیا۔

بادشاہ سے کہا گیا، کیا تو یہ تجربہ علی الرضا کے متعلق نہ کرے گا تو اس نے تین درندے لانے کا حکم دیا، جنہیں اس کے محل کے صحن میں لایا گیا، پھر اس نے آپ کو بلایا، جب آپ اس کے دروازے میں داخل ہوئے تو اس نے آپ پر دراوزہ بند کردیا اور درندوں نے دھاڑیں مار مار کر کان بہرے کردئے، جب آپ صحن میں سیڑھی پر چڑھنے کے لیئے چلے تو درندے آپ کی طرف آئے اور ٹھہر گئے اور آپ کے ہاتھ پر پھیرنے لگے اور آپ کے ارد گرد گھومنے لگے اور آپ ان پر اپنی آستین پھیر رہے تھے، پھر انہیں باندھ دیا گیا۔ پھر آپ چڑھ کر بادشاہ کے پاس گئے اور کچھ دیر اس سے گفتگو کی، پھر اترے تو ان درندوں نے پہلے کی طرح آپ سے سلوک کیا یہاں تک کہ آپ باہر نکل گئے تو متوکل بادشاہ آپ کے پیچھے پیچھے بہت بڑا انعام لے کر آیا، متوکل بادشاہ سے کہا گیا تو بھی اس طرح کر جس طرح تیرے چچا زاد بھائی نے کیا ہے، مگر وہ اس کی جسارت نہ کرسکا، اور کہا، کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو، پھر انہیں حکم دیا کہ اس بات کو افشا نہ کریں۔

مسعودی نے نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ حضرت علی الرضا کے پوتے کا ہے جن کا نام علی عسکری ہے۔ کیونکہ خلیفہ مامون کے زمانے ہی میں ان کا وصال ہوگیا تھا انہوں نے متوکل کا زمانہ نہیں پایا۔ وصال کے وقت آپ کی عمر شریف ۵۵ رسال تھی۔ تاریخ وصال، ۲۱ ررمضان

المبارک ۲۰۳ھ ہے اور مزار مقدس، مشہد مقدس میں ہے۔

حضرت سیدنا معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

تعارف:۔ حضرت سیدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدنا علی الرضا بن موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خلیفہ اور جانشین تھے، آپ طریقت وحقیقت کے مقتدیٰ اور پیشوا تھے، لیکن آپ کے والدین نصرانی تھے، بچپن میں جب آپ کو داخل مکتب کیا گیا تو معلم نے یہ درس دینا چاہا کہ خدا تین ہے آپ نے کہا، ''ھو اللہ احد'' وہ خدا تو ایک ہے اور زدوکوب کرنے کے باوجود بھی آپ نے خدا تین نہیں کہا اور وہاں سے فرار ہوکر حضرت علی بن موسیٰ رضا کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے اور انہیں سے بیعت حاصل کی، لیکن فرار ہونے کے بعد ان کے والدین کو خیال آیا کہ وہ کاش ہمارے پاس رہتا خواہ کسی مذہب پر بھی رہتا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ گھر لوٹے تو آپ کے احوال سے متأثر ہوکر والدین بھی مسلمان ہو گئے اور بہت عرصہ تک حضرت داؤد طائی کی خدمت میں رہ کر فیوض باطنی سے سیراب ہوتے رہے۔

حالات:۔ حضرت محمد بن طوسی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ایک نشان دیکھ کر پوچھا کہ کل تک تو یہ نشان آپ کو نہیں تھا پھر آج کیسے ہو گیا، فرمایا کہ رات کو حالت نماز میں مجھے مکہ معظّمہ پہنچنے کا تصور آ گیا اور وہاں پہنچ کر طواف کعبہ کے بعد جب چاہ زمزم پر پہنچا تو میرا پاؤں پھسل گیا اور یہ اسی کا نشان ہے۔

ایک مرتبہ قرآن شریف اور مصلّی مسجد میں چھوڑ کر آپ دریا پر طہارت کی نیت سے تشریف لے گئے، اسی اثنا میں ایک بڑھیا آپ کا قرآن اور مصلی اٹھا کر چلتی بنی۔ اور جب راستے میں آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے گردن جھکاتے ہوئے بڑھیا سے فرمایا کہ کیا تمہارا کوئی بچہ قرآن پڑھتا ہے، بڑھیا نے جواب دیا نہیں، تو آپ نے فرمایا میرا قرآن تو واپس کردو البتہ مصلیٰ میں نے تمہیں ہبہ کردیا، چنانچہ وہ بڑھیا آپ کے حلم سے اس درجہ متأثر ہوئی کہ دونوں چیزیں آپ کو واپس کردیں۔

کرامات:۔ حضرت سیدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کچھ لوگوں کے ہمراہ جارہے تھے کہ راستے میں ایک مجمع رقص وسرود اور مئے نوشی میں مصروف مل گیا اور جب آپ کے ہمراہیوں نے ان کے حق میں بددعا کرنے کی

درخواست کی تو فرمایا، اے اللہ! جس طرح آج تو نے ان کو بہتر عیش دے رکھا ہے آئندہ اس سے بھی بہتر عیش عطا فرما، اس دعا کے ساتھ ہی وہ مجمع شراب و رباب پھینک کر آپ کے سامنے آیا اور جملہ افعال قبیحہ سے تائب ہو کر آپ کے دست مبارک پر بیعت ہو گیا، اس کے بعد لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا جو شیرینی سے مر سکتا ہے اس کو زہر دینے سے کیا حاصل؟۔

{تذکرۃ الاولیاء، ص:۲۰۷}

آپ کے ماموں کوتوال شہر تھے انہوں نے آپ کو جنگل میں اس طرح دیکھا کہ ایک کتا آپ کے پاس بیٹھا ہوا ہے اور ایک لقمہ خود کھاتے ہیں اور ایک اس کو کھلاتے ہیں، یہ کیفیت دیکھ کر ماموں نے کہا تم کو حیا نہیں آتی کہ کتے کو کھانا کھلا رہے ہو، آپ نے کہا کہ حیا کی وجہ سے ہی تو میں اس کو کھلا رہا ہوں اور یہ کہہ کر جب آپ نے آسمان کی جانب دیکھا تو ایک پرندہ اپنی آنکھ اور چہرہ کو پروں سے ڈھانپے ہوئے آپ کے دست مبارک پر آ بیٹھا اور آپ نے ماموں سے فرمایا کہ خدا سے حیا کرنے والے سے ہر شئ حیا کرتی ہے۔

ایک مرتبہ عالم وجد میں ستون کے ساتھ اتنی زور سے چمٹ گئے کہ وہ ستون ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے قریب ہو گیا، پھر فرمایا کہ تین چیزیں شجاعت کا مظہر ہیں، اول وعدہ وفا کرنا، دوم ایسی ستائش جس میں جود و سخا کا تصور تک نہ ہو، سوم بلا طلب کے عطا کر دینا۔

﴿تذکرۃ الاولیاء، ص:۲۰۸﴾

یتیم کا خیال:۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ عید کے دن بھی میں نے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کھجوریں چنتے دیکھ کر وجہ پوچھی تو فرمایا کہ یہ سامنے والا یتیم بچہ اسلئے اداس ہے کہ تمام بچے نئے لباس میں ملبوس ہیں اور میرے پاس کپڑے تک نہیں۔ اس لیئے میں کھجوریں چن کر فروخت کرنا چاہتا ہوں تا کہ اس کے لیئے کپڑے فراہم کر سکوں، تو میں نے عرض کیا کہ یہ کام تو میں بھی انجام دے سکتا ہوں آپ کیوں زحمت فرماتے ہیں، چنانچہ میں بچہ کو ہمراہ لے کر آیا اور اس کو نیا لباس پہنا دیا اور اس کے صلہ میں جو نور مجھ کو عطا کیا گیا اس سے میری حالت بدل گئی۔

{تذکرۃ الاولیاء، ص:۲۰۷}

ارشادات:۔ حضرت سیدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا نفس کی اتباع خدا کی گرفت ہے اور جو خدا کو یاد کرتا ہے وہ اس کا محبوب ہے اور وہ جس

کو محبوب بنالے اس پر خیر کا دروازہ کھول کر شر کے دروازے بند کر دیتا ہے، فرمایا کہ لغو باتیں گمراہی کی دلیل ہیں اور غافل نہ ہونا حقیقت و وفا کی نشانی ہے۔ اور فرمایا، اعمال صالحہ کے بغیر جنت کی طلب اور اتباع سنت کے بغیر شفاعت کی امید اور نافرمانی کے بعد رحمت کی تمنا حماقت ہے۔

تصوف کی تعریف:۔ حضرت سیدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصوف کی تعریف اس طرح بیان فرمائی۔ ''حقائق کو معتبر تصور کرتے ہوئے دقیق مسائل بیان کرنا اور مخلوق سے امید وابستہ نہ کرنا خالص تصوف ہے''

آپ نے فرمایا، حب دنیا سے کنارہ کش رہنے والا حب الٰہی کے ذائقہ سے لذت حاصل کرتا ہے لیکن یہ محبت بھی اسکے کرم سے نصیب ہوتی ہے۔

وصال باکمال؛۔ ۲/ محرم الحرام ۲۰۰ھ میں آپ کا وصال باکمال ہوا بغداد شریف میں آپ کو دفن کیا گیا، آپ کا مزار پاک مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

واقعۂ جنازہ:۔ آپ کے وصال کے بعد ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب کے مطابق آپ کی میت اٹھانے پر آمادۂ پیکار تھے، یہ دیکھ کر آپ کے ایک خادم نے بتایا کہ حضرت کی یہ وصیت تھی کہ جس مذہب کے لوگ زمین سے میرا جنازہ اٹھالیں گے وہی دفن کریں گے، چنانچہ مسلمانوں کے علاوہ کسی سے بھی آپ کا جنازہ نہ اٹھ سکا اور اسلامی احکام کے مطابق آپ کی تجہیز و تکفین کی گئی۔

اللہ اکبر! یہ ہے اللہ والوں کی شان کہ بعد وصال بھی مذہب اسلام کی حقانیت کی تبلیغ فرما کر گمراہوں کے دلوں میں ہدایت کی شمع روشن فرمائی۔ اللہ عزوجل ان کے فیضان سے ہم سبھوں کو مالا مال فرمائے آمین۔

حضرت سیدنا سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

تعارف:۔ حضرت سیدنا سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید و خلیفہ اور حضرت جنید بغدادی کے ماموں تھے، آپ اہل کیمیا میں پہلے فرد ہیں جنھوں نے بغداد میں حقائق و توحید کی بنیاد ڈالی، آپ اپنے دور کے بہت بڑے ولی کامل تھے، بہت بڑے عابد و زاہد تھے، بہت کم منافع لے کر آپ گرے پڑے پھلوں کو فروخت کرتے اور عبادت الٰہی میں زیادہ تر مشغول رہتے۔

حالات:۔ ابتدائی دور میں آپ ایک دکان میں سکونت پذیر رہے اور اسی میں ایک پردہ ڈال کر روزانہ ایک ہزار نوافل پڑھا کرتے تھے، اسی دوران ایک شخص کوہ لگام سے حاضر ہوا اور پردہ اٹھا کر سلام کے بعد عرض کیا کہ کوہ لگام کے فلاں بزرگ نے آپ کو سلام کہا ہے، آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ مخلوق سے منقطع ہو کر عبادت کرنا مردوں کا کام ہے اور زندہ وہ ہیں جو مخلوق سے وابستہ رہ کر یاد الٰہی کرتے رہیں۔

آپ تجارت میں دس دینار لاگت پر صرف نصف دینار نفع لیا کرتے تھے لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کو یہ مراتب کیسے حاصل ہوئے، فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت حبیب راعی میری دکان پر تشریف لائے اور ایک یتیم بچہ بھی ان کے ہمراہ تھا، انہوں نے فرمایا کہ اس بچے کو کپڑے دلوادو، میں نے جب تعمیل حکم کردی تو آپ نے دعادی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں وہ مراتب عطا کرے کہ تم دنیا کو اپنا غنیم تصور کرنے لگو، چنانچہ اس دن سے خدا نے مجھے عظیم مراتب سے نوازا۔

تقریر پر تاثیر:۔ حضرت سیدنا سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طریقت ومعرفت کا درس بڑے احسن پیرایہ میں دیا کرتے تھے، وعظ ونصیحت اور تقریر کا یہ عالم تھا کہ آپ کی تقریر سن کر لوگ گناہوں سے تائب ہو کر راہ طریقت اختیار کر لیتے یہاں تک کہ وہ مقبول الٰہی ہو جاتے، ایسا ہی ایک واقعہ حضرت احمد بن یزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے، کہ ایک مرتبہ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ آپ کی مجلس وعظ میں آپہنچے آپ کے وعظ کا موضوع یہ تھا کہ مخلوقات میں کوئی مخلوق بھی انسان سے کمزور نہیں۔ لیکن اس

کے باوجود بھی انسان بڑے بڑے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، اس تقریر کا احمد بن یزید پر ایسا اثر پڑا کہ گھر پہنچ کر بغیر کھائے پیئے پوری رات عبادت میں مشغول رہے اور صبح کو مضطربانہ طور پر فقیرانہ لباس میں آپ کے پاس پہنچے اور عرض کی کہ آپ کے بیان سے کل جو میرے اوپر اثر قائم ہوا ہے وہ بیان سے باہر ہے اور حب دنیا سے نجات حاصل کر کے گوشہ نشینی کا رجحان پیدا ہو گیا ہے لہٰذا آپ راہ طریقت کی تعلیم سے آراستہ فرما دیں، آپ نے فرمایا کہ عام تعلیم تو یہ ہے کہ پنجگانہ نماز ادا کرتے ہوئے احکام شرعیہ کی پابندی کرو اور سلوک کی کچھ خاص تعلیم یہ ہے کہ دنیا کو خیرآباد کہہ کر اس طرح مصروف عبادت ہو جاؤ کہ خدا کے سوا کسی سے کچھ طلب نہ کرو اور اگر کوئی دینا بھی چاہے جب بھی مت لو، یہ سن کر احمد بن یزید نحیف و نزار نا معلوم سمت کی طرف روانہ ہو گئے اور کچھ عرصہ کے بعد ان کی والدہ روتی پٹتی آپ کے پاس پہنچیں اور عرض کیں کہ میرا تو ایک ہی بچہ تھا اور وہ بھی آپ کی صحبت میں دیوانہ بن کر نہ جانے کہاں چلا گیا۔ آپ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ آجائے گا تو میں اطلاع کر دوں گا، ایک دن احمد بن یزید نحیف و نزار حالت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ نے خواب غفلت سے بیدار کر کے جو کرم مجھ پر فرما دیا ہے اللہ آپ کو اس کی جزائے خیر دے۔

دریں اثنا احمد بن یزید کی والدہ اور بیوی بچے بھی آگئے اور ان کی زبوں حالی کو دیکھ کر لپٹ کر رونے لگے اور ان کے ساتھ ساتھ اہل مجلس پر بھی گریہ طاری ہو گیا، پھر والدہ اور بیوی نے جب گھر چلنے پر اصرار کیا تو آپ نے انکار کر دیا، جس پر بیوی نے کہا کہ اپنے بچے کو بھی ہمراہ رکھو چنانچہ آپ نے اس کا لباس اتار کر کمبل اوڑھایا اور ہاتھ میں زنبیل دے کر ساتھ لے کر چلنے لگے، تو ماں نے بچے کا یہ حال دیکھ کر ساتھ جانے نہ دیا، پھر برسوں کے بعد حضرت سری سقطی سے کسی نے آکر عرض کی کہ مجھ کو احمد بن یزید نے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ میری موت قریب ہے اگر آپ قدم رنجہ فرمائیں تو کرم ہوگا۔ جب آپ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ قبرستان میں مٹی کے ڈھیر پر پڑے آہستہ آہستہ یہ کہہ رہے ہیں، **لِمثل ھٰذا فَلْیَعْمَلِ العاملون**، چنانچہ جس وقت ان کا سر آپ نے اپنی آغوش میں رکھا تو انہوں نے آنکھ کھول دی اور کہا کہ آپ بالکل خاتمہ کے وقت پہنچے یہی کہہ کر آپ کی آغوش ہی میں دنیا سے رخصت ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ارشادات:۔ اپنی جوانی کے دور میں فرمایا کرتے تھے کہ عبادت تو عہد شباب ہی میں کرنی چاہئے، پھر فرمایا، مالدار ہمسایہ، بازاری قاری، امیر علماء سے دور ہی رہنا چاہیئے، سلامتیٔ دین اور سکون جسم وجان صرف گوشہ نشینی ہی میں ہے، ایک مرتبہ آپ نے فرمایا، محبت بندے کو ایسا کر دیتی ہے کہ شمشیر و سناں کی اذیت بھی اس کو محسوس نہیں ہوتی اور اس سے پہلے میں بھی محبت کی حقیقت سے نا آشنا تھا، لیکن خدا نے جب آگاہ فرمایا تب مجھے محبت کا صحیح مفہوم معلوم ہوا۔

وصال باکمال:۔ حضرت جنید بغدادی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میں بغداد میں مرنے کو اس لیئے ناپسندیدہ سمجھتا ہوں کہ یہاں کی زمین مجھ کو قبول نہیں کرے گی اور مجھ سے حسن ظن رکھنے والے بدظنی میں مبتلا ہو جائیں گے، حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عیادت کے لیئے حاضر ہوا تو گرمی کی وجہ سے میں نے آپ کو پنکھا جھیلنا شروع کیا، مگر آپ نے روکتے ہوئے فرمایا کہ آگ اور بھڑکتی ہے اور میری مزاج پرسی فرمایا کہ بندہ تو مملوک ہے اور اس کو کسی شئ پر قدرت حاصل نہیں، پھر جب میں نے نصیحت کرنے کی درخواست کی تو فرمایا کہ مخلوق میں رہتے ہوئے خالق سے غافل نہ ہونا یہ کہہ کر آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

(ماخوذ از تذکرۃ الاولیاء۔)

تاریخ وصال ١٣؍ رمضان المبارک ٢٥٣ھ

مزار پاک بغداد شریف

حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف:۔ حضرت سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سیدنا سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھانجے اور مرید کامل تھے اور حضرت محاسبی کی صحبت بابرکت سے فیضیاب ہوئے آپ بحر شریعت وطریقت کے شناور، انوار الٰہی کے مخزن و منبع اور مکمل علوم پر دسترس رکھتے تھے، اسی وجہ سے اہل زمانہ آپ کو شیخ الشیوخ، زاہد کامل اور علم وعمل کا سرچشمہ تسلیم کر لیئے تھے، اور آپ کو سید الطائفہ، لسان القوم، طاؤس العلماء اور سلطان المحققین کے خطابات سے نوازا تھا اور اکثر صوفیائے کرام نے آپ کا راستہ اختیار کیا۔

حالات:۔ حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی وہ اعلیٰ ذات تھی کہ جس پر آپ کے مرشد کامل حضرت سیدنا سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا کبھی مرید کا درجہ مرشد سے بھی بلند ہوجاتا ہے؟ تو فرمایا، بے شک جس طرح جنید میرا مرید ہے لیکن مراتب میں مجھ سے زیادہ ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرتبہ مکتب سے واپسی پر دیکھا کہ آپ کے والد گرامی برسر راہ رو رہے ہیں آپ نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میرے رونے کا سبب یہ ہے کہ آج میں نے تمہارے ماموں کو زکوٰۃ میں سے کچھ درہم بھیجے تھے لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا اور آج مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ میں نے زندگی ایسے مال کے حصول میں صرف کر دی جس کو خدا کے دوست نے پسند نہیں کیا، چنانچہ حضرت جنید نے اپنے والد سے وہ درہم لے کر اپنے ماموں حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کے یہاں پہنچ کر آواز دی اور جب اندر سے پوچھا گیا کہ کون ہے تو آپ نے عرض کیا کہ میں جنید ہوں آپ کے لیئے زکوٰۃ کی رقم لے کر آیا ہوں لیکن انہوں نے پھر انکار کر دیا، جس پر حضرت جنید نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کے اوپر فضل اور میرے والد کے ساتھ عدل کیا، اب آپ کو اختیار ہے کہ یہ رقم لیں یہ نہ لیں، کیونکہ میرے والد کو جو حکم تھا کہ حقدار کو زکوٰۃ پیش کرو، وہ انہوں نے پورا کر دیا، یہ بات سن کر حضرت سری سقطی نے دروازہ کھول دیا اور فرمایا کہ رقم سے پہلے میں تجھے قبول کرتا ہوں چنانچہ اسی دن سے آپ ان کی خدمت میں رہنے لگے اور سات سال کی عمر میں ان ہی کے ہمراہ مکہ معظّمہ پہنچے، وہاں چار صوفیائے کرام میں شکر کی تعریف پر بحث چھڑی ہوئی تھی، جب سب شکر کی تعریف کر چکے تو آپ کے ماموں نے آپ کو شکر کی تعریف بیان کرنے کا حکم

دیا، چنانچہ آپ نے کچھ دیر سر جھکائے رکھنے کے بعد فرمایا کہ شکر کی تعریف یہ ہے کہ ''جب اللہ تعالیٰ نعمت عطا کرے تو اس نعمت کی وجہ سے منعم کی نافرمانی کبھی نہ کرے، یہ سن کر سب لوگوں نے کہا کہ واقعی شکر اس کا نام ہے۔

پھر آپ نے بغداد واپس آکر آئینہ سازی کی دکان قائم کر لی اور ایک پردہ ڈال کر چار سو رکعت نفل نماز یومیہ اسی دکان میں ادا کرتے رہے اور کچھ عرصہ کے بعد دکان کو خیر باد کہہ کر حضرت سری سقطی کے مکان کے ایک حجرے میں خلوت نشین ہو گئے اور تیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے، آپ صائم الدھر تھے، یعنی ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے لیکن جب کوئی مہمان آتا تو مہمان کی آمد پر روزہ نہ رکھتے اور فرماتے کہ مسلمان بھائیوں کی موافقت بھی فضل روزہ سے کم نہیں، آپ اور حضرت ابو بکر کسائی کے مابین تصوف کے ایک ہزار مسائل پر مراسلات ہوئی۔

(ماخوذ ملخصاً از تذکرۃ الاولیاء ص: ۲۴۷ / ۲۴۸)

ارشادات:۔ آپ فرمایا کرتے تھے تمام مدارج صرف فاقہ کشی، ترک دنیا اور شب بیداری سے حاصل ہوئے، فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو خدا اور رسول کی اس طرح اطاعت کرے کہ ایک ہاتھ میں قرآن ہو اور دوسرے میں حدیث، فرمایا کہ میرے مرشد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متبعین میں سے تھے اور جب ان کی صفات کا تذکرہ کرتے تو لوگوں میں سماعت کی سکت باقی نہ رہتی، فرمایا کہ حضرت علی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنی معرفت عطا کی اور وہ خدا ایسا یکتا ہے کہ نہ کوئی اس کے مشابہ ہو سکتا ہے نہ اس کا تعلق کسی جنس سے ہے اور نہ اس کو مخلوقات پر قیاس کیا جا سکتا ہے وہ دور رہتے ہوئے بھی نزدیک ہے اور نزدیک رہتے ہوئے بھی دور اور وہ ایسا برتر ہے کہ اس سے بلند شئ کوئی نہیں اور وہ کسی شئ پر قائم نہیں اس کی ذات ایسی ہے کہ کسی میں اس جیسے اوصاف نہیں۔

وعظ گوئی:۔ بلندی مراتب کے بعد حضرت سری سقطی نے آپ کو وعظ گوئی کا مشورہ دیا تو آپ نے عرض کی کہ آپ کی حیات میں وعظ گوئی مجھے اچھی نہیں معلوم ہوتی، لیکن اسی شب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ بھی وعظ گوئی کا حکم دے رہے ہیں اور جس وقت حضرت سری سقطی سے خواب بیان کرنے کا قصد کیا تو آپ نے خواب سننے سے قبل ہی فرمایا کہ کیا اب بھی تمہارا خیال یہ ہے کہ دوسرے لوگ تم سے وعظ گوئی کے لیۓ کہیں۔ آخر

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے بعد تمہیں کیا عذر باقی رہ جاتا ہے پھر آپ نے حضرت سری سقطی سے سوال کیا کہ یہ آپ کو کیسے علم ہو گیا کہ رات کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وعظ گوئی کا حکم دیا ہے تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ میں نے آج شب میں باری تعالیٰ کو خواب میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ میں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا ہے کہ آپ جنید کو وعظ گوئی کی تاکید کر دیں، پھر حضرت جنید بغدادی نے کہا کہ میں اس شرط پر وعظ کہہ سکتا ہوں کہ چالیس افراد سے زیادہ کا مجمع نہ ہو۔ اللہ اکبر!

ایک مرتبہ دوارن وعظ چالیس افراد میں سے بائیس پر غشی طاری ہو گئی اور اٹھارہ انتقال کر گئے۔ ایک مرتبہ دوران وعظ ایک آتش پرست مسلمان کی بھیس میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ ''مسلمان کی فراست سے بچو کیونکہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے؛ یہ قول سن کر آپ نے فرمایا کہ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ تجھے مسلمان ہونا چاہیے، اس کرامت کو دیکھ کر وہ گرویدہ ہو کر مسلمان ہو گیا۔

وصال باکمال:۔ دم مرگ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ مجھ کو وضو کرا دو، چنانچہ دوران وضو انگلیوں میں خلال کرنا بھول گئے تو آپ کی یاددہانی پر خلال کر دیا گیا، اس کے بعد آپ نے سجدے میں گر کے گریہ وزاری شروع کر دی۔ سجدے سے سر اٹھا کر تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئے، آپ نے سورۂ بقرہ کی ستر آیات تلاوت فرمائیں پھر انگلیوں پر وظیفہ خوانی شروع کر دی، اور جب داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت پر پہنچے تو انگلی اوپر اٹھا کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے آنکھیں بند کیں، آنکھیں بند کرتے ہی روح قفص عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

تاریخ وصال:۔ ۲۷/ رجب المرجب ۲۹۷ھ یا ۲۹۵ھ۔ مزار پاک بغداد شریف میں ہے۔

حضرت سیدنا ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ولادت:۔ ۲۴۷ھ بمطابق ۸۶۱ء

حضرت سیدنا ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دور کے معتبر صوفیائے کرام میں شمار ہوتے تھے، آپ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ اور فیض یافتہ تھے صحیح قول کے مطابق آپ بغداد شریف میں پیدا ہوئے اور سن بلوغت تک وہیں مقیم رہے، آپ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد تھے آپ نے اپنے دور کے تمام بزرگوں سے اکتساب فیض کیا، آپ نے دینی وتبلیغی خدمات کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑی، اپنے دور کے بڑے عالم، عابدو زاہد اور صوفی تھے۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تیس سال تک حدیث وفقہ کا درس لیا، جس کے بعد میرے سینے سے ایک خورشید طلوع ہوگیا اور جب مجھے خدا کی طلب کا اشتیاق ہوا تو میں نے بہت سے اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا مقصد ظاہر کیا لیکن کوئی بھی راستہ نہ دکھا سکا۔

حالات:۔ ابتدا میں آپ نہاوند نامی جگہ کے سردار تھے اور جب تمام امیروں اور سرداروں کو دربار خلافت میں طلب کیا گیا تو آپ بھی وہاں تشریف لے گئے اور جس وقت خلیفہ سب کو خلعت عطا کر کے رخصت کرنے والا تھا اس وقت ایک امیر کو چھینک آئی اور اس نے خلعت کی آستین سے ناک صاف کر لی جس کی سزا میں خلیفہ نے خلعت واپس لے کر اس کو برطرف کر دیا، اس وقت آپ کو یہ تنبیہ ہوئی کہ جو شخص مخلوق کی عطا کردہ خلعت کے ساتھ گستاخی کر کے ایسی سزا کا مستحق ہوسکتا ہے تو خدا کی عطا کردہ خلعت کے ساتھ گستاخی کرنے والے کی تو نہ جانے کیا سزا ہوگی۔

اس خیال کے بعد آپ نے خلیفہ سے عرض کیا کہ تو مخلوق ہوکر اس چیز کو ناپسند کرتا ہے کہ کوئی تیری عطا کردہ خلعت سے بے ادبی نہ کرے جب کہ تیری خلعت کی مالک الملک کی خلعت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں، لہٰذا اس نے مجھ کو اپنی معرفت کی جو خلعت عطا فرمائی ہے میں بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کو ایک مخلوق کے سامنے کثیف کر دوں، یہ کہہ کر دربار سے باہر نکلے اور حضرت خیر نساج کے ہاتھ پر جا کر بیعت ہو

گئے، اور کچھ عرصہ ان سے فیض حاصل کرنے کے بعد انہیں کے حکم سے حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں پہنچ گئے اوران سے عرض کیا کہ لوگوں نے مجھے بتایا ہے کہ آپ کے پاس ایک گوہر نایاب ہے، لہٰذا آپ یا تو اس کو میرے ہاتھ قیمتاً فروخت کر دیں یا پھر بغیر قیمت کے عطا کر دیں، حضرت جنید بغدادی نے فرمایا اگر میں فروخت کرنا چاہوں تو تم خرید نہیں سکتے کیونکہ تمہارے اندر خریدنے کی قوت نہیں ہے اور اگر مفت دے دوں تو تم اس کی قدرو قیمت نہ سمجھ سکو گے کیونکہ بلا محنت کے حاصل شدہ شئ کی کوئی قدرو قیمت نہیں ہوتی، لہٰذا اگر تم وہ گوہر حاصل کرنا چاہتے تو ہو بحر توحید میں غرق ہو کر فنا ہو جاؤ، پھر اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر صبر وانتظار کے دروازے کشادہ کر دے گا اور جب تم دونوں کو برداشت کرنے کے قابل ہو جاؤ گے تو وہ گوہر تمہارے ہاتھ لگ جائے گا۔

پھر آپ نے حضرت جنید بغدادی سے پوچھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے، انہوں نے فرمایا کہ تم ایک سال تک گندھک بیچتے پھرو چنانچہ ایک سال تک تعمیل حکم کرتے رہے، پھر حضرت جنید نے فرمایا کہ اب ایک سال تک بھیک مانگو، چنانچہ ایک سال تک آپ نے یہ بھی کیا حتیٰ کہ بغداد کے ہر دروازے پر بھیک مانگی لیکن کبھی آپ کو کسی نے کچھ نہیں دیا اور جب آپ نے اس کی شکایت حضرت جنید کے پاس کی تو انہوں نے مسکرا کر فرمایا کہ اب تو شاید تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ مخلوق کے نزدیک تمہاری کوئی حیثیت نہیں لہٰذا اب کبھی مخلوق سے دل بستگی کا خیال نہ کرنا اور نہ کبھی کسی چیز پر مخلوق کو فوقیت دینا، پھر حضرت جنید نے حکم دیا کہ چونکہ تم نہاوند کے امیر رہ چکے ہو، اس لیئے وہاں جا کر ہر فرد سے معافی مانگو، چنانچہ آپ نے وہاں جا کر ہر ایک چھوٹے بڑے، بچے بوڑھے سے معافی طلب کی، لیکن ایک شخص وہاں موجود نہیں تھا تو اس کے بجائے لاکھ درہم خیرات کئے پھر بھی آپ کے قلب میں خلش باقی رہ گئی اور جب دوبارہ حضرت جنید کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ ابھی تمہاے قلب میں حب جاہ باقی ہے لہٰذا ایک سال تک اور بھیک مانگتے رہو لہٰذا بھیک کے ذریعہ جو کچھ ملتا اس کو حضرت جنید کے پاس لا کر فقراء میں تقسیم کر دیتے اور آپ خود بھوکے رہتے پھر سال کے اختتام پر حضرت جنید نے وعدہ کیا کہ اب تمہیں اپنی صحبت میں رکھوں گا بشرطیکہ تمہیں فقراء کی خدمت گزاری منظور ہو، چنانچہ آپ ایک سال تک فقراء کی خدمت گزاری میں مشغول

رہے، پھر حضرت جنید نے پوچھا کہ اب تمہارے نزدیک نفس کا کیا مقام ہے؟ آپ نے جواب دیا ''میں خود کو تمام مخلوقات سے کمتر تصور کرتا ہوں، یہ سن کر حضرت جنید نے فرمایا کہ اب تمہارے ایمان کی تکمیل ہوگئی ہے۔

{تذکرۃ الاولیاء ص:۳۹۵}

ارشادات:۔ آپ نے فرمایا کہ مرید اسی وقت درجۂ کمال تک رسائی حاصل کرسکتا ہے جب اس کے نزدیک سفر و حضر اور حاضر و غائب سب برابر ہوں۔

ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ابوتراب کی بھوک کی وجہ سے تمام صحرا ان کے لیئے کھانا بن گیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ تو فقیر تھے اگر مقام تحقیق میں ہوتے تو یہ کہتے کہ میں اللہ کی خدمت میں رہتا ہوں اور وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

فرمایا کہ علم یقین کا علم ہمیں پیغمبروں سے حاصل ہوا کیونکہ علم یقین کا مفہوم یہ ہے کہ جو قلوب میں بلا واسطہ نور ہدایت سے حاصل ہوا ہو، اور حق الیقین یہ ہے کہ اس عالم میں اس حد تک کوئی نہیں پہنچ سکتا، فرمایا کہ ہمت نام ہے خدا کی طلب کا، کیونکہ ماسوا اللہ کی طلب کو ہرگز ہمت کا نام نہیں دیا جاسکتا اور اہل ہمت خدا کے سوا کبھی دوسری طرف متوجہ نہیں ہوسکتے، لیکن صاحب ارادت بہت جلد دوسری جانب متوجہ ہوجاتے ہیں اور خدا کے سوا ہر شئ سے استغناء کا نام فقر ہے۔فرمایا کہ درویشوں کے چار سو مقامات ہیں ،جن میں سب سے ادنیٰ مقام یہ ہے کہ اگر دنیا کی پوری دولت بھی ان کو حاصل ہوجائے اور تمام اہل دنیا ان کی دولت کو استعمال کریں، جب بھی انہیں اگلے دن کے کھانے کی فکر نہ ہو،فرمایا عبادت الٰہی شریعت ہے اور خدا کی طلب طریقت ہے، یاد الٰہی میں مخلوق سے بے نیازی کا نام زہد ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے جسم پر سے نئے کپڑے اتار کر جلا ڈالا اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ شریعت میں بلا وجہ کا ضیاع حرام ہے،تو فرمایا، کہ قرآن میں رب کا فرمان ہے ''جس شئ پر تمہارا قلب مائل ہوگا اس کو تمہارے ساتھ جلا دیں گے؛ چونکہ میرا قلب اس وقت نئے کپڑوں پر مائل ہوگیا تھا اس لیئے میں نے ان کو دنیا ہی میں جلا ڈالا۔

ایک مرتبہ حضرت جنید نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ تشریف

لائے اور حضرت شبلی کی پیشانی پر بوسہ دیا، اور جب حضرت شبلی سے پوچھا کہ تم کیا عمل کرتے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نماز مغرب کے بعد دو رکعت نماز نفل پڑھ کر یہ آیت تلاوت کرتا ہوں، لَقَدْ جَآئَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔

وصال باکمال:۔ ۲۷/ ذی الحجہ ۳۳۴ھ کو آپ کا وصال ہوا، مزار پاک بغداد میں ہے۔

حضرت سیدنا شیخ ابوالفضل عبدالواحد تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

۲۶/ جمادی الثانی ۴۲۵ھ بمطابق ۱۰۳۳ء

تاریخ ولادت:۔ تلاش بسیار کے باوجود تاریخ ولادت کی کوئی صراحت موصول نہ ہوسکی۔

اسم شریف وکنیت:۔ آپ کا اسم گرامی عبدالواحد تمیمی اور کنیت ابوالفضل ہے۔

ولدیت:۔ آپ حضرت شیخ عبدالعزیز تمیمی بن حارث بن اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فرزند ارجمند ہیں۔[1]

تمیمی کی وجہ تسمیہ:۔ عرب میں ایک قبیلہ بنوتمیم ہے اور آپ اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں اسی سبب سے آپ کو تمیمی کہا جانے لگا اور اسی سے آپ مشہور ہوئے۔

شیخ طریقت:۔ آپ کے شیخ طریقت حضرت ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کے فیض صحبت میں آپ نے راہ سلوک کی منزلیں طے فرمائیں اور خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے،[2]

---

(۱) مسالک السالکین ج ۱، ص: ۳۲۷، وانوار صوفیہ، ص ۱۱۸

۲ مسالک السالکین ج ۱، ص: ۳۲۷، وانوار صوفیہ، ص ۱۱۸

فضائل:۔ خادم شریعت، سالک طریقت، واقف حقیقت امام اہل سنت حضرت سیدنا شیخ ابوالفضل عبدالواحد تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانے کے ممتاز ترین مشائخ میں سے تھے آپ کو اور آپ کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالعزیز تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی حضرت شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرف بیعت وخلافت حاصل ہے، ائمہ اربعہ میں سے حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد تھے۔آپ نے کئی دورے حرمین شریفین کے فرمائے اور بلاد عرب وعجم میں سے مختلف مقامات پر جا کر آپ نے دین و شریعت کی خوب تبلیغ فرمائی۔

عادات وصفات:۔ آپ کی عادات وصفات آپ کے مرشد برحق حضرت ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ اور آپ کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالعزیز تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادات وصفات کے مطابق تھیں،آپ عبادت وریاضت میں بے مثال تھے اور تقویٰ وطہارت میں یگانۂ روزگار تھے۔[۱]

دینی خدمات:۔ آپ اپنے مرشد کامل کے وصال باکمال کے بعد تقریباً نوے سال تک مسند رشد وہدایت پر فائز رہے اور اس درمیان اپنے پیر طریقت سے حاصل شدہ علوم شریعت وطریقت سے خلق کثیر کو مستفیض فرمایا اور اس سلسلے کو کافی فروغ بخشا،آپ نے شریعت وطریقت کی ترویج واشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔

وصال باکمال:۔ آپ کا وصال ۲۶ر جمادی الآخر ۴۲۵ھ بروز جمعہ خلیفہ عباس القائم بامر اللہ کے دور حکومت میں ہوا،آپ کا مزار مبارک شہر بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقبرہ شریف میں ہے۔[۲]

---

(۱) خزینۃ الاصفیا، ج۱،ص:۸۹۔

۲ خزینۃ الاصفیا، ج۱،ص:۸۹۔

حضرت سیدنا شیخ محمد یوسف ابوالفرح طرطوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

۳/شعبان المعظم ۴۴۷ھ ۱۰۵۵ء

نام وکنیت:۔ آپ کا مبارک نام محمد یوسف ہے اور کنیت ابوالفرح ہے۔

والد ماجد:۔ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالواحد تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ ہیں، اور آپ بھی اپنے دور کے ولی کامل گزرے ہیں۔[1]

شیخ طریقت:۔ آپ کے شیخ طریقت حضرت سیدنا عبدالواحد تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، انہیں سے آپ مرید بھی ہیں اور سلسلۂ عالیہ قادریہ کے امام وشیخ طریقت کی حیثیت سے آپ چودھویں نمبر پہ آتے ہیں، آپ کو آپ کے مرشد کامل حضرت شیخ عبد الواحد تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت واجازت سے نوازا اور راہ سلوک کی منزلیں طے کرنے میں آپ کی رہنمائی فرمائی۔ اور آپ کے ابّا حضور حضرت شیخ عبداللہ طرطوسی کی تربیت نے آپ کو یگانۂ روزگار بنادیا۔

طرطوسی کی وجہ تسمیہ:۔ شہر طرطوس، ملک شام عمدہ اور خوبصورت ترین شہروں میں سے ایک بہترین شہر تھا، آپ نے اس شہر کو اپنے قیام کے لیئے منتخب فرمایا اور اسی شہر میں بودو باش اختیار فرمانے کی وجہ سے آپ طرطوسی کہے جانے لگے، آپ کے قدم ناز کی برکت سے اس شہر کی قسمت اوج ثریا کی بلندی پر پہنچ گئی۔ کیونکہ جب جب آپ کا نام مبارک لیا جاتا ہے تو آپ کے نام مبارک کے ساتھ شہر طرطوس کا بھی ذکر ہوتا ہے تو آپ نے اس شہر کو معروف ومشہور کردیا اور آپ کی وجہ سے وہ شہر بھی لائق تعظیم ہوگیا۔

فضائل ومناقب:۔ حضرت سیدنا شیخ محمد یوسف ابو الفرح طرطوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد کے بڑے ولی کامل اور عالم وفاضل، عابد وزاہد، صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے، آپ کے دور کے علماء ومشائخ نے آپ کو منفرد و یکتائے روزگار

---

[1] امسالک السالکین، ج، ا، ص: ۳۲۸ وانوار صوفیہ ص: ۱۱۹

جانا اور مانا ہے، صبر و توکل میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ آپ اپنے پیر و مرشد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مخلوق خدا کو صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت دیتے رہے اور آج بھی آپ کا روحانی فیض جاری ہے۔ [1]

وصال باکمال:۔ آپ کا وصال ۳؍شعبان المعظم ۴۴۷ھ بروز شنبہ خلیفہ القائم بامر اللہ عباس کے عہد میں شہر طرطوس میں ہوا۔ [2]

خلفاء:۔ آپ کے صرف ایک خلیفہ کا نام کتب سیر میں ملتا ہے جو حضرت شیخ ابوالحسن علی ہکّاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

حضرت سیدنا شیخ ابراہیم ابوالحسن علی ہاشمی ہکّاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۰۹ھ ۱۰۱۷ء — یکم محرم الحرام ۴۸۶ھ ۱۰۹۳ء

ولادت باسعادت:۔ آپ کی ولادت باسعادت ۴۰۹ھ میں بمقام ہکّار (جو موصل کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے) ہوئی۔ [3]

نام ونسب:۔ آپ کا اسم گرامی ابراہیم، کنیت ابوالحسن اور لقب شیخ الاسلام ہے، آپ کا سلسلۂ نسب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد اور رضاعی بھائی حضرت زید الملقب ابوسفیان سے ملتا ہے، شجرۂ نسب اس طرح ہے حضرت ابراہیم ابوالحسن علی ہاشمی الہکاری بن شیخ محمد ظفر بن حضرت شیخ یوسف بن شیخ محمد بن شیخ عمر بن شیخ شریف عبدالوہاب بن حضرت ابو سفیان زید رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین [4]

تعلیم وتربیت:۔ آپ اپنے وقت کے ممتاز ترین علماو مشائخ کی بارگاہ میں زانوئے ادب تہ کر کے علم ظاہری و باطنی حاصل کر کے اپنے زمانے میں شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور ہوئے۔

---

(۱) شجرۃ الکاملین، ص ۲۰۷

(۲) انوار صوفیہ، ص ۱۱۹۔

۳ وفیات الاعلام ص ۱۹ و مسالک السالکین ج ۱، ص ۳۲۸

۴ ذکر حسن از علامہ غلام دستگیر صاحب ص ۲۲۷ و ۲۶۲

بیعت وخلافت:۔ آپ کوغوث زماں، قطب وقت حضرت شیخ ابوالفرح محمد طرطوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرف بیعت و خلافت کی سعادت حاصل ہے اور انہیں کی نظر کیمیائے اثر سے آپ کے قلب وجگر عرفان وایقان سے روشن وتابناک ہوئے۔

عبادت وریاضت:۔ آپ اپنے وقت کے امام علم شریعت و طریقت کے ساتھ عمل میں بھی یکتائے روزگار تھے آپ ہمیشہ صائم الدھر وقائم اللیل رہتے اور ہر تیسرے دن پر ہی آپ کھانا تناول فرماتے قیام لیل کا یہ عالم تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد سے نماز تہجد کے پہلے دوختم قرآن مجید کرلیا کرتے تھے۔

فضائل ومناقب:۔ حضرت شیخ الاسلام ابراہیم ابو الحسن علی ہاشمی ہکّاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقتدائے طریقت واقف اسرار حقیقت، سلسلۂ عالیہ قادریہ کے پندرہویں امام وشیخ طریقت ہیں آپ بڑے اولوالعزم شیخ گزرے ہیں آپ ہی کی خدمت میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیرومرشد حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھارہ سال گزار کر مسند ارشادوہدایت پر فائز ہوئے۔آپ نے پوری زندگی اسلام کی نشرواشاعت میں صرف فرمائی آپ نے دنیا کے بیشتر ملکوں میں جا جا کر اپنے فیوض و برکات سے خلق خدا کو مالا مال فرمایا۔

اولادوخلفاء:۔ آپ کے ایک صاحبزادے کا نام کتب سیر میں ملتا ہے اور وہ ہیں حضرت شیخ ظاہر رضی اللہ عنہ اورآپ کے خلفاء میں حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومی (۲)اور دوسرے آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ ظاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

وصال باکمال:۔ آپ کا وصال یکم محرالحرام ۴۸۶ھ بروز دو شنبہ بوقت صبح صادق خلیفہ المستظہر باللہ عباسی کے دور خلافت میں ہوا، بغداد شریف میں مزار مبارک ہے۔

سلطان الاولیاء حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۷/شعبان المعظم ۵۱۳ھ ۱۱۲۳ء

ولادت باسعادت:۔ بغداد شریف میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

نام وکنیت:۔ آپ کا اسم گرامی مبارک بن علی بن حسین بن بندار بغدادی مخزومی اور آپ کی کنیت ابوسعید ہے

تعلیم وتربیت:۔ آپ نے اپنے وقت کے جید وممتاز علماء ومشائخ سے علوم شرعیہ حاصل فرما کر مہارت تامہ حاصل کیا فقہ وحدیث، معقولات ومنقولات میں اپنے دور کے سب سے بڑے عالم آپ ہوئے حدیث شریف کی روایت حضرت قاضی ابی یعلیٰ اور ایک جماعت ائمہ سے کی اور فقہ شیخ ابی جعفر بن موسیٰ سے خصوصیت کے ساتھ پڑھ کر مہارت تامہ حاصل کی۔[1]

بیعت وخلافت:۔ حضرت شیخ ابراہیم ابوالحسن علی ہنکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آپ مرید وخلیفہ ہیں اور انہوں نے ہی آپ کو خرقہ شریف عطا فرمایا۔ خرقۂ مبارک کا شجرہ اس ترتیب سے ہے،

حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی کو خرقہ عطا فرمایا حضرت شیخ ابراہیم ابوحسن علی ہنکاری نے ان کو شیخ ابوالفرح محمد یوسف طرطوسی نے اور ان کو شیخ ابوالفضل عبدالواحد بن عبد العزیز تمیمی اور ان کو شیخ ابوبکر شبلی نے رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

فضائل ومناقب:۔ حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سلطان الاولیا برہان الاصفیا خیر الاذکیا، سید الاتقیا، قطب زماں، قبلۂ سالکاں، واقف رموز حقیقت جامع علوم معرفت اور سلسلۂ عالیہ قادریہ کے سولہویں امام وشیخ طریقت ہیں، آپ عہدۂ قضا پر بھی مامور ہوئے پھر آپ نے اس کو ترک کردیا، آپ ہمیشہ یادِ الٰہی اور عبادت خداوندی میں مصروف رہتے آپ کی توجہ نظر ومعانقہ میں یہ

---

[1] الدرالمنظم فی مناقب غوث اعظم ج ۱ ص ۱۰۶

تاثیر تھی کہ جس پر توجہ خاص ڈال دی یا جس سے معانقہ فرمالیا تو وہ دنیا و مافیھا سے بے خبر ہو جاتا تھا، آپ اپنے وقت کے ممتاز ترین فقیہ اور امام تھے علوم ظاہری و باطنی کے مشائخ تھے، آپ علم مناظرہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے، مذاہب اربعہ میں حنبلی مذہب کے مقلد تھے، باب الازج بغداد شریف کا تاریخ ساز مدرسہ آپ ہی نے قائم فرمایا اور اپنی حیات ہی میں اس مدرسہ کو حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دیا تھا جس میں پوری حیات درس و تدریس کے فرائض کو انجام دیا۔ اور صاحبزادوں نے بھی آپ کے وصال کے بعد اس مدرسہ میں پڑھایا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ شیخ عبد القادر نے خرقہ مجھ سے پہنا اور میں نے ان سے ہر ایک نے ایک دوسرے سے تبرک لیا۔ اور آپ حضرت خضر علیہ السلام کے مصاحب میں تھے، صبر و رضا و توکل میں قدم راسخ رکھتے تھے۔[۱]

خلفائے کرام:۔ آپ کے خلفا میں صرف ایک خلیفہ حضرت سیدنا محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک نام پر اکثر مورخین نے اتفاق کیا ہے۔

وصال باکمال:۔ ۲۷ر شعبان المعظم ۵۱۳ھ ۱۱۲۳ء بغداد شریف میں ہوا اور وہیں مزار شریف ہے۔

---

۱ الشجرۃ الکاملین، ص ۲۰۹

محبوب سبحانی قطب ربانی سید ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ ۱۰۷۷ء ۱۱/۱۷ ربیع الثانی ۵۶۱ھ ۱۱۶۶ء

ولادت باسعادت۔ آپ کی ولادت با سعادت یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ بروز جمعہ گیلان میں ہوئی۔ ملک فارس میں باختلاف زبان گیلان یا جیلان ایک نہایت سرسبز وشاداب علاقہ ہے جوکوہ جودی کے دامن میں آباد ہے بغداد مقدس سے تین سو کیلو میٹر کی دوری پر واقع ہے۔ قصیدہ غوثیہ میں خود آپ کا ارشاد گرامی ہے **انا الجیلی محی الدین اسمی۔ واعلامی علیٰ راس الجبالی**

یعنی میں جیلان کا رہنے والا ہوں محی الدین میرا نام ہے اور میری عظمت وشہرت کا جھنڈا پہاڑوں کی بلندی پر نصب ہے۔

نام ونسب:۔ آپ کا نام نامی اسم گرامی، عبدالقادر، کنیت ابو محمد، لقب محی الدین ہے عوام وخواص میں غوث اعظم، غوث پاک، پیران پیر، پیر دستگیر، بڑے پیر صاحب اور گیارہویں والے پیر کے القابات سے مشہور ہیں۔ آپ خاندان نبوت کے چشم و چراغ، گلستانِ اہل بیت کے شگفتہ پھول، اورشبستان ولایت کے روشن سورج ہیں، بالاتفاق آپ حسنی حسینی سید یعنی نجیب الطرفین ہیں، آپ کے والد حضرت سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست حسنی سید اور والدہ ماجدہ حضرت سیدہ ام الخیر فاطمہ متقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حسینی سیدہ ہیں۔

سرکار غوث اعظم کے نسب مبارک سے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ رحمۃ الباری رقم طراز ہیں۔

نبوی مینہ، علوی فصل، بتولی گلشن، حسنی پھول، حسینی ہے مہکنا تیرا
نبوی ظل، علوی برج، بتولی منزل، حسنی چاند، حسینی ہے اجالا تیرا
نبوی خور، علوی کوہ، بتولی معدن، حسنی لعل، حسینی ہے تجلا تیرا

مذکورہ اشعار میں سے پہلے شعر میں امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے سرکار غوث اعظم کو پنجتن پاک کا وارث ظاہر کیا ہے، اس شعر کا مختصر مطلب یہ ہے کہ اے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے! آپ تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جود وکرم کی بارش کا بادل، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا موسم بہاراور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گلشن، حضرت امام حسن کے ذریعہ اس گلشن زہراو بتولی کے پھول اور امام الشہداء حضرت حسین کے واسطے سے اس چمنستان کی نکہت وخوشبو ہیں، اس طرح آپ کی ذات اقدس پنجتن پاک سے فیضیاب ومستنیر ہے، اورآپ کے فیوض وبرکات اورانوار تجلیات سے جن وانس کی جماعتیں مستفیض ہورہی ہیں۔

دوسرے شعر میں سیدنا سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلۂ نسب کی برکتیں اورخوبیاں بیان کی گئی ہیں یعنی غوث پاک کا سایہ عاطفت اوران کی مہربانیاں در حقیقت ظل نبوت کا سایۂ کرم ہے اورآپ کا حصار علوی قلعہ ہے جہاں کسی دزد رجیم کی پہنچ نہیں ہوسکتی پھراس قلعہ کے مضبوط حصار میں وہ فاطمی منزل ہے جس میں حسنی چانداور حسینی چاندنی آپ کی ذات گرامی ہے۔اس طرح آپ کا نور ہدایت حسینی نور ہدایت اورآپ کی منزل فاطمی منزل سے جو شیر خدا مولیٰ علی کے مضبوط حصار اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر سایہ ہے۔

تیسرے شعر کا مطلب یہ ہے، اے ہمارے غوث پاک! آپ تو نبوی خوریعنی حضور علیہ السلام کی لائی ہوئی ہدایت کے سورج، حضرت مولیٰ علی کے عزم راسخ کے بلند و بالا پہاڑ، حضرت سیدۃ النساء، رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عبادت و ریاضت کا خزینہ، حسنی ہیرے جواہرات اور جلوۂ حسین کی چمک دمک ہیں، اس طرح آپ کے کمالات حضرات پنجتن پاک کے کمالات کے پرتو اور نمونہ ہیں،

(پنج گنج ولایت، ص:۲۹ / ۳۰)

آپ کا نسب نامہ شریف حسنی منجانب والد ماجد اس طرح ہے، حضرت سید محی الدین عبدالقادر بن سید ابوصالح موسیٰ جنگی دوست بن سعید ابوعبداللہ بن سید یحیٰ زاہد بن سید محمد بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ ثانی بن عبداللہ محض بن سید حسن مثنیٰ بن سرکار امام حسن بن امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

نسب نامہ شریف حسینی من جانب والدہ ماجدہ اس طرح ہے، ''حضرت ام الخیر فاطمہ بنت سید عبداللہ صومعی بن ابو جمال الدین بن سید محمد بن سید ابوالعطاء، بن سید کمال الدین عیسیٰ بن سید علاء الدین الجواد، بن امام علی رضا، بن موسیٰ کاظم، بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن سید امام زین العابدین بن سید الشہداء، سرکار امام حسین بن سیدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(سیرت غوث اعظم، ص:۱۷)

بچپن کے حالات:۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مادر زاد ولی تھے جب آپ شکم مادر میں تھے آپ کی مادر مشفقہ کو جب بھی چھینک آتی اور آپ کی والدہ ماجدہ کی زبان سے الحمد للہ نکلتا تو ان کے شکم مبارک سے ''یرحمک اللہ'' کی آواز سنائی دیتی۔

آپ ماہ رمضان کی پہلی تاریخ بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق اس خاکدان عالم میں تشریف لائے اور اسی دن سے آپ نے ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا شروع کر دیا اسی طرح مسلسل تین سال تک ماہ مبارک کی آمد پر صبح صادق سے غروب آفتاب تک دن بھر آپ کچھ کھاتے پیتے نہیں تھے جب آپ کی ولادت مبارک ہوئی تو آپ کی والدہ محترمہ کے علاوہ باسعادت خادماؤں نے بھی آپ کے نرم و نازک ہونٹوں سے اللہ اللہ کی آوازیں سنیں اور لبوں کو ہلتے ہوئے دیکھا، یہ تھی دنیا میں تشریف آوری کے بعد آپ کی دوسری کرامت۔

آپ نے خود ہی اپنے بچپن کے واقعات اس طرح بیان فرمائے، کہ عمر کے ابتدائی دور میں جب کبھی میں لڑکوں کے ساتھ کھیلنا چاہتا تو غیب سے آواز آتی کہ لہوولعب سے باز رہو، جسے سن کر میں رک جایا کرتا تھا۔ اور اپنے گردوپیش پر جب نظر ڈالتا تو کوئی آواز دینے والا نظر نہیں آتا جس کی وجہ کر مجھے دہشت سی معلوم ہوتی اور میں جلدی سے بھاگتا ہوا گھر آتا اور والدہ محترمہ کی آغوش محبت میں چھپ جاتا تھا۔ اب وہی آواز میں تنہائیوں میں سنا کرتا ہوں، اگر مجھے کبھی نیند آتی ہے تو وہ آواز فوراً میرے کانوں میں آکر مجھے آگاہ کر دیتی ہے کہ تمہیں تو اس لئے نہیں پیدا کیا کہ تم سویا کرو۔

(اخبار الاخیار، ص ۲۰ فارسی)

تعلیم وتربیت:۔ آپ کی تعلیم وتربیت کا آغاز توشکم مادرہی سے ہو چکا تھا چنانچہ اٹھارہ سیپارے کے حافظ بن کر آپ دنیا میں تشریف لائے اور جب آپ کی والدہ محترمہ کو چھینک آتی اوران کی زبان مبارک سے الحمدللہ نکلتا تو ان کے شکم پاک سے یرحمک اللہ کا فصیح جواب آپ کی والدہ محترمہ اورقریب میں بیٹھی ہوئیں خواتین سماعت فرماتیں اور ہر صبح صادق کے بعد اسم جلالت اللہ اللہ کا پیارا ورد طلوع آفتاب سے پہلے تک جاری رہتا جسے آپ کی والدہ ماجدہ سماعت فرماتیں۔

جب آپ کی عمر شریف چارسال چار مہینے چار دن کی ہوئی تو بسم اللہ خوانی کے لئے آپ کو جیلان کے مکتب میں داخل کیا گیا۔ استاذ محترم نے جب **بسم اللہ الرحمن الرحیم** پڑھانا چاہا تو آپ نے مختصر توقف کے بعد، **اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم** پڑھا پھر **بسم اللہ الرحمن الرحیم** پڑھتے ہوئے پہلے سیپارے سے اٹھارہویں پارے تک تلاوت فرما گئے، استاذ محترم نے پوچھا میرے اچھے بیٹے ! آپ نے تقریباً دوتہائی قرآن پاک کس مدرسہ اورکس استاذ سے پڑھا آپ نے نہایت ہی ادب کے ساتھ جواب دیا، میں کسی مدرسہ میں تونہیں گیا البتہ شکم مادر میں قیام کے دوران جب میری والدہ نماز تہجد کے بعد قرآن پاک کی تلاوت فرماتیں تو میں اس تلاوت سے محظوظ ہوتا اوراسے زبانی یاد کرتا تھا۔ اس طرح مجھے اٹھارہ سپارے یاد ہو گئے،

(نفحات الانس، علامہ جامی علیہ الرحمہ)

بارہ سال تک اپنے والد بزرگوار اوراپنے نانا جان بزرگوار کی سرپرستی میں رہ کر آپ نے تعلیم حاصل کی اورجب ان دونوں بزرگوار کا سایۂ شفقت اٹھ گیا تو آپ کی والدۂ مکرمہ آپ کی تعلیم وتربیت میں اس طرح مشغول ہوگئیں کہ والدگرامی اور نانا جان کی کمی آپ کو محسوس نہیں ہونے دی،

تقریباً اٹھارہ سالہ عمر شریف تک آپ جیلان کے مکاتب و مدارس میں زیر تعلیم رہ کر علوم دینیہ کی متوسطات کتب کا اختتام فرمایا، جب آپ مکتب تشریف لے جاتے تو اپنے ساتھ بہت عجیب وغریب صورتوں کو چلتا پھرتا دیکھتے اوروقفہ وقفہ سے وہ صورتیں بآواز بلند یہ اعلان کرتیں۔ **اذّبوا لولی اللہ، تفسّحوا لولی اللہ۔** اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے ولی کا ادب بجالاؤ۔ اے طالب علمو اللہ تعالیٰ کے ولی کے لئے جگہ کشادہ

کرو۔

جیلان مقدس میں علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد ۴۸۸ھ میں جب کہ آپ کی عمر شریف اٹھارہ سال کی تھی بغداد شریف تشریف لائے اور اس وقت کے شیوخ، ائمہ، بزرگان دین اور محدثین کی خدمت میں رہ کر علوم قرآنیہ و احادیث و فقہ کے اسرار و رموز کو حاصل فرما کر تمام ممالک اسلامیہ کے علماء سے سبقت لے گئے حتیٰ کہ سب نے آپ کو اپنا مرجع بنالیا،

بیعت وخلافت:۔ آپ کو بیعت و خلافت کا شرف حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل ہوا اور ان کی خدمت میں رہ کر علوم طریقت حاصل کیا نیز آداب طریقت و تعلیم سلوک حضرت شیخ حماد بن مسلم الدباس سے کافی مجاہدہ کرتے ہوئے حاصل فرمایا۔

عبادت وریاضت:۔ جس طرح علم وفضل میں آپ بے مثال تھے اسی طرح عبادت و ریاضت میں بھی آپ یکتائے روزگار تھے۔ آپ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ، پچیس سال تک میں دنیا سے قطع تعلق کر کے عراق کے صحراؤں اور ویرانوں میں اس طرح گشت کرتا رہا کہ نہ میں کسی کو پہچانتا تھا اور نہ مجھے کوئی پہچانتا تھا۔ رجال الغیب اور جنات کی میرے پاس آمد رہتی تھی اور انہیں راہ حق کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ چالیس سال تک میں نے فجر کی نماز عشاء کی وضو سے ادا کی ہے اور پندرہ سال تک یہ حال رہا کہ نماز عشاء کے بعد قرآن مجید اس طرح شروع کرتا کہ ایک پاؤں پر کھڑا ہو جاتا اور ایک ہاتھ سے دیوار کی میخ پکڑ لیتا۔ تمام شب اسی حالت میں رہتا حتیٰ کہ صبح تک قرآن کریم ختم کر دیتا۔ تین دن سے چالیس دن تک بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ نہ تو کچھ کھانے پینے کو ملا اور نہ ہی سونے کی نوبت آئی۔

آپ نے فرمایا کہ گیارہ سال تک بُرج بغداد میں عبادت الٰہی کرتا رہا حتیٰ کہ اس برج میں میری اقامت اتنی طویل مدت تک رہی کہ وہ برج ہی برج عجمی کے نام سے مشہور ہو گیا اور اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ جب تک غیب سے کھانا نہ ملے گا نہ کھاؤں گا، مدت دراز تک یہی کیفیت رہی لیکن میں نے اپنا عہد نہیں توڑا، آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سفر میں ایک شخص نے میرے پاس آ کر کہا کہ اس شرط پر مجھے اپنی رفاقت میں

لے لیجئے کہ صبر بھی کروں گا اور حکم کے خلاف کچھ نہ کروں گا۔ ایک دفعہ اس نے مجھے ایک جگہ بٹھایا اور وعدہ لیکر کہ جب تک میں نہ آؤں آپ یہاں سے نہ جائیں چلا گیا، میں ایک سال اس کے انتظار میں بیٹھا رہا لیکن وہ شخص نہ آیا۔ ایک سال بعد آکر اس نے مجھے اس جگہ بیٹھا دیکھا پھر یہی وعدہ کر کے چلا گیا تین مرتبہ اسی طرح ہوا، آخری مرتبہ وہ اپنے ساتھ دودھ اور روٹی لایا اور کہا کہ میں خضر ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ آپ کے ساتھ بیٹھ کر یہ کھانا کھاؤں۔ چنانچہ ہم نے کھانا کھایا اور فارغ ہونے کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ اٹھیے سیر و سیاحت ختم کیجئے اور بغداد میں جا کر بیٹھ جایئے۔ لوگوں نے پوچھا ان تین سالوں میں کھانے پینے کی کیا شکل رہی؟ تو فرمایا کہ ہر چیز زمین سے پیدا ہو کر میرے سامنے موجود ہو جاتی تھی۔ (اخبار الاخیار فارسی، ص ۱۵ / ۱۶)

محی الدین کہے جانے کی وجہ:۔ محی الدین کا معنی ہے دین کو زندہ کرنے والا لوگوں نے آپ سے محی الدین لقب کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا ۵۱۱ھ میں ایک دفعہ میں ایک لمبے سفر سے بغداد کی طرف لوٹ رہا تھا میرے پاؤں ننگے تھے مجھے ایک بیمار آدمی ملا جس کا رنگ اڑا ہوا تھا اور بڑا ہی کمزور جسم نظر آتا تھا مجھے اس نے سلام کیا، میں نے وعلیکم السلام کہا، اس کے بعد مجھ سے کہنے لگا کہ میرے قریب آؤ، میں قریب ہوا تو کہنے لگا مجھے اٹھاؤ، میں نے اسے اٹھا کر بٹھا دیا تو اس کا جسم اچھا ہو گیا اور اس کے چہرے پر رونق نظر آنے لگی اس نے مجھ سے پوچھا، کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔'' تو وہ خود ہی کہنے لگا میں تمہارا دین ہوں جو اس قدر نحیف و نزار ہو گیا تھا جیسا کہ آپ نے دیکھ لیا ہے کہ آپ کی وجہ سے مجھے اللہ تعالیٰ نے از سر نو زندگی بخشی ہے، آج سے تمہارا نام محی الدین ہوگا،

یہاں تک کہ جب میں جامع مسجد کی طرف واپس آیا تو مجھے ایک شخص ملا اور مجھ سے کہنے لگا، یا سید محی الدین! میں نے نماز ادا کی تو لوگ میرے سامنے ادباً کھڑے ہو گئے اور ہاتھوں کو بوسہ دینے لگے اور زبان سے یا سید محی الدین پکارتے جاتے تھے، حالانکہ اس سے پہلے کوئی مجھے اس لقب سے نہیں پکارا تھا۔

(خزینۃ الاصفیاء، ج ۱، ص: ۹۴ و بہجۃ الاسرار)

خطابت:۔ سرکار غوث پاک شروع میں خطابت نہیں فرماتے

تھے، وعظ گوئی کی ابتدا کیسے ہوئی؟ اس کے بارے میں آپ خود فرماتے ہیں۔ ایک دن نماز ظہر سے پہلے بیٹھا ہوا تھا، کہ حضور سید دو عالم ﷺ نے کرم فرمایا اور آپ تشریف لائے، میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوا سرکار ﷺ نے فرمایا بیٹا عبد القادر! وعظ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا یا ابتاہ انا رجل اعجم کیف اتکلم علیٰ فصحاء بغداد، اے میرے جد امجد میں ایک عجمی مرد ہوں فصحاء بغداد کے سامنے کس طرح تقریر کروں؟ آپ نے فرمایا، عبد القادر منہ کھولو میں نے منہ کھولا حضور ﷺ نے سات مرتبہ اپنا لعاب مبارک میرے منہ میں ڈالا اور فرمایا وعظ کیا کرو، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ لعاب دہن ڈالا، میں نے ان سے عرض کیا آپ نے سات مرتبہ کیوں نہیں ڈالا؟ حضرت علی نے فرمایا بیٹا رسول اللہ ﷺ کے ادب کی وجہ سے۔

پھر سیدنا غوث اعظم ایسا وعظ فرماتے کہ لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب آجاتا۔ آپ کی تقریر سے لوگوں کے قلوب روشن ومنور ہوجاتے، ہزاروں یہودی اور عیسائی آپ کا خطاب سن کر مسلمان ہوئے، آپ کے دست اقدس پر ایک لاکھ سے زائد ڈاکوؤں اور جرائم پیشہ افراد نے توبہ کی۔ آپ کی برکت سے چور ولی بن گئے،

(تفسیر روح المعانی، ج، ١٢رص:٣٥٠ / قلائد الجواہر، ص:١٨٩)

کرامت:۔ آپ کی کرامت بہت زیادہ ہے۔ دیوبندیوں کے بڑے مولوی ابوالحسن ندوی ابن تیمیا کا قول نقل کرتے ہیں کہ شیخ عبد القادر جیلانی کی کرامت حدتواتر کو پہنچ گئی ہے،

(تاریخ دعوت عزیمت، ج ارص:٢٠١)

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسنے عرض کیا، میری تمنا یہ ہے کہ میرا لڑکا پیدا ہو۔ فرمایا "ان شاء اللہ ہوگا مگر اس کے گھر لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ شخص پھر آپ کی خدمت میں آکر عرض کیا حضور! لڑکی پیدا ہوئی ہے غوث پاک نے فرمایا، اس بچی کو کپڑے میں لپیٹ لو اور دیکھو کیا ہوتا ہے اس لڑکی کو کپڑے میں لپیٹا گیا تھوڑی دیر کے بعد دیکھا تو وہ لڑکا تھا،

(سفینۃ الاولیاء، ص:٨٢)

علامہ ابوالحسن انصاری اندلسی فرماتے ہیں، میں ایک مرتبہ حضور غوث پاک کی مجلس

وعظ میں حاضر ہوا اور آخری صف میں بیٹھ گیا۔ آپ زہد کے موضوع پر تقریر فرمارہے تھے، میں نے دل میں کہا کاش آپ معرفت پر تقریر کرتے۔ آپ نے معرفت پر تقریر شروع کی پھر مجھے خیال آیا کہ اب آپ ذوق وشوق پر روشنی ڈالتے تو بہتر ہوتا۔ آپ نے ذوق وشوق پر تقریر فرمائی پھر مجھے خیال آیا کہ آپ فنا وبقا پر تقریر فرماتے آپ نے فنا وبقا پر تقریر فرمائی۔ پھر مجھے خیال آیا کہ کاش! آپ علم غیب اور حضور قلب کے موضوع پر تقریر فرماتے تو آپ نے علم غیب اور حضور قلب کے موضوع پر ایسی تقریر فرمائی جو میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا اے ابوالحسن! یہ تجھے کافی ہے، آپ کا یہ فرمانا تھا کہ مجھ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔

(بہجۃ الاسرار، ص: ۹۴)

وصال باکمال:۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا وصال ۱۱/ یا ۱۷/ ربیع الثانی ۵۶۱ھ شب دوشنبہ بعد نماز عشاء اکیانوے (۹۱) سال کی عمر شریف گزار کر بغداد شریف میں ہوا، مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو ان کے فیضان سے مالا مال فرمائے۔

تاج الملۃ والدین حضرت سیدنا عبدالرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۴/رجب المرجب ۵۲۸ھ ۱۱۳۳ء ۶/شوال المکرم ۶۲۳ھ

ولادت:۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۸/ذی قعدہ ۵۲۸ھ بوقت شب بغداد شریف میں ہوئی۔

نام ونسب:۔ آپ کا اسم گرامی عبدالرزاق اور کنیت ابوبکر، ابو الفرح اور لقب تاج الدین ہے۔ آپ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے پانچویں شہزادے ہیں۔

تعلیم وتربیت:۔ آپ کی تعلیم وتربیت سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آغوش پاک میں ہوئی اور اپنے والد ماجد سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی تکمیل علوم شریعت وطریقت فرما کر بیعت وخلافت سے بھی مشرف ہوئے۔

فضائل ومناقب:۔ سراج السالکین، تاج الملۃ والدین سیدنا تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلسلۂ عالیہ قادریہ کے اٹھارہویں امام وشیخ ہیں، آپ حافظ قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ بہت بڑے فقیہ تھے، آپ اپنی جلالت علمی کی بنیاد پر عراق کے مفتی تھے اور آپ معرفت حدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے، آپ منکسر المزاج، صابروشاکر اور اپنے وقت کے بہت بڑے عابد وزاہد تھے زہد وخاموشی آپ کا طرۂ امتیاز تھا، علوم وفنون کے درس وتدریس کے علاوہ میدان مناظرہ کے عظیم مناظر بھی آپ تھے، آپ کی ذات بابرکات جامع الکمالات تھی آپ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد تھے، آپ زہد وتقویٰ میں کامل اور اپنے والد کے مظہر اتم تھے، شرم وحیا اور خشیت الٰہی کا یہ عالم تھا کہ مسلسل تین سال تک قطعی طور پر آپ نے آسمان کی طرف نگاہ نہیں کیا اور یہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے خشیت وحیا کی بنیاد پر کیا تھا۔

تصانیف:۔ آپ درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف سے بھی دلچسپی رکھتے تھے آپ کی تصنیفات میں ایک کتاب بہت مشہور ہے جو آپ کے پدر بزرگوار سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معمولات وملفوظات پر مشتمل بے شمار خوبیاں لئے ہوئے مشعل راہ طریقت بنی ہوئی ہے، جسے آج پوری دنیائے تاریخ ''جلاء الخواطر؛ کے نام سے جانتی ہے۔

آپ کے پانچ صاحبزادے۔ {۱} حضرت قاضی القضاۃ شیخ ابو صالح نصر، {۲} حضرت شیخ ابو القاسم عبد الرحیم، {۳} حضرت شیخ ابو محمد اسماعیل {۴} حضرت شیخ ابو المحاسن فضل اللہ، {۵} حضرت شیخ جمال اللہ اور دو صاحبزادیاں {۱} حضرت بی بی سعادہ {۲} حضرت ام محمد عائشہ رضی اللہ عنہم۔

عمر دراز:۔ حضرت سیدنا شیخ عبد الرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت شیخ جمال اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حسن و جمال میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ تھے سرکار غوث پاک کو اپنے پوتے شیخ جمال اللہ سے بے پناہ الفت و محبت تھی چنانچہ ان کے لئے درازئ عمر کی دعا فرمائی اور دعائے غوث پاک سے انہیں درازئ عمر نصیب ہوئی۔ وہ آج تک زندہ ہیں اور حیات المیر کے نام سے مشہور ہیں، اکثر ان کا قیام دیار سمرقند میں رہتا ہے۔ حضرت شیخ جمال اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں، کہ حضرت غوث الثقلین جدنا المکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ کو دیکھ کر اکثر فرمایا کرتے تھے، کہ

''اے جمال اللہ تیری بڑی عمر ہے جب تو زمانۂ عیسیٰ علیہ السلام پائے تو میرا سلام اس روح القدس کی خدمت میں پہنچانا؛

یہاں تک کہ حضرت شیخ جمال اللہ کی جس نے صحبت پائی وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا کہ اس میں شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کامل کو حیات و ممات میں اختیار دیا ہے مگر معلوم نہیں ہے کہ آپ کی عمر شریف کتنی ہوگی تو ارشاد فرمایا کہ یقینی طور پر تو مجھے بھی نہیں معلوم ہے مگر جس وقت میرے جد کریم سرکار غوث

پاک مجھے گود میں لیتے تھے تو فرماتے تھے کہ اے جمال! میری طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سلام پہنچانا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت و خدمت سے مشرف ہوں گا اور وہ امانت ان کو پہنچاؤں گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(تذکرۂ مشائخ قادریہ مکتبہ نبویہ لاہور، ص: ۲۲)

وصال باکمال:۔ آپ کا وصال باکمال ۶/ شوال المکرم ۶۳۳ھ میں ہوا آپ کا مزار مقدس حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقبرہ شریف بغداد معلیٰ میں مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

مولیٰ تعالیٰ ان کے اور جملہ اولیاء کرام کے فیضان سے ہم سبھوں کو مالا مال فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین

باب سوم

سلطان الہند حضرت سیدنا خواجہ معین الدین حسن سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۳۵ھ　　　　۶ رجب المرجب ۶۳۳ھ

ولادت باسعادت۔ عطاء رسول مقبول، گل باغ بتول، خواجۂ خواجگاں، فخر ہندوستاں، مرجع الافراد، مرشد الاوتاد، تاج المقربین، رہنمائے کاملین حضرت سیدنا خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت شہر خراسان کے موضع سنجر میں ۵۳۵ھ میں ہوئی، اور بعض سوانح نگار کے نزدیک ۵۳۷ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نام ونسب:۔ آپ کا اسم گرامی معین الدین حسن، خواجہ غرب نواز، سلطان الہند، ہند الولی، عطاء رسول، خواجۂ خواجگاں، امیر چشتیاں وغیرہم درجنوں آپ کے القاب وخطابات ہیں۔

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی، حضرت سیدنا شیخ غیاث الدین اور والدہ محترمہ کا اسم گرامی بی بی سیدہ ماہ نور اور کنیت امّ الورع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا۔

آپ کا خاندان ذیشان نجیب الطرفین ہے یعنی باپ کی طرف سے گیارہویں پشت میں حضرت مولیٰ علی مشکل کشا شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک سلسلۂ نسب پہنچتا ہے۔ اور والدہ کی طرف سے بھی سلسلۂ نسب گیارہ واسطوں سے حضرت مولیٰ علی خیبر شکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

تعلیم وتربیت:۔ آپ نے اپنے والد ماجد حضرت سیدنا غیاث الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اپنے وقت کے عظیم المرتبت عالم دین اور علاقہ کے

مرجع العلماء تھے سے تعلیمی سفر کا آغاز فرمایا اور ان کے زیر درس نحو، صرف، تفسیر و احادیث اور فقہ کی کتب متوسطات تک کی تعلیم مکمل فرمائی۔ سن بلوغت میں پہنچنے سے پہلے ہی والد گرامی کا مشفقانہ سایہ سر سے اٹھ گیا، اب آپ والدہ ماجدہ کی خدمت با برکت میں رہ کر والد ماجد کی طرف سے جو ایک باغ اور ایک پن چکی وراثت میں ملی تھی انہی دونوں ذرائع آمدنی کی دیکھ بھال میں مشغول ہو گئے۔

ایک مجذوب کی نظر عنایت:۔ جب آپ کی والدہ ماجدہ کا وصال ہو گیا اور آپ کے بیشتر اوقات پن چکی چلانے اور باغ کی باغبانی میں گزرتے تھے انہیں دنوں میں ایک مجذوب بزرگ حضرت ابراہیم قندوزی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے باغ کے قریب سے گزرے، تھوڑی دیر تک وہ باغ کو غور سے دیکھتے رہے پھر باغ کے اندر تشریف لائے، حضرت خواجہ غریب نواز نے انہیں دیکھ کر بڑے ادب سے انگوروں کی چھاؤں میں بٹھایا اور انگوروں کے دو خوشے پیش کر دیئے، انہوں نے اس میں سے کچھ کھایا اور کچھ زنبیل میں ڈال دیا۔ پھر زنبیل سے سوکھی روٹی یا کھلّی کا ٹکڑا نکالا اور آپ کے منہ میں ڈال دیا اور کچھ بڑبڑاتے ہوئے اپنا راستہ لیا۔

ادھر جب سوکھی روٹی کا ٹکڑا آپ کے حلق سے نیچے اترا تو آپ کے دل کی دنیا تبدیل ہو گئی، آپ نے باغ، پن چکی اور مکان سب کو فروخت کر کے راہ خدا میں خیرات کر دیا اور علوم ظاہری کی تکمیل کے لئے سجستان تشریف لے آئے، جہاں آپ نے ایک مشہور قاری قرآن کی خدمت میں رہ کر قرأت سبعہ اور حفظ قرآن کی تکمیل فرمائی، پھر وہاں سے بغداد شریف تشریف لائے اور وہاں اکابر علماء و مشائخ سے علمی پیاس بجھائی۔

بیعت و خلافت:۔ علوم شریعت کی تکمیل کے بعد علوم طریقت کے حصول کی خواہش آپ کے دل میں پیدا ہوئی اور اس وقت کے سلسلۂ چشتیہ کے نامور بزرگ امام العارفین حضرت شریف زندنی کے خلیفۂ ارشد حضرت شیخ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر بیعت کے خواستگار ہوئے۔ خواجہ عثمان ہارونی نے فرمایا، بیٹا تازہ وضو کرنے کے بعد ایک ہزار بار سورۂ اخلاص

پڑھو، آپ نے پڑھ لیا، مرشد کریم نے لطیفہ قلب پر توجہ فرمائی اور اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو کشادہ کر کے فرمایا، ان دونوں انگلیوں کے درمیان کیا دیکھتے ہو؟ آپ نے عرض کیا حضور! اس میں تو ساری دنیا اور دنیا کی مخفیات و اسرار کو دیکھ رہا ہوں پیر و مرشد نے فرمایا، ابھی نہیں ہوا پھر یکسوئی کے ساتھ ایک ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھو، دوبارہ آپ نے ارشاد مرشد کی تعمیل فرمائی۔ حسب سابق دونوں انگلیوں کی طرف آپ نے دیکھا اور جواب دیا۔ اب تو ساتوں آسمان اور اس کی خلاؤں کو عجائب خداوندی کے ساتھ دیکھ رہا ہوں، اسی طرح تیسری بار بھی آپ کو ایک ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھنے کا حکم ہوا اور اس بار آپ نے عرش و کرسی لوح و قلم اور تجلیات باری تعالیٰ کا خوب خوب نظارہ کیا پھر آپ کو داخل سلسلہ کر کے اپنی خدمت و رفاقت میں آپ کے مرشد طریقت نے لے لیا۔ یہاں تک کہ بیس سالوں تک حضرت خواجہ غریب نواز اپنے پیر کامل کی صحبت و خدمت میں رہے۔ اور انہیں کے ہمراہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے آپ کے پیر و مرشد نے خانۂ کعبہ میں جا کر آپ کی قبولیت کی دعا فرمائی ہاتف نے آواز دی کہ میں نے اسے قبول کیا، پھر مدینہ طیبہ میں روضۂ رسول پر حاضری دی اور صلوٰۃ و سلام کا تحفہ پیش کیا تو آپ کے سلام کا جواب روضۂ رسول سے آیا اور ہندوستان جا کر دین حنیف کی تبلیغ کا فرمان بھی آپ کو ملا۔

ہندوستان میں آمد:۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر اپنے پیر و مرشد سے اجازت لے کر آپ ہندوستان تشریف لائے۔ اس وقت راجہ پرتھوی راج چوہان کا دور دورا تھا۔ آپ نے اپنے اخلاق کریمہ کفار و مشرکین کے درمیان اس طرح پیش فرمایا کہ جسے دیکھ کر لاکھوں کفار و مشرکین داخل اسلام ہو گئے۔ آپ سے وقت ضرورت متعدد کرامات بھی ظہور میں آئیں ہندوستان میں آپ کی آمد کی وجہ سے بکثرت مذہب اسلام کی اشاعت ہوئی اور آج بھی آپ کا مبارک آستانہ فیض و کرم کا دریا بہا رہا ہے۔

کرامات:۔ آپ کے حکم پر اونٹوں کا بیٹھے رہنا، انا ساگر کا پانی ایک پیالے میں آ جانا، پرتھوی راج چوہان کا شہاب الدین غوری کے ہاتھ مارا جانا،

جۓ پال جوگی کے سر پر آپ کے مبارک کھڑاؤں سے پٹائی اور جۓ پال جوگی اور اس کے ماننے والوں کا داخل اسلام ہونا کنواری بچھیا کے تھن سے دودھ دوہنا وغیرھا۔

وصال باکمال:۔ دین اسلام کی عظیم الشان خدمت انجام دے کر ستانوے سال کی عمر شریف میں آپ کا وصال باکمال ۶؍رجب المرجب ۶۳۳ھ میں اجمیر معلیٰ کے اندر ہوا۔ وصال مبارک کے بعد آپ کے لوح پیشانی پر بخط نور نمایاں طور پر لکھا ہوا تھا۔ ''ھٰذا حبیب اللہ مات فی حبّ اللہ'' ؛ یہ اللہ تعالیٰ کا حبیب ہے جو خدائے پاک کی محبت میں جام وصال نوش فرما گیا۔

(اخبارالاخیار)

سیدالہند حضرت سیدنا محمد قادری بغدادی المجھری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۵/رمضان المبارک ۸۱۰ھ یکم ربیع الاول ۹۴۰ھ

ولادت باسعادت:۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲۵/رمضان المبارک ۸۱۰ھ بروز پنجشنبہ بوقت صبح صادق بغداد شریف میں ہوئی۔

نام ونسب:۔ آپ کا اسم گرامی سید محمد قادری اور سید الہند، امیر الہند اور سیدنا پاک آپ کے مبارک القاب ہیں، آپ کے والد ماجد حضرت سید شاہ شمس الدین درویش قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو پیران پیر سرکار غوث اعظم کے آل پاک میں سے تھے اور اپنے وقت کے صاحب کشف وکرامت بزرگ ولی کامل اور خانقاہ قادریہ بغداد شریف کے سجادہ نشین تھے، اور آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جو سید عبد العلی حسنی کی دختر نیک اختر تھیں، جن کا شجرۂ نسب سید عبداللہ صوفی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔

آپ نجیب الطرفین تھے آپ کا شجرۂ نسب بارہویں پشت میں سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔

تعلیم وتربیت:۔ سات برس کی عمر شریف تک آپ اپنے والدین کریمین کے زیر سایہ رہ کر عمدہ تعلیم وتربیت سے آراستہ ہوئے بعدہٗ آپ کے والد ماجد نے سید العلماء حضرت شیخ خلیل اللہ کے مدرسہ میں آپ کا داخلہ کرایا اور آپ نے اسی مدرسہ میں حفظ قرآن وتجوید وقرأت کی تکمیل فرمائی۔ بعدہٗ ادب، فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث کی تعلیم حضرت شیخ ابوالاسحاق کوفی سے حاصل کی، علم مناظرہ، علم حدیث مع اسماء الرجال کی تعلیم حضرت شیخ ابوالمکارم جنیدی، شیخ عبداللہ سعیدی، شیخ ابوالخیر، عبدالرحیم، شیخ ابو الناصر عبدالغفار نجفی سے حاصل کی علم تصوف اور علم تفسیر حضرت علامہ ابوالفرح جنیدی سے حاصل کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اس طریقے پر آپ نے تئیس سال کی عمر شریف میں تمام علوم و فنون پر مکمل عبور حاصل کیا۔ اس کے بعد اپنے والد بزرگوار کے حکم پر متعدد اولیاء کرام

خصوصاً حضرت موسیٰ کاظم، حضرت سری سقطی اور حضرت غوث پاک کے مزارات پر حاضری دی اور ان کے روحانی فیضان سے فیضیاب ہوئے۔

بیعت وخلافت:۔ جب ظاہری علوم وفنون سے آپ فارغ ہوئے تو آپ کے پدر بزرگوار حضرت سیدنا شمس الدین درویش قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آبائی سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ کو بیعت وخلافت سے نوازا اور ارشاد فرمایا، اے فرزند! یہ کفن پہنا رہا ہوں کیونکہ خرقۂ خلافت پہننا اس مرد کامل کے لئے زیبا ہے جو اپنی ہستی کو لاموجود سمجھے، پیر اپنے مرید کے لئے ذریعہ ہوتا ہے، مرید پر فرض ہے کہ وہ اپنے پیر کے حکم کی تعمیل کرے، مرید کو اپنی ذات مرشد کے ارادے میں فنا کر دینا چاہیئے وہ اپنے آپ کو مردہ تصور کرے، جس طرح مردہ دنیاوی ہستی سے محروم ہوکر غسال کے ہاتھوں سے کفن پہنتا ہے اسی طرح مرید اپنے مرشد کامل کے ہاتھوں خرقۂ فقر پہنتا ہے۔

عبادت وریاضت:۔ آپ اپنے والد محترم سے بیعت و خلافت سے سرفراز ہوکر انہیں کے حکم وارشاد کے مطابق عبادت الٰہی وریاضت خداوندی اور نفس کشی کی خاطر قرن کے جنگل کی طرف روانہ ہوئے، اور چار سال تک اسی جنگل میں عبادت وریاضت میں مشغول رہے۔ مجاہدہ کے اس سفر میں حضرت ابوطلحہ مدنی ساتھ ساتھ رہے آپ فرماتے ہیں، حضرت سید الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان چار سالوں میں ہمیشہ روزہ رکھتے دو سال تک آپ نے نہ کچھ کھایا اور نہ پیا بلکہ جب افطار کا وقت قریب آتا تو افطار کے لئے جنگلی درختوں کی پتیاں استعمال کرتے اور کوئی غذا نہیں ہوتی تھی اس کے باوجود جسمانی ضعف کا نام ونشان تک نہ تھا فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل اور تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے، دو سال جو میوہ آپ کو خود بخود دکھائی دیتا تناول فرماتے مگر جنگلی میواؤں کی جستجو نہ کرتے۔

(مناقب محمدیہ قلمی ص:۴۶/۴۷)

ہندوستان میں آمد:۔ قرن کے جنگل میں چار سالہ مجاہدہ اور تزکیۂ نفس کی تکمیل کے بعد جب آپ کی عمر شریف ۲۷ر سال کی ہوئی تو آپ اکثر خلاء میں سنا کرتے تھے کہ مخلوق خدا کو حق کی طرف بلاؤ۔ ۸۳۷ھ میں اپنے والد گرامی کے حکم پر مدینہ شریف کا سفر شروع کیا اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری دی اور مسجد نبوی شریف میں معتکف ہوئے، ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کرم فرمایا اور اپنی زیارت سے مشرف فرماتے

ہوئے دعوت حق کا آغاز کرنے کا حکم ارشاد فرمایا چنانچہ آپ نے مکہ معظمہ سے دعوت حق کا آغاز فرمایا اور آٹھ سال مکہ شریف میں رہ کر اپنے والد گرامی سے ملاقات کرنے کی غرض سے بغداد شریف تشریف لائے اور اپنے والد گرامی کی خدمت میں چھ ماہ رہ کر ان کی اجازت سے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان عالیشان پر عمل کرتے ہوئے چالیس خلفاء اور خادموں کو ساتھ لے کر ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے اس وقت آپ کے والد گرامی حضرت سید شاہ شمس الدین درویش قادری نے آپ کو تین چیزیں عطا فرمائیں (۱) تاج، (۲) خرقہ، اور (۳) عصا۔ اور ارشاد فرمایا کہ ہندوستان پہنچنے کے بعد جس جگہ پر اس عصا کو نصب کرنے کے بعد یہ سرسبز و شاداب ہوجائے اسی جگہ پر اپنا مسکن بنانا۔ چنانچہ آپ اپنے خلفا اور خادموں کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ پہلے نرینا جنگل میں چند ماہ رہ کر ایک جزیرہ نما جنگلی علاقہ امجا کے جنگل میں تشریف لائے۔ آپ کے قدم پاک کی برکت سے وہ جنگل منگل میں تبدیل ہوگیا اور امجا سے امجھر شریف بن گیا۔

امجھر شریف، صوبۂ بہار کا ایک مقدس قصبہ ہے جو ضلع اورنگ آباد میں واقع ہے اور شہر گیا سے ساٹھ کیلومیٹر دور ہے۔ امجھر شریف سے پندرہ کلیومیٹر کے فاصلہ پر سون ندی جاری ہے، سرکار غوث پاک کا وہ عصا جو آپ لے کر آئے تھے جب زمین امجھر میں نصب فرمایا تو وہ عصا جلد ہی سبز و شاداب ہوگیا اور آج بھی وہ درخت آپ کے مزار پاک کے احاطہ میں موجود ہے۔

کرامات:۔ (۱) اژدہا، کلمۂ شہادت پڑھ کر آپ کا مرید بن گیا (۲) مردہ گھوڑا زندہ ہوگیا (۳) سون ندی نے آپ کے حکم پر اپنا رخ موڑ لیا، (۴) کشتی کو ڈوبنے سے بچایا، (۵) آپ کی دعا سے دفینہ ملا ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں۔

وصال باکمال:۔ ۹۴۰ھ میں آپ کا وصال باکمال ہوا، امجھر شریف میں آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق بنا ہوا ہے، یکم ربیع النور شریف کو ہر سال آپ کا عرس پاک منایا جاتا ہے۔

حضرت سیدنا شاہ عبداللہ ابدال قادری بغدادی ثم سہسرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مولدومدفن:۔ سہسرام صوبۂ بہار کا ایک تاریخی شہر ہے، اور علم و ادب کا گہوارہ ہے جہاں شاہ ہند شیر شاہ سوری کا مقبرہ ہے وہیں کثیر تعداد میں صوفیاء وصالحین، اولیاء کاملین، علماء ربانیین و بزرگان دین کے مزارات مقدسہ، پوری تابانیوں اور جلوہ سامانیوں کے ساتھ مرجع خلائق بنے ہوئے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر شہر سہسرام کو مدینۃ الاولیا، یا شہر اولیاء، کہا جانا بجا ہوگا ہم اپنے تمام بزرگوں کی بارگاہ عالی مرتبت میں نذرانۂ سلام عقیدت ومحبت پیش کرتے ہیں۔

شہر سہسرام میں بغداد شریف سے قادری سلسلہ کے ایک عظیم المرتبت عبقری شخصیت بزرگ دسویں صدی، ہجری میں تشریف لائے جو اولاد غوث اعظم ہیں اور درجۂ ابدالیت پر فائز ہیں۔

اسم گرامی:۔ شمس العارفین، بدر الکاملین، فردالافراد، سید السادات حضرت سید شاہ عبداللہ ابدال قادری بغدادی ثم سہسرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بغداد سے سہسرام آمد:۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اشارہ ہوا کہ آپ کے آبا واجداد سے آپ تک جو حضور غوث پاک کے تبرکات پہنچے تھے تمام تبرکات کو لے کر ہندوستان کی جانب چلے جاؤ۔ اور جہاں تمہارا عصا زمین میں نصب ہوجائے وہیں قیام کر لینا۔ آپ علیہ الرحمہ بغداد سے چلے۔ اور اثنائے سفر کئی مقامات پر قیام فرمایا لیکن عصائے مبارک کہیں نصب نہ ہوا، جب سہسرام سے آپ کا گزر ہورہا تھا آپ حسب ضرورت رکے جب آگے بڑھنے کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ آپ کا عصا مبارک زمین میں نصب ہوگیا ہے۔ آپ سمجھ گئے کہ یہیں رکنے کا حکم ہے، پھر آپ نے وہیں مستقل قیام فرمایا اور وہیں آپ نے خانقاہ قائم فرمائی۔

کرامت:۔ آپ علیہ الرحمہ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ لوہا ہو یا لکڑی چند دنوں زمین میں رہنے سے لوہا زنگ آلود ہوجاتا ہے اور لکڑی کو دیمک چاٹ جاتا ہے، لیکن الحمد للہ تقریباً چار سو سال ہونے جارہا ہے لیکن وہ عصا

مبارک آج بھی اپنی جگہ پر ویسے ہی صحیح سالم ہے۔ اللہ اکبر! یہ ہے اللہ والوں کی صحبت کا اثر، کہ ایک بے جان لکڑی کے اندر وہ کمال پیدا ہو گیا کہ اسے نہ دیمک چاٹ سکے اور نہ ہی مٹی اسے گلا سڑا سکے، تو جو انسان ایسے ولیٔ کامل کی صحبت اختیار کرے تو اسے پھر جہنم سے نجات کیونکر حاصل نہ ہو،

تبرکات غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

(۱) خرقۂ مبارک، (۲) ایک قمیص مبارک، (۳) ایک کلاہ یعنی ٹوپی مبارک، (۴) کمر بند شریف۔

فیضان آستانہ عالیہ قادریہ ابدالیہ سہسرام:

مدینۃ الاولیا سہسرام محلہ شاہ جمعہ پیر میں ایک عظیم الشان بافیض آستانہ ہے جہاں اولاد غوث اعظم ابدال وقت حضرت سید شاہ عبداللہ ابدال قادری بغدادی و حضرت سید شاہ غلام رسول المعروف حضرت سید شاہ جمعہ پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مزار اقدس مرجع خلائق بنا ہوا ہے ان کے علاوہ حضرت سید شاہ امجد حسین قادری و حضرت سید شاہ بدر الدین احمد قادری علیہما الرحمۃ والرضوان اور بھی متعدد بزرگان دین آرام فرما ہیں جن کے روحانی فیوض و برکات سے لوگ مالا مال ہو رہے ہیں اس آستانہ سے بے شمار لوگوں کی مرادیں پوری ہوئیں ہیں اور روحانی علاج کا مرکز صدیوں سے اب تک بنا ہوا ہے اس آستانہ کی ظاہری شان و شوکت کا یہ عالم ہے کہ مغلیہ دور کے شاہان ہند و دیگر حکام وقت کا جب اس آستانہ کی طرف سے گزر ہوتا تو وہ اپنی سواری سے اتر کر احتراماً آستانہ والی گلی کو پیدل طے کیا کرتے جس طرح یہ بات عوام میں مشہور ہے ویسے ہی اہل محلہ و دیگر خاص لوگوں کی زبان زد یہ بات بھی ہے کہ دوران فسادات ان اولیاء کاملین کا خصوصی کرم اہل محلہ پر ہوا کرتا رہا ہے کیونکہ غیبی گھوڑ سواروں کا پولیس اہلکاروں کو نظر آنا اور اس محلہ میں ان کا ڈیوٹی دینے سے منع کرنا ہر عوام و خواص کی جانکاری میں ہے۔

حضرت سیدنا شاہ غلام رسول قادری شاہ جمعہ پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سید شاہ عبد اللہ ابدال قادری بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پر پوتے عرفان العارفین، سید السالکین، گل گلشن ابدالیہ، سید السادات حضرت سید شاہ غلام رسول حسنی، حسینی، قادری عرف شاہ جمعہ پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے وقت کے اتنے معروف و مشہور بزرگ گزرے ہیں کہ آپ کے ہی نام سے سہسرام کا ایک معروف محلہ شاہ جمعہ ہے آپ سے خلق خدا کو خوب خوب فیض پہنچا ہے۔آپ کا مزار پر انوار حضرت سید شاہ عبد اللہ ابدال بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پائینتی میں ہے جو مرجع خلائق و منبع خیر و برکت بنا ہوا ہے۔

منقبت در شان حضرت سید شاہ عبد اللہ ابدال بغدادی و حضرت شاہ جمعہ پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حضرت ابدال بغدادی کی اونچی شان ہے — شاہ جمعہ پر علاقہ آج بھی قربان ہے
آج رحمت کی گھٹا چھائی ہوئی ہے ہر طرف — حضرت ابدال و جمعہ پیر کا فیضان ہے
خوب کی تبلیغ دیں آکر یہ ہندوستان میں — آپ کا ہم سب مسلماں پر بڑا احسان ہے
لیکے آئے تھے عصا جو آج تک محفوظ ہے — دے رہا ہے وہ گواہی حق کی یہ پہچان ہے
کیجئے آکر زیارت خرقۂ غوث الوریٰ — پورا ہو جائے گا بے شک دل میں جو ارمان ہے
لے لو اب علم طریقت اور حقیقت معرفت — غوث اعظم کا بچھا نورانی دسترخوان ہے
بدر ملت اور بوالحسنات ہیں عکس جمیل — ان کا ہر بچہ یقیناً لؤلؤ و مرجان ہے

کھا سکی اب تک نہ مٹی جب عصا کو اے نعیم
کیسے کھائے گی انہیں جن پر عصا قربان ہے

زیارت تبرکات:۔ تبرکات غوث پاک کی زیارت ہر سال گیارہ ربیع الثانی کو بعد نماز عصر شہزادۂ بدر ملت، حضرت سید شاہ ابو الحسنات قادری ابدالی سجادی مدظلہ العالی کی سرپرستی میں اور ماہر علوم دینیہ وعصریہ حضرت سید شاہ ابو

الفرح منیر الدین تبریز حسنات قادری مدظلہ العالی کی نگرانی میں پیر طریقت حضرت سید شاہ الحاج ابوذر حسنات شیرازی قادری مدظلہ العالی کے دست مبارک سے کرائی جاتی ہے۔ اور حضرت سید شاہ عبد اللہ ابدال بغدادی سے لے کر اب تک جتنے حضرات نے تبرکات کی زیارت کرائی ہے ان کے اسمائے گرامی بالترتیب درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت سید شاہ عبداللہ ابدال قادری بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۲) حضرت سید شاہ ابراہیم قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۳) حضرت سید شاہ محمد افضل قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۴) حضرت سید شاہ غلام رسول قادری عرف شاہ جمعہ پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۵) حضرت سید شاہ نہال علی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۶) حضرت سید شاہ محمد آل یٰسین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۷) حضرت سید شاہ محمد جلال الدین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۸) حضرت سید شاہ امیر علی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۹) حضرت سید شاہ واجد حسین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۰) حضرت سید شاہ وحید حسین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۱) حضرت سید شاہ امجد حسین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲) حضرت سید شاہ بدر الدین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۳) حضرت سید شاہ ابوالحسنات قادری مدظلہ العالی

(۱۴) حضرت سید شاہ ابوالفرح منیر الدین تبریز قادری مدظلہ العالی

(۱۵) حضرت سید شاہ الحاج ابوذر حسنات شیرازی قادری مدظلہ النورانی

کرامت:۔ خانقاہ قادریہ ابدالیہ محلہ شاہ جمعہ پیر سہسرام ضلع روہتاس بہار کے ناظم اعلیٰ مخدوم گرامی حضرت سید شاہ ابوالفرح منیر الدین تبریز قادری مدظلہ العالی جو حضور بدر ملت حضرت علامہ سید شاہ بدر الدین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بڑے پوتے اور پیر طریقت حضرت سید شاہ ابوالحسنات قادری مدظلہ العالی کے بڑے صاحبزادے اور سید شاہ الحاج ابوذر حسنات شیرازی قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہ قادریہ ابدالیہ سہسرام بہار کے بڑے بھائی ہیں، ان کی زبانی کرامت و

تصرف کا واقعہ سن کر نقل کیا جا رہا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سید شاہ عبد اللہ ابدال بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک پہ حضرت سید شاہ غلام رسول قادری شاہ جمعہ پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزدے حضرت سید شاہ نہال قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بار مراقب تھے، اسی اثناء میں آپ کا کوئی مرید آکر اجمیر شریف جانے کی اجازت طلب کرتا ہے، آپ نے مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمایا، کہ سنو! تمہاری مراد یہیں پوری ہو جائے گی۔ صرف یہاں کی چہار دیواری کو لیپوا دو، سفر کی صعوبت سے بچ جاؤ گے، وہ مرید اپنی اہلیہ کو یہ بات بتا تا ہے مگر اس کی اہلیہ اس بات پر راضی نہیں ہوتی ہے۔ اور وہ دونوں میاں بیوی حضرت کو بتائے بغیر اجمیر شریف روانہ ہو جاتے ہیں۔ اجمیر شریف پہنچ کر وہ دونوں خواب میں دیکھتے ہیں کہ سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت جلال میں ہیں اور فرما رہے ہیں، نکل جاؤ میرے اجمیر سے، دونوں خوفزدہ ہو کر بیدار ہوتے ہیں روضۂ غریب نواز پہ حاضری دئے بغیر سہسرام واپس آجاتے ہیں اور اپنے پیر و مرشد کی بارگاہ میں معافی مانگتے ہیں اور دیوار لیپوانے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ لیکن حضرت نے اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ، اب وقت نکل گیا۔

کسی شیخ نے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ کی بارگاہ میں دل سنبھال کے رکھو اور علماء کی بارگاہ میں زبان سنبھال کے رکھو،

سجادگی:۔ حضرت سید شاہ عبد اللہ ابدال قادری بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد میں آخری صاحبزادہ و صاحب سجادہ حضرت سید شاہ امجد حسین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں جو اپنے وقت کے بڑے زمیندار اور نہایت ہی متقی و پرہیزگار، شب زندہ دار تھے وہ حضرت سید شاہ بدر الدین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے داماد تھے۔

حضرت سید شاہ امجد حسین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد ان کے پیر حضرت سید شاہ بدر الدین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سجادگی منتقل ہو گئی اور اب تک حضرت شاہ بدر الدین علیہ الرحمہ کی اولاد میں یہ سجادگی قائم ہے۔ انتقال

سجادگی کا واقعہ کچھ اس طرح ہے جو حضرت سید شاہ منیر الدین تبریز قادری صاحب نے بیان فرمایا۔

حضرت سید شاہ امجد حسین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے وقت آپ کے سُسُر حضرت سید شاہ بدر الدین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سمری گاؤں میں تھے وہاں ان کے خواب میں حضرت سید شاہ امجد حسین قادری علیہ الرحمہ تشریف لائے اور فرمایا! قبلہ! آپ حفصو کو سنبھالیں ''حفصو'' گھر میں ام حفصہ کو کہا جاتا تھا جو حضرت شاہ بدر الدین قادری علیہ الرحمہ کی بڑی صاحبزادی اور حضرت سید شاہ امجد حسین قادری علیہ الرحمہ کی زوجۂ محترمہ تھیں، اور حضرت شاہ بدر ملت، بدیع میاں کو حضرت شاہ امجد حسین قادری علیہ الرحمہ قبلہ کہہ کر ہی مخاطب فرماتے تھے۔ اور جب آپ نیند سے بیدار ہوئے تو خبر ملی کہ شاہ امجد حسین صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ نے فوراً سہسرام روانہ ہونے کا فیصلہ کیا۔

چونکہ حضرت شاہ امجد حسین صاحب کے انتقال کے بعد ان کی زوجہ محترمہ ہی ان ذمہ داریوں کی وارث تھیں، جن میں خانقاہ و درگاہ شریف کی دیکھ بھال سے لیکر زیارت تبرکات کی ذمہ داریاں شامل تھیں، لہٰذا شاہ امجد حسین صاحب نے بذریعۂ خواب یہ ساری ذمہ داریاں حضرت بدیع میاں کو عطا فرمائیں، نیز منصب سجادگی پر فائز ہونے کے آپ ہی اہل تھے کیونکہ اہل محلہ و دیگر صاحب شعور نے اس بات پر تب مہر لگادی جب آپ نے لوگوں کی گزارش پر محلہ شاہ جمعہ پیر کی بڑی مسجد میں امامت و خطابت کی ذمہ داری قبول فرمائی۔ اور آپ محلہ شاہ ہارون سے محلہ شاہ جمعہ میں نقل مکانی کر کے یہیں مستقل طور پر اقامت پذیر ہو گئے۔

حضرت ام حفصہ عرف بی بی قریشہ خاتون نے خانقاہ و درگاہ کی ساری ذمہ داریاں آپ کو سپرد کیں اور اہل محلہ نے بھی آپ کو آپ کی اہلیت و قابلیت کی بنیاد پر خانقاہ قادریہ ابدالیہ کا سچا صاحب سجادہ و خلیفہ منتخب کیا، اور آپ نے تقریباً بیالیس سال تک اس اہم ذمہ داری کو بحسن و خوبی نبھائی اور بیالیس سال تک فی سبیل اللہ بغیر اجرت کے مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض بھی انجام دیئے، **ذالک فضل اللہ یو تیہ من یشاء۔**

خانقاہ قادریہ ابدالیہ میں گیارہویں شریف کا پروگرام:۔

بعد نماز فجر قرآن خوانی، دس بجے دن میں قل شریف، گیارہ بجے دن میں چادر پوشی بر مزار حضرت ابدال و شاہ جمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، بعد نماز ظہر تقسیم لنگر شریف بعد نماز عصر زیارت تبرکات غوث پاک، بعد نماز مغرب چراغاں بر حجرۂ ابدالیہ بعد نماز عشاء جشن غوث وابدال کانفرنس۔

بدرالاولیا حضرت سید شاہ بدرالدین قادری، چشتی عرف بدیع میاں

ولادت باسعادت:۔ بدرالاولیا حضرت سید شاہ بدرالدین احمد قادری چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۸۸۲ء میں محلہ شاہ ہارون برتلہ، سہسرام، ضلع روہتاس، صوبہ بہار میں ہوئی۔

نام ونسب:۔ آپ کا نام نامی اسم گرامی حضرت سید شاہ بدرالدین احمد قادری، چشتی ہے، پیار سے بدیع میاں کہہ کر لوگ پکارتے ہیں اس طرح آپ کا عرفی نام بدیع میاں پڑ گیا آپ نسباً سید، مسلکاً حنفی، مشرباً قادری وچشتی تھے یعنی دونوں سلسلوں سے

آپ فیض یافتہ تھے آپ کے والد گرامی حضرت سید شاہ بشیر الدین احمد قادری ابن سید شاہ واجد حسین قادری اور والدہ ماجدہ بی بی قمر النساء بنت قاضی الفت حسین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں آپ کے دادی ہال و نانی ہال دونوں گھرانہ اپنے علاقہ میں بڑے شریف و دیندار کے ساتھ ساتھ زمیندار گھرانہ مانا جاتا تھا، یہی وجہ تھی کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو پورے علاقہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، جشن کا ماحول پیدا ہو گیا، لوگوں کی نظر میں بچپن سے ہی آپ کی قدر و منزلت کی حسین و دلکش تصویر منقش ہوگئی گویا آپ سبھوں کے محبوب نظر بن گئے۔

آپ کا نسب نامہ شریف اس طرح ہے

{۱} حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
{۲} حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم
{۳} حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
{۴} حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
{۵} حضرت سید حسین اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
{۶} حضرت سید علی خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
{۷} حضرت سید حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
{۸} حضرت سید میر تقی/سید مرتضیٰ
{۹} حضرت سید ہود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
{۱۰} حضرت سید علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
{۱۱} حضرت سید احسن ابوالفضل
{۱۲} حضرت سید زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
{۱۳} حضرت سید برہان الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
{۱۴} حضرت سید جمال الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
{۱۵} حضرت سید بختیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
{۱۶} حضرت سید قطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
{۱۷} حضرت سید رحمان ہوشیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
{۱۸} حضرت سید دانیال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

{۱۹} حضرت سید عبد الرسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ
{۲۰} حضرت سید کریم الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
{۲۱} حضرت سید جلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
{۲۲} حضرت سید قتال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
{۲۳} حضرت سید محمد احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
{۲۴} حضرت سید جلیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
{۲۵} حضرت سید محمد درویش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
{۲۶} حضرت سید عبد الرحیم قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
{۲۷} حضرت سید فیروز قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
{۲۸} حضرت سید شاہ ابو محمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
{۲۹} حضرت سید شاہ مراد علی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
{۳۰} حضرت سید شاہ خادم حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
{۳۱} حضرت سید شاہ واجد حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
{۳۲} حضرت سید شاہ بشیر الدین احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
{۳۳} حضرت سید شاہ بدر الدین احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا سلسلۂ نسب ۳۲ ویں پشت پر حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا کر ملتا ہے، اس طرح آپ خاندانی سید اور اولاد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور حضرت سید شاہ عبد اللہ ابدال بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گیارہویں نمبر کے خلیفہ و سجادہ نشین خانقاہ قادریہ ابدالیہ سہسرام ہیں۔

حالات و معمولات:۔ آپ کی ولادت زمیندار گھرانے میں ہونے کے باوجود آپ بچپن سے ہی زمیندارانہ ٹھاٹ سے کوسوں دور تھے۔ اور صوم و صلوٰۃ کے بڑے پابند تھے تمام بچوں سے ہٹ کر اکثر وقت آپ مسجد ہی میں گزارا کرتے تھے۔ اسی طرح مسجد میں زیادہ وقت دینا اور سادہ زندگی بسر کرنا آپ کی پہچان بنتی چلی گئی آپ نے زمینداری کے کسی بھی کام میں کبھی حصہ نہ لیا۔ یہاں تک کہ جو کچھ آمدنی آپ کے حصہ میں ہوتی اپنے استعمال بھر رکھنے کے بعد ضرورت مندوں میں تقسیم کر دینا

آپ کی عادت مبارکہ تھی آپ کا پہلا نکاح آپ کے چچا سید شاہ نظام الدین احمد کی صاحبزادی حضرت فاطمہ سے ہوا جن سے ۲ لڑکی اور ایک لڑکا ہوا لیکن لڑکا کم عمری ہی میں انتقال کر گیا۔ آپ کا دوسرا نکاح موضع سیمری کے سید تبارک حسین کی صاحبزادی حضرت کافیہ خاتون سے ہوا جن سے ایک لڑکی کا ظہور ہوا۔ پھر آپ کا تیسرا نکاح سید شاہ معیز الدین شھودی سہسرامی کی صاحبزادی سالمہ خاتون سے ہوا جن سے ایک فرزند ارجمند کا ظہور ہوا اور ان ہی سے آپ کا خانوادہ آباد ہوا۔

آپ کی پہلی صاحبزادی ام حفصہ عرف قریشہ خاتون کی شادی اولاد حضرت شاہ جمعہ حضرت سید شاہ امجد حسین القادری ابن سید شاہ واجد حسین القادری محلہ شاہ جمعہ سے ۱۹۳۵ء میں ہوئی تھی اور ۱۹۳۷ء میں آپ کے شوہر شاہ امجد حسین صاحب کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کے وقت آپ شاہ بدیع میاں اپنے سسرال ثانی موضع سیمری میں موجود تھے کہ آپ کے خواب میں حضرت شاہ امجد حسین تشریف لائے اور کہا، قبلہ! ''حفصو کو سنبھالیں؛ (حفصو گھر میں ام حفصہ کو کہا جاتا تھا اور شاہ بدیع میاں کو حضرت شاہ امجد حسین صاحب قبلہ کہہ کر ہی مخاطب کرتے تھے) اور جب آپ نیند سے بیدار ہوئے تو خبر ملی کہ شاہ امجد حسین صاحب کا انتقال ہو گیا ہے، لہٰذا آپ نے فوراً سہسرام روانہ ہونے کا فیصلہ کیا۔

چونکہ حضرت شاہ امجد حسین صاحب کے انتقال کے بعد ان کی زوجہ ہی وارث تھیں ان کی تمام ذمہ داریوں کی جن میں خانقاہ و درگاہ کی دیکھ بھال سے لے کر زیارت تبرکات بھی شامل ہے، لہٰذا شاہ امجد حسین صاحب نے بذریعۂ خواب یہ ذمہ داری حضرت بدیع میاں کو دے دی اور اہل محلہ اور دیگر صاحب شعور حضرات نے اس بات پر مہر لگا دی جب حضرت شاہ بدیع میاں سے لوگوں کی گزارش پر محلہ شاہ جمعہ کی بڑی مسجد میں امامت و خطابت کی ذمہ داری قبول فرمائی کیونکہ منصب سجادگی کے اہل آپ ہی تھے، اور آپ محلہ شاہ ہارون سے نقل مکانی کر کے محلہ شاہ جمعہ میں مستقل طور پر اقامت پزیر ہو گئے۔

بی بی قریشہ خاتون نے خانقاہ و درگاہ کی ساری ذمہ داریاں آپ کے سپرد کر دیں اور اہل محلہ نے بھی آپ کو خلیفہ چن لیا۔ لہٰذا آپ کو اس ۲ ر طریقے سے خانقاہ کی مکمل ذمہ داری عطا کی گئی جس کو آپ نے تقریباً ۴۲ سال تک انجام دی اور بغیر اجرت کے ۴۲ ر سال تک مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض بھی انجام دیئے۔

آپ کا روزانہ کا یہ معمول تھا کہ رات کے تیسرے حصہ میں مسجد کو چلے جاتے اور فجر کی نماز پڑھا کر اوراد و وظائف میں مشغول رہتے تھے حتیٰ کہ اشراق و چاشت ادا کر کے ہی مسجد سے گھر واپس آتے۔ظہر کی نماز پڑھانے کے بعد اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر عوام الناس کی خدمت میں مشغول رہتے بعد نماز عصر لوگوں کی خیریت سننے کی غرض سے محلہ شاہ جمعہ سے محلہ شاہ ہارون تک چلے جاتے، راستے میں بچوں کے لئے کچھ چیزیں لیتے اور ان میں تقسیم کر دیتے بعد نماز مغرب ضرورت مند لوگوں کا ہجوم لگا ہوتا جن کو آپ روحانی فائدہ پہنچاتے۔ آپ کو دست غیب حاصل تھا بعد نماز عشاء اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر رات کے دوسرے پہر میں ذکر و اذکار کی کثرت کرتے۔اور اسی دوران رجال غیب کی آمد کا ہونا روزانہ کا معمول تھا اس دوران آپ کے حجرۂ خاص میں کسی کو آنے کی اجازت نہ ہوتی۔

بزرگوں سے عقیدت و محبت:۔ آپ اپنے دور کے بڑے عابد و زاہد، صابر و شاکر، حسین و جمیل صورت کے ساتھ اعلیٰ ترین اخلاق کے مالک تھے آپ اپنے اکابرین و بزرگان دین سے بے حد عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ ہر بزرگ کے نام پر ان کی تاریخ عرس میں فاتحہ دلاتے تھے، اور ہر جمعرات کو حضرت مولیٰ علی شیر خدا کے نام پر کشمش پر نیاز دیتے اور محرم کی پانچ کو بابا فرید کی گنجی فاتحہ کرانا اور ۸ رشعبان کو بڑے احترام سے ساتوں سالن پکوا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کی نیاز دلوانا اور اپنے خاندان کے بزرگوں اور مرحوموں کی تاریخ وصال پر فاتحہ کر کے تبرک لوگوں اور بچوں میں تقسیم کرنا قابل ذکر ہے۔ واضح رہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی خاص نیاز کا اہتمام کس وجہ کر تھا معلوم نہ ہو سکا مگر اہل خانہ کا یہ قیاس ہے کہ شاید کسی خاص بشارت کی بنیاد پر تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

وصال باکمال:۔ عین ۱۲ ر ربیع الاول شریف کے روز ۱۹۷۹ء کو آپ علالت کی وجہ کر بستر پر تھے اور بار بار گھر والوں سے وقت پوچھ رہے تھے اور دریافت کرتے تھے کہ عصر کی اذان ہوئی کہ نہیں، جیسے ہی عصر کی اذان ہوئی تو لوگوں نے بتایا کہ اذان ہو گئی، آپ نے بستر پر ہی نماز کی نیت کی اور نماز ادا کی اس کے بعد آپ کے جسم سے روح پرواز کر گئی اور آپ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، انا للہ و انا الیہ راجعون؛ اس طرح تقریباً ۱۰۰ ر برس کی عمر میں آپ کا وصال باکمال ہو گیا اور اہل شہر بالخصوص اہل

محلہ پر سے ایک بڑی روحانی شخصیت کا سایہ اٹھ گیا،

حضور بدر ملت سید شاہ بدر الدین احمد قادری چشتی علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال باکمال سے پورے علاقے میں بالخصوص سارے اہل محلہ شاہ جمعہ پیر میں کافی اداسی چھا گئی شہر کے معزز علمائے کرام و دانشوران کا ایک بڑا مجمع اکٹھا ہو گیا آپ علیہ الرحمہ کے خاص عزیزوں میں حضرت مولانا ضیاء الحسن سہسرامی علیہ الرحمہ و حضرت مفتی صدیق سہسرامی علیہ الرحمہ و جناب پروفیسر اظہر سہسرامی صاحب یہ تینوں حضرات اکثر و بیشتر بعد نماز عصر حضور بدر الاولیا علیہ الرحمہ کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے آپ علیہ الرحمہ کے وصال کے وقت یہ تینوں حضرات حاضر ہوئے اور جب ان لوگوں نے آپ کے جانشین وصاحب سجادہ محبوب الاولیا سید شاہ ابوالحسنات قادری سجادی کو بہت زیادہ غمناک و پریشاں حال دیکھا تو ان بزرگوں نے آپ کو کافی تسلی دی اور حضرت مولانا ضیاء الحسن علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ آپ کے والد بزرگوار تو اللہ کے پاکباز بندوں میں سے تھے اور اللہ کے پاکباز بندوں کی روحیں ہمیشہ آزاد رہتی ہیں آپ پریشان نہ ہوں آپ کے والد محترم کی پاک روح ہمیشہ آپ کی حمایت کرتی رہے گی اور ہمہ وقت سپر بن کر آپ کی مددگار ثابت ہوگی اور آپ کے سامنے ہی ان کا مزار پاک ہے جب چاہیں آپ اپنے احوال ان کے سامنے پیش کر کے ان سے اکتساب فیض کرتے رہیں گے۔

حضور بدر الاولیا علیہ الرحمہ کے ہمعصر علمائے کرام و مشائخ عظام:

(۱) حضرت مولانا شاہ معیز الدین احمد شہودی علیہ الرحمہ

(۲) حضرت مولانا حافظ شاہ وصی الحق شہودی علیہ الرحمہ

(۳) حضرت مولانا حافظ شاہ انوار الحق شہودی علیہ الرحمہ

(۴) حضرت مولانا شاہ غلام غوث شہودی علیہ الرحمہ

(۵) حضرت مولانا شاہ مسعود اصدق کمال غوثی علیہ الرحمہ

(۶) حضرت مولانا شاہ ابو صالح ظہیر الدین فریدی علیہ الرحمہ

(۷) حضرت شاہ نصیر الدین فریدی علیہ الرحمہ

(۸) حضرت شاہ محمد امیر الدین مجددی علیہ الرحمہ

(۹) استاذ مصنف قانون شریعت حضرت مولانا شاہ وصی احمد علیہ الرحمہ

(۱۰) حضرت مولانا شاہ صغیر الدین علیہ الرحمہ
(۱۱) حضرت مولانا کامل سہسرامی علیہ الرحمہ
(۱۲) حضرت مولانا ضیاء الحسن علیہ الرحمہ
۱۳) حضرت مفتی صدیق علیہ الرحمہ
(۱۴) حضرت شاہ سلیح الدین علیہ الرحمہ
(۱۵) حضرت شاہ تقی الدین علیہ الرحمہ
(۱۶) حضرت مولانا شاہ رکن الدین دانا علیہ الرحمہ
(۱۷) حضرت مولانا شاہ غیاث الدین چشتی علیہ الرحمہ
(۱۸) حضرت مولانا شاہ محمود الحسن ابوالعلائی علیہ الرحمہ
(۱۹) حضرت مولانا شاہ مسعود الحسن ابوالعلائی علیہ الرحمہ
(۲۰) حضرت ڈاکٹر شاہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ
(۲۱) حضرت شاہ قطب الدین چشتی علیہ الرحمہ (پیر جی)
(۲۲) حضرت مولانا شاہ ایوب مجددی علیہ الرحمہ

بدر الاولیا حضرت سید شاہ بدر الدین علیہ الرحمہ کے ہمعصر بزرگوں کے نام قابل ذکر ہیں واضح رہے کہ یہ سبھی حضرات سہسرام سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔

اعلان جانشینی:۔ آپ نے وصال سے تین سال قبل ہی اپنی حیات مبارکہ میں ہی اپنے فرزند ارجمند حضرت سید شاہ ابوالحسنات قادری سجادی مدظلہ العالی کو گیارہویں شریف کے موقع پر اپنا ولی عہد و جانشین کا اعلان کر دیا تھا۔

منقبت

حضرت سید شاہ بدر الاولیاء بدر الدین احمد قادری (بدر ملت) علیہ الرحمۃ والرضوان قادری، چشتی، ابدالی، محلہ حضرت شاہ جمعہ پیر، سہسرام، رہتاس، بہار۔

نتیجۂ فکر: سید شاہ محمد عارف قادری چشتی نقشبندی سہروردی علیہ الرحمہ جمشید پور (جھارکھنڈ)

روحانیت کے شاہ تھے، اور امام وقت
مانا کہ ظاہراً نہیں رکھتے تھے تاج و تخت

تھے آفتاب علم عمل کے تھے ماہتاب
دنیا سے چل بسے وہ سوئے خلد نیک بخت

تا عمر، رات بھر وہ رکوع و سجود کا
دیتے رہے وہ خوف خدا امتحان سخت

وہ کیا گئے کہ ہستیٔ کامل چلی گئی
صدمہ ہے ان کی موت کا ہر آدمی کو سخت

سو سال کی عمر میں، ہوئے راہیٔ عدم
سچ ہے کہ موت کا بھی مقرر ہے ایک وقت

اَلمَوتُ جَسرٌ یُوصِلُ الحبیبَ اِلَی الحبیب
اللہ کے حبیب، بسوئے حبیب رفت

کرتے تھے اتباع وہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
مَردُم شناس، اہل بصیرت، حکیم وقت

اللہ کی کتاب کے عاشق تھے بدر دیں
رہتے تھے ہر گھڑی وہ تلاوت میں غرق و مست

سیراب ہو رہے ہیں، ہر اک طالبانِ علم
جاری ہے ان کے فیض کا چشمہ ہر ایک سَمت

افسوس! نکتہ دانِ شریعت نہیں رہا
صد آہ! راز دار طریقت نہیں رہا
غمگین ہے اب عارف اُن کی وفات سے
وہ بدرِ دیں سراپا مُحبت نہیں رہا

نالۂ غم

بر وفات حسرت آیات بدر الاولیا حضرت سید شاہ بدر الدین احمد قادری (بدر ملت) علیہ الرحمۃ والرضوان قادری چشتی ابدالی محلہ حضرت شاہ جمعہ پیر، سہسرام، رہتاس، بہار۔

نتیجۂ فکر: سید شاہ محمد عارف قادری چشتی، نقشبندی سہروردی علیہ الرحمہ جمشید پور (جھارکھنڈ)

صدق و صفا کا ماہ درخشاں کہیں جسے
مہر و وفا کا نیر تاباں کہیں جسے

حق تو یہ ہے کہ صاحب ایماں کہیں جسے
ایک باکمال صاحب عرفاں کہیں جسے

علم و عمل کا شمع فروزاں کہیں جسے
وہ بدر دیں کہ ماہرِ قرآن کہیں جسے

وہ نائب رسول کہ ذیشان کہیں جسے ۔۔۔ فخر زمانہ، نازش دوراں کہیں جسے
وجہ سکون قلب پریشاں کہیں جسے ۔۔۔ افسوس، اب نگاہ سے پنہاں کہیں جسے
وہ بدر دیں کہ آیۂ رحماں کہیں جسے ۔۔۔ علم وعمل کا ایک گلستاں کہیں جسے
ابوالحسنات قادری جو ہیں اب ان کے جانشیں ۔۔۔ گلزار بدر دیں کا نگہباں کہیں جسے
جس کو ملا شیوخ سے فیضان باطنی ۔۔۔ وہ مرتبہ کہ خلدِ بداماں کہیں جسے
جاری ہے جس کے فیض سے چشمہ علوم کا ۔۔۔ اک فضل خاص، رحمت یزداں کہیں جسے
وہ مردِ باخدا، وہ سراپا شعور وفکر ۔۔۔ دانائے راز، زیست کا عنواں کہیں جسے
دین محمدی کی اشاعت تھی رات دن ۔۔۔ یہ وہ ادا تھی جان بہاراں کہیں جسے
وہ زندگی جو خدمت انساں میں کٹ گئی ۔۔۔ وہ خدمت بلیغ کہ احساں کہیں جسے
وہ کشتیٔ حیات جو ساحل سے لگ گئی ۔۔۔ اہل ہوس کے واسطے طوفاں کہیں جسے

عارف کہاں سے لائیں گے اب ڈھونڈ کر اسے
خلق خدا کے در کا دَرماں کہیں جسے

امیر المشائخ حضرت سید شاہ سجاد احمد قادری رزاقی رحمۃ اللہ علیہ، داؤدنگر ضلع اورنگ آباد بہار

نام ونسب:۔ آپ کا اسم گرامی سید شاہ سجاد احمد قادری رزاقی ہے۔آپ کا سلسلۂ نسب غیر منقسم ہند میں قادری سلسلہ کے اول مبلغ سید الہند، اولاد غوث اعظم سید السادات حضرت سیدنا امیر محمد قادری رزاقی بغدادی المجھر ی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح ملتا ہے۔حضرت سید شاہ سجاد احمد قادری رزاقی ابن حضرت سید شاہ رشید احمد قادری رزاقی ابن حضرت سید شاہ انیس احمد قادری رزاقی ابن حضرت سید شاہ حسن احمد قادری رزاقی ابن حضرت سید شاہ امین احمد قادری رزاقی ابن حضرت سید شاہ عبد الرزاق قادری رزاقی ابن حضرت سید شاہ غلام قطب قادری رزاقی ابن حضرت سید شاہ غلام نجف قادری رزاقی ابن سید شاہ عبوض قادری رزاقی ابن حضرت سید شاہ امین الدین قادری رزاقی ابن حضرت سید شاہ نظام الدین قادری رزاقی ابن حضرت سید شاہ عبد اللہ قادری رزاقی ابن حضرت سید شاہ یحیٰ قادری رزاقی ابن حضرت سید شاہ آدم ابدال قادری رزاقی ابن حضرت سید شاہ جلال الحق والدین ابدال قادری رزاقی ابن حضور قطب الاقطاب فرد الافراد سید الہند امیر محمد قادری رزاقی بغدادی المجھر ی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ولادت باسعادت:۔جب آپ کی عمر شریف ۴رسال، ۴رماہ، ۴ردن کی ہوئی تو خاندانی اصول وضوابط کے مطابق آپ کے والد بزرگوار حضرت العلام سید شاہ حکیم رشید احمد قادری رزاقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے خانوادہ کے دیگر بزرگوں کی موجودگی میں رسم بسم اللہ خوانی ادا کرتے ہوئے آپ کی تعلیم کا آغاز فرمایا۔ بعدہٗ اعلیٰ تعلیم کے لئے بنارس تشریف لے گئے جہاں اکابر علماء کرام سے باضابطہ تعلیم حاصل کر کے علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی اور آپ دستار وسند فضلیت سے نوازے گئے۔

بیعت وخلافت:۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ نے اپنے ولاد بزرگوار کی صحبت ورفاقت اور خدمت باسعادت میں رہ کر علوم باطنی حاصل کیا اور جب اس میں پختگی حاصل ہوئی تب آپ کے والد بزرگوار حضرت العلام سید شاہ رشید احمد قادری رزاقی علیہ الرحمہ نے اپنے دست مبارک پر آپ کی بیعت فرمائی اور اسی جائے نماز پر چہاردہ خانوادوں

کی خلافت و اجازت سے آپ کو نوازا۔آپ پر سلسلہ عالیہ قادریہ کا فیض خاص تھا اور سلسلۂ چشتیہ شطاریہ کا بھی رنگ چڑھا ہوا تھا۔

دینی خدمات:۔ آپ نے بحکم پیر و مرشد درس و تدریس،تصنیف وتالیف کا آغاز فرمایا۔اوراسی طرح تبلیغ وارشاد،خدمت خلق کا کام بحسن وخوبی انجام دینا شروع کیا یہاں تک کہ آپ نے اپنے شاگردوں اورمریدوں کے جلوہ گاہ ومحبوب نگاہ بن گئے۔آپ سے کثیر تعداد میں لوگ فیضیاب ہوئے آپ نے اپنے مرشد برحق کے سچے جانشین بن کر خوب خوب تبلیغ دین فرمائی۔

اوصاف وکمالات:۔ چونکہ آپ نے علماء کبار سے علوم شرعیہ حاصل کیا تھا اور علوم باطنی اپنے مرشد برحق سے حاصل کیا تھا اس وجہ سے آپ کے اندر عالمانہ انکسار اور صوفیانہ اطوار وافکار موجود تھے۔اہل تصوف نے آپ کو باکمال صوفی اور مرشد برحق تسلیم کیا تو اہل علم نے آپ کو بہترین و مشفق استاد مانا۔آپ بڑے بلند وخوش اخلاق اور گونا گوں خوبیوں کے حامل تھے۔آپ کے اندر وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو ایک صوفی وولی کے اندر ہونی چاہئے۔مگر آپ نے اپنے آپ کو اسی طرح پوشیدہ رکھا جس طرح آپ کے ماقبل بزرگان خانوادہ نے اپنے آپ کو حیات ظاہری میں پوشیدہ رکھتے ہوئے تمام دینی ودنیاوی امور انجام دیئے۔

وصال باکمال:۔ قانون قدرت یہی ہے کہ جو بھی اس جہان فانی میں آیا ہے اسے یہاں سے جانا ہوگا،لیکن جانے والوں میں کچھ ایسے افراد بھی ہوتے ہیں کہ جن کے جانے کے بعد بھی ان کی یادیں باقی رہتی ہیں،ان کا فیضان جاری رہتا ہے انہی میں سے ایک فرد خاص آپ کی ذات بھی تھی۔بالآخر آپ کا وصال باکمال شب ۱۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق ۷؍جولائی ۲۰۱۵ء کو ہوا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا مزار پرانوار داؤدنگر شریف ضلع اورنگ آباد میں مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

اولاد وامجاد:۔ آپ کے چھ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں

(۱) سید شاہ ولی اللہ ضیاء قادری (۲) سید وجیہ اللہ قادری (۳) سید مجیب اللہ قادری (۴) سید اطیب اللہ قادری (۵) سید اختر اللہ قادری (۶) سید احسن اللہ قادری۔

حضور ملت الحاج سید شاہ شرف الدین نیر قادری مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ قادریہ محمدیہ امجھر شریف

اسم گرامی:۔ سید شاہ شرف الدین نیر قادری آپ کا اسم گرامی ہے، اور حضور ملت آپ کا لقب ہے اور نیر آپ کا تخلص ہے، حضرت الحاج سید شاہ جلال الدین ابدال قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کے آپ صاحبزادے ہیں، خانقاہ قادریہ محمدیہ امجھر شریف کے ۱۴ویں سجادہ نشین آپ ہیں۔

ولادت باسعادت:۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۵/ اگست ۱۹۶۸ء امجھر شریف، ضلع اورنگ آباد بہار میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت:۔ آپ نے ابتدائی تعلیم امجھر شریف میں اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی بعدہٗ حفظ وقرأت مدرسہ فاروقیہ بنارس میں مکمل کیا اور فراغت حاصل کی۔ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ سے مولوی کی سند حاصل کی۔ آپ نے علوم ظاہری حاصل کرنے کے بعد والد مرشد کی تربیت میں رہ کر علوم باطنی کی تحصیل میں مشغول ہوگئے اور ذکر وفکر، ریاضت ومجاہدہ، صبر وشکر، قناعت وتوکل کی پوری مشق کرکے آسودگی حاصل کی۔

بیعت وخلافت:۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت الحاج سید شاہ جلال الدین ابدال قادری نے ۱۹۹۳ء میں آپ کو سند خلافت اور اجازت رشد وہدایت سے نوازا اور ۴/ رجون ۲۰۰۰ء میں مسند سجادگی پر جلوہ افروز ہوئے۔

دینی خدمات:۔ ابھی حضور ملت کے سجادہ نشینی کے چالیس دن بھی نہیں گزرے تھے کہ حضرت سید الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو خواب میں بشارت دی اور اپنے روضے کی تعمیر کی ذمہ داری حضور ملت کو تفویض کردی، تقریباً پانچ صدی سے حضرت سرکار سید الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضے کی تعمیر کا کام کسی سے نہ ہوسکا اور نہ کسی کو اجازت ملی۔ صاحب ثروت حضرات نے متعدد بار کوشش کیں مگر ناکام رہے، شاید سرکار سید الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان لوگوں کی خدمات منظور نہیں تھی، لیکن سرکار

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب میں تشریف لانا اور روضے کی تعمیر کا کام شروع کرنے کے لئے حکم صادر فرمانا حضور ملت کی عظمت و بزرگی کو ظاہر کرتا ہے حکم کے موصول ہوتے ہی حضور ملت نے تعمیر کا کام شروع کروادیا اور الحمد للہ مزار مقدس کے گنبد و مینار کا کام تکمیل کو پہنچا۔

آپ نے بزرگان قادریہ کی حیات و خدمات کو منظر عام پر لانے اور قوم کے نونہالوں کو دینی وعصری تعلیم سے مزین کرنے کے لئے ''ادارہ سید الہند'' کو قائم کیا ملک کے ہر چہار جانب سرکار سیدنا پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیضان پہونچانے اور سلسلۂ عالیہ قادریہ محمدیہ میں داخل کر کے ایمان وعقیدے کو مضبوط کرنے کے لئے آپ نے علماء و حفاظ کو خلافت و اجازت سے نوازا۔ الحمد للہ آپ کے پچیس تیس خلفاء بھی پورے ہندوستان میں رشد وہدایت کا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔

''بغداد سے اجھر'' نامی کتاب بھی آپ کی خواہش پر آپ کے برادر عزیز حضرت سید شاہ جمال الدین عابد قادری مدظلہ العالی نے تالیف کی۔

محبوب الاولیا حضرت سید شاہ ابوالحسنات قادری سجادی مدظلہ العالی

تعارف:۔ خانقاہ قادریہ ابدالیہ سہسرام کے سجادہ نشین حضور بدر ملت سید شاہ بدرالدین احمد قادری چشتی عرف بدیع میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے اور حضرت سید شاہ بشیر الدین احمد قادری کے پوتے اور حضرت سید شاہ معیز الدین احمد قادری شہودی کے نواسے حضرت سید شاہ ابوالحسنات قادری صاحب ہیں۔

نام ونسب:۔ نام۔سید شاہ ابوالحسنات قادری سجادی۔

ولدیت:۔ حضرت سید شاہ بدر الدین احمد قادری ابن حضرت سید شاہ بشیر الدین احمد قادری ابن حضرت سید شاہ واجد حسین ابن حضرت سید خادم حسین۔

نسب نامہ پدری اس طرح ہے:۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ،حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سید حسین اصغر، حضرت سید علی خدری، حضرت سید حسن، حضرت سید میر تقی، حضرت سید ھود، حضرت سید علی، حضرت سید احسن ابوالفضل، حضرت سید زید، حضرت سید برہان الدین، حضرت سید جمال الدین، حضرت سید بختیار، حضرت سید قطب، حضرت سید رحمان ہوشیار، حضرت سید دانیال، حضرت سید عبدالرسول، حضرت سید کریم الدین، حضرت سید جلال، حضرت سید قتال، حضرت سید محمد احمد، حضرت سید خلیل، حضرت سید محمد درویش، حضرت سید عبدالرحیم قادری، حضرت فیروز قادری، حضرت سید شاہ ابومحمد قادری، حضرت سید شاہ مراد علی قادری، حضرت سید خادم حسین، حضرت سید واجد حسین، حضرت سید شاہ بشیر الدین احمد، حضرت سید شاہ بدرالدین احمد قادری، حضرت سید شاہ ابوالحسنات قادری۔

ولادت باسعادت:۔ آپ کی ولادت باسعادت ۶/ صفر المظفر ۱۳۶۴ھ مطابق ۲۱/ جنوری ۱۹۴۵ء بروز اتوار شہر سہسرام میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت:۔ آپ کی ابتدائی تعلیم والد گرامی کی نگرانی میں ہوئی مزید دینی و دنیاوی تعلیم دیگر اداروں میں ہوتی رہی، والدین کے زیر سایہ آپ کی تربیت بھی ہوتی رہی، حتیٰ کہ گریجویشن مکمل کرنے کے بعد شہر کے ہی ایک بڑے پرائیوٹ فرم

میں ملازمت کرنا شروع کیا، چند ہی سالوں میں اپنی ایمانداری ودیانتداری خوش اخلاقی اور خدمت خلق کے جذبے کی بنیاد پر شہر واطراف بلکہ دور دور تک علاقوں میں غیر معمولی شہرت حاصل کر لی۔

بیعت وخلافت:۔ آپ کو امیر المشائخ حضرت سید شاہ سجاد احمد قادری رزاقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ داؤدنگر ضلع اورنگ آباد بہار نے بیعت کی اور خلافت واجازت سے نوازا اور حضرت سید شاہ شرف الدین نیر قادری اجھر شریف سے بھی خلافت واجازت حاصل ہے۔اور اپنے والد بزرگوار حضور بدر ملت علیہ الرحمہ کے جانشین ہوئے۔

حالات ومعمولات:۔ اللہ رب العزت نے آپ کو اعلیٰ اخلاق وکردار اور خدمت خلق کا جذبہ اس قدر عطا فرمایا ہے کہ آپ سے ملنے والا ہر شخص متأثر ہو کر یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ لگتا ہے سب سے زیادہ حضرت مجھے ہی چاہتے ہیں۔آپ کا اخلاق عوامی سطح پر اتنا مقبول ہے کہ رشتہ داروں سے لیکر ہر امیر وغریب کی ہر تقریبات میں شادی وغمی دونوں مواقع پر بلا تفریق کسی برادری کے آپ کا شامل ہونا آنا جانا عام سی بات تھی، آپ اپنے بزرگوں کے بتائے اصولوں پر سختی سے کاربند رہے ہیں اور اپنے والد بزرگوار سے ملی خانقاہ ودرگاہ کہ ذمہ داری بخوبی انجام دیتے رہے ہیں۔سڑک اونچی ہونے کی وجہ کر جب درگاہ شریف کی چہار دیواری نیچی ہوگئی جس سے جانور اندر داخل ہونے لگے تو آپ نے ایک جالی دار اونچی چہار دیواری تعمیر کروادی۔آپ صوم وصلاۃ کی پابندی کے ساتھ خاندانی طریقے پر ہونے والے اذکار وفاتحہ خوانی کے بھی پابند تھے اور بچوں کو بھی سکھاتے۔شب برأت میں شب بیداری کے ساتھ مدینۃ الاولیاء سہسرام میں آرام فرما اولیاء وصالحین تقریباً تمام بزرگوں کے آستانے پر حاضری دینا آپ کا معمول رہا ہے،آپ جب کسی شہر کا دورہ کرتے تو وہاں آرام فرما بزرگوں کی بارگاہ میں حاضری دیئے بغیر واپس نہیں لوٹتے، کئی بار اجمیر شریف کی حاضری ہوئی اس کے علاوہ دہلی، ممبئی، کولکاتا میں آرام فرما تمام اولیاء اللہ کے آستانے پر حاضری دی، ماضی قریب ہی میں آپ نے پاکستان کا دورہ کیا اور وہاں پر حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش علیہ الرحمہ لاہور، اور حضرت بابا فرید گنج شکر علیہ الرحمہ پاک پٹن شریف، حضرت لال شہباز قلندر علیہ الرحمہ سیہون شریف اور دیگر کئی اولیاء اللہ کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔اور وہاں سے لوٹنے کے بعد سفر عمرہ پر روانہ ہوئے اور الحمد للہ ماہ رمضان شریف میں عمرہ کرنے کی سعادت

حاصل ہوئی۔ ۱۹۹۹ء میں آپ کے ساتھ ایک حادثہ ہوا جس سے آپ ایک پیر سے مجبور ہو گئے اور مستقل گھر پر رہنے لگے، خانقاہ و درگاہ کی ذمہ داری اپنے بڑے فرزند سید تبریز حسنات قادری کے مشورہ و مرضی سے اپنے فرزند ثانی سید شاہ ابوذر حسنات قادری کے سپرد کر دی اور اپنے زیر نگرانی ایک مدرسہ بنام قادریہ صابریہ فیضان ابدال قائم کیا جو تا ہنوز شاہ راہ ترقی پر گامزن ہے۔

نسب نامہ مادری:۔ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، حضرت علاء الدین، حضرت خواجہ عماد الدین اسماعیل، حضرت خواجہ صدر الدین ثمنہ، حضرت مخدوم عبد الجلیل، حضرت مخدوم شاہ درویش محمد، حضرت مخدوم بدیع، حضرت مخدوم سعد اللہ، حضرت مخدوم سعد الدین، حضرت قاضی دین اللہ، حضرت عبد الجلیل عرف پہاڑ و دادا، حضرت شیخ محمد اشرف، حضرت شاہ محمد جمال، حضرت شاہ عباد اللہ، حضرت شاہ ربام اللہ، حضرت شاہ محمد علی، حضرت شاہ معین الدین، حضرت شاہ معیز الدین احمد شہودی، حضرت بی بی سالمہ خاتون، حضرت سید شاہ ابوالحسنات قادری سجادی۔

عقد مسنون:۔ آپ کا عقد مسنون آپ کے چچا جان سید شاہ سلیم الدین احمد صاحب محلہ شاہ ہارون المعروف برتلہ سہسرام کی صاحبزادی سیدہ سروری حسنات صاحبہ سے ہوا آپ کے نکاح خواں اپنے وقت کے ایک باکمال عالم، صوفی، شاعر، نثر نگار، **مولانا حافظ سید شاہ محمد انوار الحق شہودی نازش سہسرامی علیہ الرحمہ** تھے جو آپ کے رشتہ دار میں تھے۔آپ بہار کے آخری نصف صدی کا ناقابل فراموش حصہ تھے آپ کی پیدائش ۱۹۱۵ء بمقام سہسرام ہوئی آپ نے تعلیم کا آغاز اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ وصی الحق مسکین چشتی علیہ الرحمہ سے کیا اور ان کی نگرانی میں ہی حفظ قرآن کی تکمیل ہوئی بعدہ درس نظامی کے حصول کے لئے جامعہ نعیمیہ مراد آباد یوپی میں داخلہ لئے اور تقریباً دو سال تک حضرت جگر مراد آبادی سے علمی پیاس بجھائی پھر کچھ دنوں تک مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں پڑھا بالآخر مدرسہ فیض العلوم آرا بہار سے سند عالمیت حاصل کی اس طرح درس نظامی کی تکمیل ہوئی آپ نے روحانی تعلیم اپنے والد بزرگوار کی نگرانی میں رہ کر حاصل کی والد ماجد کی حیات ہی میں بحکم والد و مرشد لوگوں سے بیعت لینا شروع کیا اور جب والد ماجد کے وصال کے بعد

آپ مسند سجادگی پر فائز ہوئے تو وابستگان کا ایک جم غفیر آپ کی طرف متوجہ ہوا اور آخری عمر تک مدرسہ خانقاہ کبیریہ سہسرام سے وابستہ رہے ۲۰ر دسمبر ۱۹۸۲ء کو آپ کا وصال پر ملال ہوا اور سہسرام میں مدفون ہوئے آپ کی دس اولادیں ہوئیں لیکن صرف دو پسر ہی بقید حیات ہیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں (۱) الحاج پروفیسر سید شاہ حسین الحق صاحب جانشین و صاحب سجادہ (۲) پروفیسر سید شاہ عین الحق تابش صاحب۔

اولاد وامجاد:۔ آپ کے پانچ صاحبزادے ہیں اور پانچ صاحبزادیاں بھی ہیں {۱} سید ابوالفرح منیر الدین المعروف تبریز حسنات قادری ناظم اعلیٰ خانقاہ قادریہ ابدالیہ (آپ کو اپنے والد گرامی حضور محبوب الاولیا سے ہی بیعت وخلافت حاصل ہے){۲} سید شاہ الحاج حافظ وقاری ابوزر حسنات قادری المعروف شیرازی مدظلہ العالی {۳} سید ابو ریحان حسنات المعروف گلریز قادری {۴} سید ابو فیصل حسنات المعروف شاویز قادری {۵} سید ابواسامہ حسنات المعروف دانش قادری۔

الحمد للہ آپ کے سارے صاحبزادگان دینی وعصری تعلیم سے آراستہ اخلاق وکردار میں اعلیٰ، شرافت ودینداری میں آپ کے عکس جمیل ہیں۔

خلافت وجانشینی:۔ آپ نے اپنے فرزند ثانی حضرت سید شاہ ابوزر حسنات قادری شیرازی کو اپنا ولی عہد وجانشین بنایا جو الحمد للہ خانقاہ قادریہ ابدالیہ کی پوری ذمہ داری نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ نبھا رہے ہیں۔

حضرت مولانا حافظ وقاری الحاج سید شاہ ابوذر حسنات قادری ابدالی، المعروف شیرازی میاں، موجودہ سجادہ نشین خانقاہ قادریہ ابدالیہ، شاہ جمعہ محلہ، سہسرام، بہار

نام ونسب:۔ آپ کا اسم گرامی ابوذر حسنات قادری ابدالی المعروف شیرازی میاں ہے، آپ نسباً حسینی، مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری ہیں، آپ سید شاہ بدرالدین احمد قادری چشتی عرف بدیع میاں صاحب قبلہ کے پوتے اور سید شاہ سلیم الدین صاحب قبلہ کے نواسے ہیں، آپ کے والد محترم حضرت سید شاہ ابوالحسنات قادری سجادی صاحب قبلہ ہیں اور آپ کی والدہ محترمہ سروری خاتون صاحبہ ہیں۔

ولادت:۔ آپ کی ولادت ۴؍صفر المظفر ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۲؍دسمبر ۱۹۸۰ء بروز جمعہ مبارکہ بمقام خانقاہ قادریہ ابدالیہ محلہ حضرت شاہ جمعہ پیر سہسرام بہار ہوئی۔

تعلیم وتربیت:۔ آپ بچپن سے ہی کم سخن وصوفیانہ طبیعت کے مالک تھے، آپ کی ابتدائی تعلیم آپ کے والد گرامی و بڑے بھائی سید شاہ تبریز حسنات قادری کے زیر نگرانی ہوئی، آپ کو بچپن سے ہی دینی تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا چند سال مقامی اسکول میں تعلیم حاصل کرنے اور ناظرہ قرآن پاک مکمل کرنے کے بعد جب آپ کی عمر ۷؍برس کی ہوئی تو آپ کی خواہش کے مطابق آپ کے والد محترم نے آپ کا داخلہ دارالعلوم مسیحیہ صابریہ بانسہ کروندیہ میں کرایا جو سہسرام سے تقریباً ۷؍کیلومیٹر دور ہے وہاں آپ نے حفظ قرآن کا آغاز کیا کچھ مہینے گزرے ہی تھے کہ آپ نے اپنے والد بزرگوار سے عرض کیا کہ ابا حضور! میرا داخلہ کہیں کسی دور مدرسے میں کروادیں یہاں سے ہر تھوڑے دنوں پر گھر آنے کی خواہش ہوتی ہے۔لہٰذا آپ کے والد صاحب نے آپ کا داخلہ مدرسہ عین العلوم گیا میں کرادیا، جہاں آپ نے حفظ وقرأت مکمل کیا اور درس نظامی کے لئے آپ شہر بنارس روانہ ہوگئے، اللہ رب العزت نے آپ کو بہت کم عمری میں ہی علوم دینیہ اور دیگر اوصاف جمیلہ و گوناگوں خوبیوں سے

مالامال فرمایا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد خدمت خلق میں لگ گئے۔

دینی خدمات:۔ آپ نے کئی سال تک شہر کان پور کی چوڑی والی مسجد میں امامت وخطابت کو بحسن وخوبی انجام دی اور وہیں سے خدمت دین کے ساتھ خدمت خلق میں مشغول ہوگئے۔

حاضریٔ دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:۔ آپ نے اپنے برادر اکبر حضرت سید تبریز حسنات قادری صاحب سے کہا کہ بھائی جان! میں مدینہ منورہ جانا چاہتا ہوں۔ اتفاق دیکھئے کہ چند دنوں کے بعد مدینہ منورہ کی کسی کمپنی میں ملازمت کے لئے آپ کا بلاوا آ گیا جو کہ دراصل دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری کا ایک بہانہ تھا جس جگہ آپ ملازمت کررہے تھے وہاں سے روضۂ مقدسہ کا فاصلہ صرف ۲۰ ر منٹ کا راستہ تھا، جمعہ کا دن جو یوم تعطیل ہوا کرتا تھا آپ بارگاہ حبیب کبریا میں گزرا کرتے تھے، آپ نے وہاں سے سات، آٹھ عمرے کئے اور ماہ رمضان میں مسجد نبوی شریف میں اعتکاف کیا اور حج کے مہینے میں حج ادا کیا۔

بیعت وخلافت:۔ پھر جب آپ ہندوستان واپس تشریف لائے تو رئیس ملت پیر طریقت حضرت شیخ شاہ رئیس الدین قادری مجددی نے حضرت عبداللہ ابدال قادری کے بشارتی حکم پر آپ کو بیعت وخلافت سے نوازا ۔تزکیۂ نفس اور مجاہدات کے لئے کچھ نصیحتیں فرمائیں اور وظائف عطا فرمائے، ان کے علاوہ خانقاہ قادریہ کے سجادہ نشین حضرت سید شاہ شرف الدین نیر قادری مدظلہ العالی نے بھی اجازت وخلافت سے نوازا اور خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے جانشین وشہزادہ حضور محدث اعظم ہند شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی الجیلانی الاشرفی مدظلہ النوارانی سے بھی خلافت واجازت حاصل ہوئی اس کے بعد آپ ہندوستان کے کئی گوشوں میں جیسے کہ بنگال کرناٹک، آندھرا پردیش، اتر پردیش کشمیر، مہاراشٹر، گجرات وغیرہ میں بزرگان دین کی بارگاہ میں چلہ کش بھی ہوئے۔ اس کے بعد جب آپ وطن شہر سہسرام آئے تو آپ نے اپنے والد محترم کی نگرانی میں ایک ادارہ بنام مدرسہ قادریہ صابریہ فیضان ابدال قائم فرمایا۔ جس میں مقامی وبیرونی طلبہ کی تعلیم وتربیت اور طعام و

قیام کا فی سبیل اللہ انتظام ہے۔

معمولات:۔ خانقاہ قادریہ ابدالیہ کی پوری ذمہ داری نبھاتے ہوئے آپ خدمت خلق میں ہمیشہ لگے ہوئے ہیں روزانہ بعد نماز مغرب مریضوں کا روحانی علاج کرتے ہیں۔ اور ہر جمعرات بعد نماز مغرب حضرت الشاہ عبد اللہ ابدال بغدادی وحضرت شاہ جمعہ پیر کے مزار پر چراغاں شریف کرتے ہیں بعد نماز تہجد تا نماز فجر ذکر ودعا میں مشغول رہنا روزانہ کا معمول ہے۔ ہر پیر وجمعرات کے دن نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ کے مطابق روزہ کا بھی معمول ہے۔ ماہ محرم الحرام میں پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک روزہ رکھنا آپ کا اور آپ کے جملہ اہل خانہ کا معمول ہے محرم میں آٹھ دن تک ذکر شہدائے کربلا، ماہ صفر میں ذکر امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جشن مجدد ین، یعنی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی نور اللہ مرقدہ اور امام عشق ومحبت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا اہتمام نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور بارہویں شریف میں جلوس وجلسہ کا اہتمام اور گیارہویں شریف میں عرس غوث پاک اور حضرت عبد اللہ ابدال بغدادی وحضرت شاہ جمعہ پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سالانہ جلسہ بڑے پیمانہ پر کرتے آرہے ہیں۔ گیارہویں شریف کے موقع پر ہی آپ منتخب اور مقتدر علماء کو خلافت واجازت سے نوازتے ہیں۔ لوگوں کو بزرگان دین کے قریب لانا اور ان کو نیک راہ دکھانا آپ کی حیات مبارکہ کا مقصد ہے۔ حضور صاحب سجادہ شیرازی میاں مدظلہ النورانی کی مقبولیت اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ چند سالوں پیشتر غیر مسلموں کے تیوہار رام نومی کا جلوس حضرت شاہ جمعہ پیر کے آستانہ سے گزر رہا تھا اس میں کچھ شر پسندوں نے حضرت کی بارگاہ میں لگے ہوئے نام کے بینر کو اکھاڑ دیا اللہ کی شان ایسی ہوئی کہ چند قدم ہی شاہ جمعہ پیر کی مسجد کے پاس ابھی پہنچے تھے کہ گاڑی پر جوڑی جے بندھا ہوا تھا اچانک اس کا ایک بوکس دو لوگوں کے سروں پر گرا جس سے وہ دونوں کافی زخمی ہو گئے ان میں ایک کی کافی علاج کے بعد بھی موت ہو گئی اور دوسرا بہت دنوں تک زیر علاج رہا یہ بات لوگوں کو معلوم ہو گئی کہ حضور صاحب سجادہ کو تکلیف پہنچانے کی وجہ

سے صاحب مزار کو بھی تکلیف ہوئی۔

شیخ طریقت حضور شیرازیٔ ملت کے خلفائے کرام

(۱) حضرت صوفی سید شاہ شبیر حسن قادری ابدالی صاحب
(شیر گھاٹی، گیا، بہار)

(۲) حضرت مولانا مفتی نعیم الدین مصباحی قادری ابدالی صاحب
(جامتاڑا، جھارکھنڈ)

(۳) حضرت مولانا عبدالکریم مصباحی قادری ابدالی صاحب
(پٹھنپورہ، سیتا مڑھی، بہار)

(۴) حضرت مولانا جمال الدین قادری، ابدالی صاحب
(جنکپور نیپال)

(۵) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن مصباحی قادری ابدالی صاحب
(چیرکی، گیا، بہار)

(۶) حضرت مولانا حافظ وقاری محمد محمود عالم قادری ابدالی صاحب
(مولانگر اورنگ آباد، بہار)

(۷) حضرت حافظ وقاری محمد اعجاز عطا قادری ابدالی صاحب
(کھنڈیل، گیا، بہار)

(۸) حضرت مولانا حافظ وقاری اعجاز احمد قادری ابدالی صاحب
(چکوڑی، بیلگام، کرناٹک)

باب چہارم فیضان تصوف

تصوف ۔ لغت میں؛صوفیوں کا عقیدہ علم معرفت دل سے خواہشوں کو دور کر کے خدا کی طرف دھیان لگانا، تزکیۂ نفس کا طریقہ پشمینہ پہننا، تصوف کے معانی ہیں۔

(فیروز اللغات اردو)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، **التصوف بَذْلُ الاَرْواح فی طَلِبِ الحق**، یعنی تصوف کا مطلب ہے حق کی طلب میں جانوں کا نذرانہ پیش کرنا۔

قال المشائخ، التصوف قیام القلب مع اللہ و حیاتہ بمشاھدۃ اللہ تعالیٰ، مشائخ نے فرمایا، کہ تصوف کا مطلب ہے دل اللہ کے تئیں قائم ہوجائے اوراس کی تجلیات کے مشاہدہ سے زندگی پاجائے۔

و قال بعضھم، اخذ العفو و الامر بالمعروف و الاعراض عن الجاھلین، اور بعض مشائخ کا کہنا ہے کہ تصوف کا مطلب معاف کرنے کوشعار بنانا، نیکی کا حکم دینااور جاہلوں سے اعراض کرنا۔

و قال بعضھم، بذل الوجود مع طاعۃ المعبود و ایثار الموجود مع ترک طلب المفقود و شھود مع حب الوجود، اور بعض کا کہنا ہے کہ تصوف کا مطلب، معبود حقیقی کی اطاعت میں وجود کی بازی لگادینااور غیر موجود کی طلب ترک کر کے جومیسر ہواس کو ترجیح دینا اوراسکی ذات میں فنا کے بعد وجود کی محبت میں بارگاہ ایزدی میں حاضری دینا۔

سرکار غوث اعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ''**اقرب الطرق الی اللہ لزوم قانون العبودیۃ و الاستمساک بعروۃ الشریعۃ**؛ اللہ عزوجل کی بارگاہ تک رسائی کا سب سے قریب ترین راستہ یہ ہے کہ قانون بندگی کا التزام رکھے اور شریعت کی گرہ مضبوطی کے ساتھ تھامے رہے۔

(بہجۃ الاسرار شریف، سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص،۵۰)

تصوف میں چار حروف ہیں،(ت،ص،و،ف) ہر ایک کا اشارہ کچھ اس طرح ہے۔

(ت) سے اشارہ ہے گھٹیا ورذیل اوصاف سے تخلیہ کی طرف یعنی تزکیۂ نفس۔

(ص) سے اشارہ ہے صفائے قلب، دنیاوی کدورت سے۔

(و) سے اشارہ ہے وثوق وتوکل خالق حقیقی کی ربوبیت پر۔

(ف) سے اشارہ ہے فنا کی طرف، وحدانیت کے مشاہدہ کے بعد اوصاف بشری کو مٹانا۔

تصوف کا آغاز:۔ تصوف کا آغاز حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے صاحب زادے حضرت سیدنا شیث علیہ السلام سے ہوا ہے اور اس جہان میں سب سے پہلے صوفی یہی تھے۔ جیسا کہ منقول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ایک روز حضرت شیث علیہ السلام کو دیکھا تو پاس بلایا اور فرمایا کہ بیٹا! آپ کیا کام کرنا پسند کریں گے؟ آپ نے جواب دیا کہ میری پسند یہ ہے کہ ذکر خدا کے لئے غیر خدا سے منہ موڑ کر گھر میں بیٹھوں۔ حضرت آدم علیہ السلام آپ کی بات پر سوچ ہی رہے تھے کہ فوراً حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا کہ حضرت شیث علیہ السلام صوفی ہیں تو اصل میں تصوف کی ابتدا حضرت شیث علیہ السلام سے ہوئی۔ (انیس العاشقین فارسی، صفحہ:١٩)

بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اصل تصوف حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اصل تصوف ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے ہے، بعض نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور بعض نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

تصوف کی حقیقت احادیث کی روشنی میں

سرکار دو عالم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث قدسی میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ''اے ابن آدم تو میری عبادت کے لئے وقت نکال، میں تیرا سینہ بے نیازی سے پُر کردوں گا اور تیری محتاجی کو ختم کردوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو تیرا ہاتھ کاموں سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کو ختم نہیں کروں گا اور فرمایا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مشکوٰۃ باب المرقات ص:٤٤)

تفرّغوا من هموم الدنيا ما استطعتم ، كذا فى كفاية الشعبى ، المعجم الاوسط للطبرانى، (حدیث نمبر ٥١٦٧)

اے لوگو! جہاں تک ہوسکے خود کو دنیا کے غموں سے فارغ رکھا کرو۔ کتاب کفایۃ

الشعبی میں ایسا ہی ذکر کیا گیا ہے،

انّ احق ما علیٰ العبد ان یأکل الطعام من کسبہ و بعد الفراغ اَنْ یشغل بذکر اللہ۔

بندے پر سب سے بڑا حق یہ ہے کہ کھانا اپنی کمائی سے کھائے اور فراغت کے بعد ذکر خدا میں مشغول ہو۔

رزق حلال کی طلب میں بقدر حاجت کمانے کی ممانعت نہیں ہے لیکن مال جمع کرنے کی غرض سے تجارت کرنا باب تصوف میں ممنوع ہے، کیوں کہ یہ محبت دنیا میں روز افزوں اضافے کا سبب ہے۔

کماقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ما اوحی الیَ ان اجمع المال و اکون مع الشاکرین۔

جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میری طرف یہ وحی نہیں ہوئی کہ مال جمع کر کے شکر کرنے والوں کے ساتھ ہو جاؤں۔

راہ تصوف میں دنیا، اغنیاء، امرا کی صحبت ترک کرنا ضروری ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

لاتجالسِ الموتیٰ، قیل من الموتیٰ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قال الاغنیاء کذافی شرح ھٰذالحدیث حدیثٌ آخر، انّ لکل امۃفتنۃو فتنۃامتی المال۔

(مشکوۃ ۴۴۴ کتاب الرقاق)

''مردوں کی صحبت اختیار نہ کیا کرو؛ پوچھا گیا؛ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مردے سے آپ کی کیا مراد ہے تو فرمایا مالدار، اسی طرح اس حدیث کی شرح میں ایک دوسری حدیث آئی ہے، کہ ہر امت کے لئے ایک آزمائش ہے میری امت کی آزمائش مال ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''من اراد الدخول الیٰ حضرت الرب فعلیہ ترک الشھوات و الخلوٰۃ۔ جو اللہ تعالیٰ کا قرب خاص اور حضوری چاہتا ہے اس کے لئے خواہشات کا ترک کرنا اور تنہائی اختیار کرنا ضروری ہے۔

(ماخوذ از انیس العاشقین، ص ۵۴)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من کان ھجرتہٗ الی اللہ و رسولہٖ فھجرتہٗ الیٰ اللہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و من کان ھجرتہٗ الیٰ مال یکسبھا او امرأۃ ینکحھا فھجرتہٗ الیٰ ما ھاجر الیہ۔ (البخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جن کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے تو مانا جائے گا کہ ان کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اور جن کی ہجرت حصول مال یا حصول زن کی طرف ہے تو پھر وہ ہجرت تو ان چیزوں کی طرف ہوئی۔

وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام، العلماء اُمَنَاءُ الرُسُلِ علیٰ عبادہ اللہ مالم یخالطوا السلطان فاذا فعلوا ذٰلک فقد خانوا الرُسُلَ فاحذروا ھم واعتزلوھم۔ (رواہ انس)

(ماخوذ از انیس العاشقین، ص ۶۱)

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر علماء رسولوں کے امین ہوتے ہیں جب تک کہ وہ سلطان سے میل جول نہ رکھے پس اگر وہ ایسا کر لیتے ہیں کہ میل جول رکھتے ہیں تو انہوں نے رسولوں کی امانت میں خیانت کر ڈالی۔ پس تم ان سے احتیاط برتو اور الگ رہو،

وقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، من ارادرفیقاً فاللہ یکفیہِ و من ارادمؤنساً فالقرآن یکفیہ و من ارادکنزاً فالقناعۃ تکفیہ و من ارادواعظاً فالموتُ یکفیہِ و مَن لم یکتف لھذہ الاربعۃِ فالنار یکفیہِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کو رفیق چاہیئے تو اسے اللہ تعالیٰ کافی ہے، اور جسے مونس و غمخوار چاہیئے تو قرآن پاک کافی ہے، جو خزانہ تلاش کرے تو قناعت کافی ہے، اور جو نصیحت کرنے والی شئی تلاش کرے تو اسے موت کا تصور کافی ہے، اور جسے یہ چاروں چیزیں کافی نہ ہو تو پھر اسے جہنم کافی ہے،

(ماخوذ از انیس العاشقین، ص ۴۳)

جس نے کہا ہے کیا خوب کہا ہے۔

گنج آزادی و ملک قناعت گنجیت — بشمشیر مسخر نشود سلطان را
اگر از خوان گدائی رانوالہ بخشی — یک حبانہ شمار د ہزار سلطاں را

(۱) ترجمہ:۔ خودداری و آزادی، اور قناعت ایسا خزانہ اور بادشاہی ہے کہ کوئی بادشاہ ان کو بزور تلوار قبضہ میں نہیں لے سکتا۔

(۲) ترجمہ:۔ اگر اس دستر خوان سے کئی گدا کو ایک ٹکڑا اٹھا کے دے دو گے تو وہ ہزاروں بادشاہ بھی آکر جمع ہو جائیں، کچھ اہمیت نہ دے گا۔

اوراسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے ایک بزرگ نے کہا ہے۔

ہر کس بدر کسں بکارے مشغول، مائیم در خدا خوشتر زہمہ۔

یعنی ہرایک شخص اپنے مقصد کی حصولیابی کے لیئے کسی نہ کسی در سے وابستہ ہے یا کسی کام میں لگا ہے۔ بعینہ ہم بھی خدا کے در سے وابستہ ہیں اور ہر طرح سے خوش ہیں۔

تصوف کے متعلق بزرگوں کے اقوال

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''من تَفَقَّہَ بغیر تصوفٍ فتفسق، و من تصوّف بغیرِ تَفَقُّہٍ فتنز ندق و من جمع بینھما فَتَحقّق ؛ جو بغیر تصوف کے فقیہ بنا وہ فاسق ہوا اور جو بغیر فقہ کے صوفی بن بیٹھا وہ زندیق ہوا اور جو دونوں کا جامع ہوا وہ محقق ہوا۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''صوفی وہ ہے جس کا دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کی طرح سلامت ہو اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح تابع دار ہو؛ حضرت داؤد علیہ السلام کے غم کی طرح اس کا غم ہو، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فقر کی طرح اس کا فقر ہو اور حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کی طرح اس کا صبر ہو اور مناجات کے وقت اس کا اخلاص حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاص کے مثل ہو۔

حضرت سیدنا غوث اعظم عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ''صوفی کا ظاہر لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے مگر باطن خدائے عزوجل کے ساتھ ہوتا ہے اور خواہش نفسانی کو دبانے کے لئے طرح طرح کی ریاضت کرتے ہیں۔؛

حضرت سیدنا خواجہ غریب نواز ہندالولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ''صوفی اس شخص کو کہتے ہیں جو ہر قسم کی معصیت، بغض وحسد، کینہ وتکبر، غضب، ریا کاری، رعونت، نحوست، غرور، جاہ پسندی، غرضیکہ ہر طرح کی معصیت سے پاک ہو، اور ہر وصف وخوبی سے مزین ہو، علم، حلم، عاجزی، انکساری، سادگی، شائتی، شرافت، امانت، صبر و استقلال، تسلیم ورضا، زہدوشکر وغیرہ اوصاف حمیدہ سے آراستہ ہو۔؛

حضرت خواجہ فریدالدین عطاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ''صوفی وہ شخص ہے

جسے فنافی الرسول اور فنافی اللہ کا درجہ حاصل ہو۔؛

حضرت سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قادری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں،" صوفی وہ ہے جو اپنی خواہشات نفس کو شریعت کے تابع کرے ہمہ وقت شریعت مطہرہ کی پاسداری کرے، ہر نفس یادِ خدا میں تر رہے گویا رضاء الٰہی اور رضاء رسالت پناہی کے مجسمہ کا نام صوفی ہے۔؛

سرکار مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ مصطفٰے رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں،" صوفی وہ ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آئے۔؛

مذکورہ آحادیث مبارکہ و اقوال بزرگان دین سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تصوف شریعت سے ہٹ کر کوئی چیز نہیں ہے بلکہ تصوف، شریعت کا ہی ایک اعلیٰ درجہ کا حصہ ہے، شریعت میں تصوف ہے اور تصوف میں شریعت ہے، بغیر علم شریعت کے علم تصوف نہیں اور بغیر علم تصوف کے علم شریعت مکمل نہیں۔ لہٰذا ہر صوفی کو عالم ہونا ضروری ہے، کوئی جاہل صوفی ہرگز نہیں ہوسکتا جو بغیر علم کے صوفی ہونے کا دعویٰ کرے وہ صوفی نہیں زندیق ہے۔

علم تصوف اور خانقاہ

دنیا کے گوشے گوشے میں مذہب اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں صوفیائے کرام کی بڑی محنتیں شامل رہی ہیں، اور صوفیائے کرام نے یہ سب کچھ سنت نبوی کی پیروی میں اور رضائے الٰہی کی خاطر کیا۔ جیسا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مقدس زندگی بطور مثال پیش کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے مثال عشق و محبت فرمایا اور ان پر اپنا مال و زر گھر بار حتیٰ کہ اپنی جانوں کا نذرانہ بھی پیش کیا۔

نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قول و عمل پر کاربند رہتے ہوئے ان کی ہر ادا کو دوسروں تک پہنچانے کا بھی کام انجام دیا بعد میں جب آپ کے جملہ اقوال و اعمال صحابۂ کرام کی زبانی یکجا کئے گئے تو باضابطہ ایک الگ اعلیٰ علم کی حیثیت سے علم حدیث متعارف ہوا اور علم حدیث کے ماہرین محدث کے لقب سے ملقب ہوئے۔

واضح رہے کہ علم حدیث باضابطہ طور پر عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ تک موجود

نہ تھا مگر اس علم کی نشانیاں اور اشارے ضرور تلاش کئے جا سکتے ہیں اسی طرح صوفی فکر، صوفی عمل اور صوفی علم کی نشانیاں بھی اسی دور میں دستیاب ہیں، صحابۂ کرام کی ایک بڑی جماعت کا رویہ اور مقدس عمل اس کی مثال ہے۔ اس جماعت میں خاص طور پر ''اصحاب صفہ'' کا مسلسل ذکر کیا گیا ہے جو بہت سارے معاملات سے کنارے ہٹ کر صرف حصول دین اور ذکر وفکر الٰہ میں مشغول رہتے۔ اصحاب صفہ کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدق اور اتباع رسول، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عدل و بے خوفی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلم و درگزر، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تفقہ فی الدین، استغراق فی العبادت، اخلاص و استغناء، جذبۂ ایثار، وغیرہ وہ بنیادی نکات ہیں جنہیں ہم تصوف کے اجزاء قرار دے سکتے ہیں۔ یہ وہی فکر و عمل ہے جس نے بعد میں ''صوفی فکر و عمل کی حیثیت سے اپنی مخصوص پہچان بنائی اور علم تصوف کی حیثیت سے متعارف ہوا۔

خانقاہ:۔ وہ مقدس و پاکیزہ جگہ ہے جہاں عبادت الٰہی اور اعمال دینی و دنیاوی میں اخلاص کی تعلیم دی جاتی ہے صوفیاء کرام کی مخصوص جگہوں اور منتخب گوشوں کو بھی خانقاہ کا لقب اس لئے دیا جاتا ہے کہ ان مخصوص مقامات پر صوفیاء کرام خود بھی عبادت کرتے اور لوگوں کو بھی عبادت و ریاضت اور خلوص و للٰہیت کی تعلیم دیتے۔ قرآن پاک میں بھی خانقاہ کا ذکر موجود ہے،

''اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ

(پ ۱۷، سورۃ الحج، آیت: ۴۰)

وہ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھا دی جاتیں، خانقاہیں اور گرجا اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا اور بے شک اللہ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس کے دین کی مدد کرے گا، بے شک ضرور قدرت والا غالب ہے۔

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہ ہے، کہ دروے بود قیل وقال محمد ﷺ

ضرورت مرشد

شریعت چار چیزوں کا نام ہے،

(۱) اقرار زبانی (۲) اعتقاد قلبی، (۳) تزکیۂ اخلاق، (۴) اعمال یعنی اوامر ونواہی۔

اعتقاد قلبی تین طرح سے پیدا ہوتا ہے، (۱) تقلید سے، (۲) استدلال سے، (۳) کشف وحال سے۔

تقلید و استقلال کا تعلق شریعت سے ہے اور کشف و حال کا تعلق طریقت اور روحانیت سے ہے، جس طرح علم کے حصول کے لئے عالم شریعت کی ضرورت ہے اسی طرح علم طریقت کے حصول کے لئے مرشد کامل اور پیر طریقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسان کو اشرف ہونے کے لئے علم شریعت کے ساتھ علم طریقت کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں علوم شریعت وطریقت سے مالا مال فرمائے اور مقبولان بارگاہ الٰہی کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و اولیاء طریقۃ وعلماء ملتہ اجمعین۔

فقیر محمد نعیم الدین برکاتی مصباحی

خادم مرکزی جامع مسجد برن پور، مغربی بنگال۔ ۷ ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ بروز پیر

شجرۂ طریقت ونسب نامہ

حضرت سیدنا شاہ عبداللہ ابدال قادری بغدادی وحضرت سیدنا شاہ غلام رسول المعروف شاہ جمعہ پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما:۔

الٰھی بحرمت سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الٰھی بحرمت امام المتقین و امام المسلمین حضرت شاہ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالی عنہ

الٰھی بحرمت حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالی عنہ

الٰھی بحرمت حضرت سیدنا امام حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالی عنہ

الٰھی بحرمت حضرت سیدنا امام محمد انفاس رضی اللہ تعالی عنہ

الٰھی بحرمت حضرت سیدنا امام حسن جون رضی اللہ تعالی عنہ

الٰھی بحرمت حضرت سیدنا امام موسیٰ چراغ دارین رضی اللہ تعالی عنہ

الٰھی بحرمت حضرت سیدنا امام عبداللہ رسانیدہ حق رضی اللہ تعالی عنہ

الٰھی بحرمت حضرت سیدنا امام داؤد رضی اللہ تعالی عنہ

الٰھی بحرمت حضرت سیدنا امام یحییٰ زاھد رضی اللہ تعالی عنہ

الٰھی بحرمت حضرت سیدنا امام مورث رضی اللہ تعالی عنہ

الٰھی بحرمت حضرت سیدنا امام عبداللہ جیلی رضی اللہ تعالی عنہ

الٰھی بحرمت حضرت سیدنا امام ابی صالح موسیٰ جنگی رضی اللہ تعالی عنہ

الٰھی بحرمت حضرت سید السادات سیدنا محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ الٰھی بحرمت حضرت سیدنا ابوبکر عبد الرزاق رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سیدنا کرم اللہ کرامت عالمیان رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سیدنا امام عبدالرحمن رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سیدنا سلیمان سلامت ایمان رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سیدنا شمس الدین شمس الحق رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی بحرمت سید السادات حضرت میر سید شاہ علی اصغر تیغ برھنہ حسنی الحسینی القادری رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سیدنا علی اکبر آتش دھن رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سیدنا احمد گنج عوان رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سیدنا درویش پیشوا رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سیدنا ابی عبداللہ جنید ثانی رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سیدنا ابی عبداللہ حسنی الحسینی القادری رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سیدنا ابی الفتح عبدالقادر رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سیدنا محمد حاجی رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سیدنا پیر محمد رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سیدنا عبدالحق جفتہ رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی بحرمت حضرت میر سید شاہ علی رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سیدنا محلی رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سیدنا نتحن رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سید شاہ غلام حسین قادری رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سیدنا دریا رضی اللہ تعالی عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سید شاہ عبداللہ ابدال قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الٰہی بحرمت حضرت سیدنا ابراھیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الٰہی بحرمت حضرت سیدنا محمد افضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الٰہی بحرمت حضرت سید شاہ غلام رسول المعروف شاہ جمعہ پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الٰہی بحرمت حضرت سیدنا نہال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الٰہی بحرمت حضرت سیدنا آل یاسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الٰہی بحرمت حضرت سیدنا محمد جلال الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الٰہی بحرمت حضرت سیدنا امیر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الٰہی بحرمت حضرت سیدنا واجد حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الٰہی بحرمت حضرت سیدنا وحید حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الٰہی بحرمت شاہ امجد حسین قادری

خانقاہ عالیہ قادریہ ابدالیہ سہسرام کی سرپرستی میں فروغ پانے والے دینی ادارے۔

(۱) مدرسہ قادریہ صابریہ فیضان ابدال
محلہ شاہ جمعہ پیر سہسرام، ضلع رہتاس بہار،
جس میں مقامی و بیرونی طلبہ کی تعلیم و تربیت
اور طعام و قیام کا فی سبیل اللہ معقول انتظام ہے۔

(۲) جامعہ ابدال۔ محلہ ابدال ٹاؤن نزد نسیج
، تھانہ کدرا۔ ضلع کیمور بہار دینی و عصری
تعلیم کا مرکز، عربی، فارسی، اردو، ہندی،
انگلش اور کمپیوٹر ٹریننگ وغیرہ۔ (زیر تعمیر)

(۳) دار العلوم حضرت خدیجۃ الکبریٰ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا للبنات، باغیر،
ضلع جامتاڑا، جھارکھنڈ۔ دینی و عصری
تعلیم و تربیت کے ساتھ، سلائی و کمپیوٹر
ٹریننگ سینٹر (زیر تعمیر)

(۴) جامعہ برکات الابدال، دیپرا شاہ محلہ،
جنکپور، نیپال۔
دینی و عصری تعلیم کا مرکز (زیر تعمیر)

طباعت:
احمد پبلیکیشنز (پرائیوٹ لمیٹڈ)
ہیرا کامپلیکس، قطب الدین لین، نزد دریاپور مسجد سبزی باغ، پٹنہ
Mob. 8521889323 / 8210586792

₹0.00/-